

(جملہ حقوق بحق مُصنّف محفوظ ہیں)

دیباچہ ہندوستانی

مکمل بیون پتر

لیکھک

پیشی بیت مہانت

پیرکاشک
میسر زراجپال اینڈ سنز

مالکان آریہ پستکالیہ و سرسوتی آشرم لاہور

یکم اپریل ۱۹۳۱ء

پہلی مرتبہ

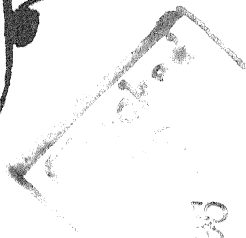
قیمت

3/

24/1/55

M.S.M.

1900



1931

پبلشر :-

راجپال اینڈ سنز
آریہ پستکالیہ لاہور

چھاپن سٹم :-

مہاتر
مرکنٹائل پریس - لاہور

ویاند چتر اولی



ویدوں والا

لویدین

مہاریشیوں کے جیون عوام الناس کیلئے مشعل کام دیا کرتے ہیں۔ جب انسان شاہراہ زندگی سے بھٹک جاتا ہے اور پاپ تاپ کے خطرناک گردھوں میں گر کر مارے تکلیف کے بلبلانے لگتا ہے تو یہی مشعل اُسے راہِ راست کی تلاش میں مدد دیتی ہے۔ ہرشی دیاند سرسوتی کا جیون بھی اپنے اندر یہی خصوصیت رکھتا ہے۔ اسے پڑھ کر ناسک آسک بنتے ہیں۔ مورتی پوجک ایثور پوجک ہو جاتے ہیں۔ گنوگھا ایک گنور کھشک بن جاتے اور پانی دھرماتا ہو جاتے ہیں۔ برہمچریہ، تپ، آتم و شواس، پیر و پکار، دیش سیوا، سماج سدھار، ستیہ پرچار۔ غرضیکہ وہ کونسی شکشتا ہے جو ہمیں ہرشی کے جیون سے نہیں ملتی! ہمارا تو یہاں تک عولے ہے کہ ہندوستانیوں کیلئے ہرشی دیاند کے چرتر سے بڑھ کر اور کوئی چرتر زیادہ مفید اور سبق آموز نہیں ہو سکتا۔ بڑے سے بڑے دھرم پرچارک بڑے سے بڑے دیش ستیشی کے جیون سے جو شکشا ہمیں مل سکتی ہے وہ سب ہرشی دیاند کے چرتر میں موجود ہے۔

ہرشی کے ایسے اُپیوگی چرتر کا یہ خوبصورت باتصویر ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خود پچھے پر بار کو سنائے اور دوستوں کو بطور تحفہ بھیجٹ کیجئے۔ جو اصحاب آریہ سماج اور اُس کے جنم داتا کے نام اور کام سے ابھی تک ناواقف ہیں، اُن کے ہاتھوں میں اسے پہنچا کریش کے بھاگی بنئے۔

اس پُتک کی تیاری میں مجھے سورگیہ پنڈت لیکھرام جی کی رشی جیون سمبندھی جمع کردہ سگرمی سے اور اخبار پرکاش "آریہ گزٹ" و "آریہ مسافر" کے پُرانے فائلوں کے علاوہ سرسوتیندر جیون "دیاند پرکاش" ہرشی دیاند اور اُن کی تعلیم "سودیش سیک دیاند" "آدرش سدھارک دیاند" "ہمارے سماج" "آریہ دھرم" وغیرہ کئی کتابوں سے مدد ملی ہے جس کیلئے میں اُنکے یوگیہ لیکھلوں کا دھنیہ وا کرتا ہوں

مہاند

شادیوال
ضلع تجارت

بال کاٹ

جسم

کاٹھیاواڑ گجرات میں مچھکو کا ہٹانڈی کے کنارے موروی ایک ریاست ہے۔ اُس میں ٹنکارا نام ایک گاؤں ہے۔ ٹنکارا میں کرشن جی ایک بڑے زمیندار تھے۔ بہادر کچیر برہمن تھے۔ اور ایک متمول زمیندار و جمعدار تھے۔ اُس نے مانہ میں زمیندار کو وہی درجہ حاصل تھا۔ جو آج کل تحصیلدار کو حاصل ہے۔ لہذا اُن کے ماتحت حوالدار اور سپاہی بھی رہتے تھے۔ جو اُن کے احکام کے بموجب سرکاری مالگزاری فراہم کرنے میں مددگار ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں اُن کے خاندان میں لیکن دین کا کام بہت عرصہ سے چلا آتا تھا۔ یعنی وہ ساہوکاری کا کام بھی کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے گذارا خاطر خواہ تھا۔

انہیں کرشن جی کے ہاں سمسٹ ۱۸۸۸ء بمطابق ۱۸۲۳ء میں سوامی دیباچہ سرسوتی کا جنم ہوا۔ اُن کا نام پہلے مول جی تھا۔ مگر بعد کو سنیا سی بن جانے پر دیباچہ ہو گیا۔

شکست

مول جی کے پتا اور گھر کے دوسرے بزرگ تعلیم یافتہ تھے۔ اس لئے انہیں گھریں ہی تعلیم ملنی شروع ہو گئی۔ پانچ برس کی عمر ہونے سے پہلے ہی اُن کو دیوناگری اکثر سکھانے شروع ہوئے۔ تاہم پتا اور بزرگ مول جی کو منتر شلوک وغیرہ اچھے بہت یاد کرتے رہتے۔ آٹھویں برس یعنی سمسٹ ۱۸۸۸ء میں اُن کا یگیو پوسٹ ہوا۔ گائتری اور سندھیا پاسنا کرنے کا طریق سکھایا گیا۔

مول جی کے پتا سام ویدی ہونے کے باوجود شرموت کے بیرو تھے۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ مول جی بھی شرموت کا جگت بن جائے۔ لہذا بچپن سے ہی انہوں نے مول جی کو دل میں شرموت کے سنکار ڈالنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ پہلے روری اور پھر بکر وید سنگھ پڑھانی شروع کر دی۔ جو گناہ یعنی چودھویں سال کی عمر تک انہیں حفظ ہو گئی۔ اس کے علاوہ کچیر ویدوں کا پانچویں پورا ہوا اور شہد روپا دی آدی دیا کرن کے چھوٹے چھوٹے گرتھ بھی پڑھے۔ اس طرح تعلیم عمدگی سے جاری رہی۔

سارا خاندان شیو مت کا پیرو تھا۔ اس لئے ہر وقت کے ذکر اور کار سے مول جی کے دل پر اسی کے سنکار پڑتے تھے۔ مول جی کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ گویا کرشن جی کے پانچ سنتان تھے۔ مول جی سب سے بڑے تھے۔ اس لئے بھی پتا کی زبردست خواہش تھی۔ کہ وہ شوجی کا بھگت بن جائے۔ اس مت کے متعلقہ برت رکھے اور مٹی کا شیو لنگ بنا کر اس کی پوجا کرے۔

دسویں برس سے مول جی عام طور پر مورتی پوجا کیا کرتے۔ ان کے پتا کبھی کبھی انہیں برت رکھنے کا بھی حکم دے دیا کرتے تھے۔ اس پر کبھی کبھی مانا پنا میں بھی آپس میں تکرار ہو جاتی۔ پتا حکم دیتے تھے۔ کہ برت بھنگ نہ ہو۔ مانا سمجھتی تھی۔ کہ چھوٹا بالک کہاں اس قابل ہے۔ کہ بھوک برداشت کر سکے۔ لہذا وہ اس قسم کی سختی کی مخالفت کرتی رہتی تھیں۔

شیو راتری کا برت

رشو کے آپا سک شیو راتری کو بڑی رات سمجھتے ہیں۔ برت رکھتے ہیں۔ رات کو جاگتے۔ اور دن بھر بھوکے رہ کر رشو کی پوجا کرتے ہیں۔ پنجاب میں پھاگن کی اندھیری چودھویں یہ رات ہوتی ہے۔ مگر کاٹھیا واڑ میں ماگھ کی اندھیری چودھویں کو شیو راتری مناتے ہیں۔

ماگھ بدی چودس ۱۸۹۲ء کو شیو راتری کا تہوار تھا۔ مول جی کے پتا کرشن جی شیو کے بھگت تھے انہوں نے برت رکھا۔ لڑکے سے بھی کہا۔ کہ آج شیو راتری ہے۔ برت رکھ کر پوجا کرے۔ بہت پین ہوتا ہے۔ کیا تم بھی برت رکھو گے؟

مول جی بچپن ہی سے دھارمک باتوں میں دلچسپی رکھتے تھے۔ جواب دیا۔ ہاں، میں بھی برت رکھوں گا۔ مگر اس سے کیا لاجھ ہو گا؟

پتا نے جواب دیا۔ ”شوجی مہاراج خوش ہونگے۔ اور پین ہو گا“

مول جی نے پوچھا۔ ”یہ شیو جی ہیں کون؟“

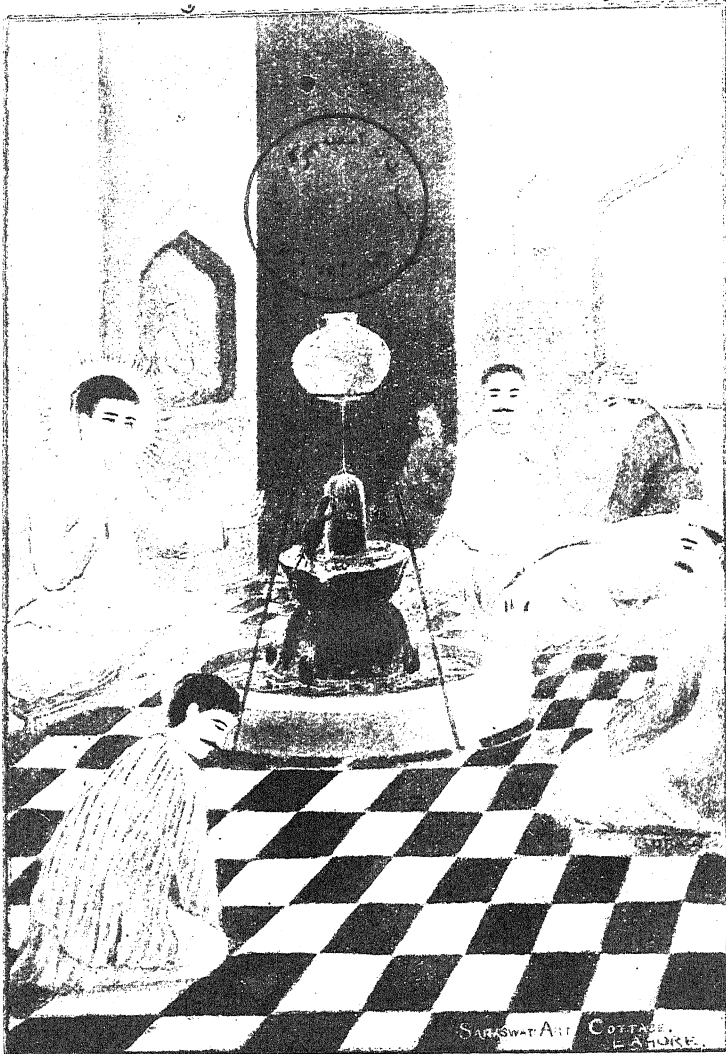
پتا نے جواب دیا۔ ”بیٹا شوجی ایشور ہیں۔ ہماری اور تمہاری رکشا کیا کرتے ہیں۔ ان کو ضرور خوش

کرنا چاہیے۔“

مول جی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ بولے۔ ”تو پھر تو میں انہیں ضرور خوش کروں گا“

پتا نے کہا۔ ”مگر سارا دن بھوکا رہنا پڑے گا“

دیباچه چتر اولی



رشی بود

مول جی نے کہا — ”رہوں گا۔“

پتا نے کہا — رات بھر مندر میں جاگنا پڑے گا۔ اور شوجی کی مورتی کی پوجا کرنی پڑے گی۔ صبح کہیں برت توڑا جائے گا۔ مول جی کے لئے نئی بات تھی۔ نازہ شوق تھا۔ اتنا لمبا برت رکھنے اور رات بھر جاگنے کا وعدہ کر دیا۔

شیو راتری کا برت آیا۔ پہلا برت تھا۔ کچھ چاہ تھی۔ کچھ عجوبہ تھا۔ مول جی نے بھوک سا دکھ اٹھا۔ پتا نے پوجا کا طریق سکھایا۔ اور جاگرن میں شامل کر دیا۔ بھگت لوگ موروی کے باہر شوالے میں اکٹھے ہوئے۔ پہلے پہر کی پوجا پوری ہوئی۔ پھر دوسرے پہر کی پوجا کی گئی۔ ۱۲ بج گئے۔ نیند نے غلبہ پانا شروع کیا۔ سب سے پہلے کرشن جی ہی اس کی لپیٹ میں آئے۔ باقی لوگ بھی اُونگھنے لگے۔ اور ایک ایک کر کے سو گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر پجاری بھی باہر آ کر دراز ہو گئے۔ ایک مول جی آنکھوں پر پانی کے چھینٹے ڈال کر اپنی غنودگی کو دور کرتے اور جاگتے رہے۔ کیونکہ وہ سن چکے تھے۔ کہ سونے سے برت رنچیل ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ کہ کیلاش پر بسے والے رشوکب آکر مورتی پر چڑھائی ہوئی مٹھائی کو کھاتے ہیں۔

رشونگ پر مٹھائی دھری تھی۔ پھول چڑھے تھے۔ پھینپی پھینپی خوشبو تھی۔ سب کے سو جانے پر جب مندر میں شور و غل بند ہو گیا۔ تو ایک جواہر سے نکل کر اس پتھر کی مورتی پر چڑھ گیا۔ اور بے کھٹکے چڑھاوے کی مٹھائی کھانے لگا۔ مول جی کو یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی۔ اُن کے دل میں پتا نے شوجی ہماراج کے لئے جو بھگتی پیدا کر رکھی تھی۔ اس پر بھاری چٹائی کی خیال پیدا ہوا کہ یہ بھی عجیب شوجی ہیں۔ ایک معمولی جواہر اُن کی گردن پر سوار ہے۔ بھگتوں کی دی ہوئی مٹھائی کو خراب کر رہا ہے۔ لیکن وہ خاموش ہیں۔ سوچنے لگے۔ کیا دہی شوجی ہیں جس کی تمنا سنی تھی۔ اور جس کی تعریف میں اتنے بھج گائے جاتے ہیں۔ اس کی بابت تو بیان کیا گیا تھا۔ کہ وہ کیلاش کا سواہی ہے۔ اور آدمی کی طرح ایک مجسمہ دیتا ہے، جو ہاتھ میں ترشول رکھتا، اور ڈرو بجانا کسی کو در اور کسی کو شاپ دیتا ہے۔ تو کیا یہ مورتی ہمارا دیوتا تھا جس کی سوامی کی ہو سکتی ہے۔ جس کے سر پر چھ دوڑتے پھرتے اور پوجا کی ساگری کو چٹ کر جاتے ہیں۔ ہمارا دیو جی تو بڑے بڑے دیوتوں کو مار بھگاتے ہیں۔ تو کیا وہ اپنے اوپر کو دھونے والے چھے کو بھی ہٹانے کی توفیق نہیں رکھتے۔ پھر بھلا وہ پریشور کیوں کر ہو سکتے۔ اور ہمارا

رکشا کیسے کر سکتے ہیں؟

مول جی کے دل میں شکوک کا دریا بہہ گیا۔ پتا کو جگایا اور جو کچھ دیکھا تھا۔ سب کہہ سنا یا۔ پتا کو کچھ غصہ آیا اور لال پٹلا ہو کر اسے ڈانٹا کہ تیری دلیل بازی بڑی خراب ہے۔ تجھے سوال سے کیا غرض؟

مول جی نے جواب دیا۔ کتنا والا مہادیو چین بن تھا۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ کہ یہ باہل بے بس ہے۔ جس دھوکہ کھتا ہے۔ چہرہ اس پر دوڑتے ہیں، اور خراب و آلودہ کرتے ہیں، اور یہ سترنگ نہیں ہلاتا، یہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ ہماری رکشا یہ کیسے کریگا؟

پتا نے سمجھایا۔ کہ سچا مہادیو کیلاش پر رہے۔ کلجنگ میں اُس کا سا کھشات درشن نہیں ہوتا۔ اسی لئے چتر وغیرہ کی مورلی بنا کر اُس میں اُن مہادیو کی بھادنا کر کے پوجتے ہیں، جس سے کیلاش والے مہادیو ایسے خوش ہو جاتے ہیں۔ کہ گویا وہ خود ہی وہاں براجمان ہیں۔ اور اُن ہی کی پوجا ہو رہی ہے۔

ایسی کمزور دلیل سے بھلا مول جی کی تسلی کیوں کر ہوتی؟ اکٹا اور دل میں شک پر لگیا۔ کہ اس میں کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ انہیں پتا کی باتوں میں کچھ دھوکا اور لاگ لمبیٹ جان پڑی۔ تب انہوں نے سنگھپ کیا۔ کہ جب میں اُن کو پرنٹیشن دیکھوں گا۔ تب ہی پوجا کروں گا۔ ویسے نہیں؟

اب اُن کو بھوک کی شدت محسوس ہوئی۔ جب تک عقیدت تھی۔ تب تک بھوک پیاس کی پرواہ نہ تھی مگر اب جب خیال بالکل بدل گیا۔ تو وہاں میٹھا اور جاگتا ایک فضول بات معلوم دینے لگا۔ انہوں نے گھر جانے کی اجازت مانگی۔ بول گئی۔ چلتے وقت پتا نے تاکید کر دی تھی۔ کہ گھر جا کر منہ جوٹھا نہ کرنا۔ ورنہ برت بھنگ ہو جائے گا۔ مول جی نے گھر آکر مانا سے کہا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ اس پر مانا نے یہ کہہ کر کہ میں تو پہلے ہی جاتی تھی۔ تم سے بھوک نہ سہاری جائے گی۔ فوراً سمٹائی دی۔ جسے کھا کر مول جی نے برت توڑ ڈالا۔ پتا نے جب صبح گھر آکر برت بھنگ کرنے کی بات سنی۔ تو بہت خفا ہوئے۔ لیکن مول جی نے جواب دیا۔ کہ جس بڑے کا ذکر میں نے کتنا میں سنا تھا۔ مندر میں وہ رشوجی نہیں ہے۔ اس لئے میں اُس کی پوجا نہیں کر سکتا۔ واقعی رات کی گھنٹا نے مول جی کا اعتقاد مورتی پوجا سے دور کر دیا۔ اور انہوں نے اپنے چچا کو کہا۔

کہ پڑھنے کی وجہ سے مجھ سے برت اور پوجا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اُن کے چچا نے اور اُن کی مانا نے کچھ سمجھا کر موبھی کے پتا کو اس طرف زور ڈالنے سے روک دیا۔ اس جھنجھٹ سے سبکدوشی حاصل کر کے موبھی نے ایک پنڈت سے گھنٹوں انزکٹ، پُروہیما نسا وغیرہ گرنہ پڑھنے شروع کر دیئے۔ اب اُن کا سارا وقت پڑھائی میں صرف ہوتا ہے۔



ویراگ کا نڈ

دو موتیں

اس واقعہ کے دو سال بعد ایک اور گھٹنا ہوئی جس نے موبجی کے دل کو چوٹ لگائی۔ اور پہلے منسا

کو زیادہ مضبوط کر دیا۔

ایک رات مول جی اور پدیوار کے دیگر آدمی ایک جلسے میں گئے ہوئے تھے کہ اچانک نوکر نے آکر خبر دی کہ بڑی لڑکی یعنی مول جی کی ۱۴ سالہ بہن کو میضہ ہو گیا ہے۔ سب دوڑے آئے۔ وید بلائے گئے۔ علاج ہٹا۔ مگر لا حاصل۔ چار گھنٹے میں وہ مر گئی۔ گھر ماتم کدہ بن گیا۔ سب رونے لگے۔ مول جی کو بہت صدمہ پہنچا اور کچھ ڈر سا اُن کے دل میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ ساری عمر میں یہ پہلا ہی موقع تھا کہ انہوں نے موت کے صدمہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک طرف گھر کے سارے آدمی بیٹھے تھے۔ دوسری طرف مول جی بغض کے پاس ایک دیوار سے لگ کر کھڑے کھڑے اس دُنیا کی ناپائیداری پر خیال دوڑا رہے تھے۔ کیا سارے آدمی اسی طرح مرجائیں گے۔ اور آخر میں میں بھی مرجاؤں گا۔ دُنیا میں ہر ایک آدمی کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ کاش کوئی ایسا آپاٹے معلوم ہو کہ جنم مرن کی وہابی دُکھ سے چھوٹ کر موکش کی پراپتی ہو۔ اس نشوونما میں بھلا رونا پینا کس کو سوجھتا تھا۔ بسندھی کیا جانیں۔ کہ مول جی کے دل میں کیا گذر رہی ہے۔ مول جی کو رونے پینے میں شامل ہونا نہ دیکھ کر سب لوگ انہیں لعنت علامت کرنے لگے مگر وہاں لعنت علامت کی پردہاہ کسے تھی۔ مول جی کا دل تو دُنیا سے پار ہوئے کی کش مکش میں لگا ہوا تھا۔ اتنا پتلا نے ٹھٹھانے کی غرض سے کہا۔ جاؤ سو رہو۔ مگر وہاں بند کس کو آتی تھی۔ موت نے ایک مہر نما۔ سچے کو بے قرار کر دیا تھا۔ مہرہ کہہ ہی خیال ستا تھا۔ کہ ایک دن اس ظالم موت کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ اُس وقت کونسا ہتھیار کہاں ڈھونڈتا پھرے گا۔ اس دُکھ سے چھوٹے اور کتنی حاصل کرنے کے لئے کس پر بھروسہ کرے گا۔ بہتر یہی ہے۔ کہ ابھی سے ایسی تدبیر کروں۔ کہ جس سے سارے دُکھ دور ہو جائیں۔ الغرض اس موت کا اثر مول جی پر یہ ہوا۔ کہ دُنیا کی اُلجھنوں سے اُن کا دل اُچاٹ ہو گیا۔

۱۹ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۹۹ء ہجری میں تیسری بار قدرت نے اپنا کرشمہ دکھا کر مول جی کو ان کے اصلی مشن پر کمر بستہ کیا۔ دھراتما چچا جو انہیں بہت پیار کرتا تھا۔ مرض ہیضہ میں مبتلا ہو گیا۔ مرتے وقت چچا نے مول جی کو اپنے پاس بلایا۔ لوگ ان کی نفی دیکھ رہے تھے۔ اور وہ مول جی کی طرف ٹھٹکی لگائے زار زار رو رہے تھے۔ اس نظارہ کو مول جی برداشت نہ کر سکے اور وہ بھی پھوٹ کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سوج گئیں۔ وہ پھر محسوس کرنے لگے۔ کہ چچا کی مانند ایک دن میں بھی مرنے والا ہوں۔ پتا جی بھی مرجائیں گے۔ ماما جی بھی مرجائیں گی۔ اندر سے آواز آئی — کسی طرح اس موت سے بچنا چاہئے۔

جھگل کو

بہن اور چچا کی موت کے فطاسے نے دل میں سچا دیراگ پیدا کیا۔ اب مول جی سچے شبو کو جانے اور موت کو جینے کا طریقہ ڈھونڈنے لگے۔ دوستوں اور دو دو ان پندتوں سے مشورہ کیا۔ انہیں کسی نے بتایا کہ موت لوگ ابھی اس سے ہی جیتی جا سکتی ہے۔ پس انہوں نے عمر بھر بیاہ نہ کرنے اور یوگ سیکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کرشن جی کو پتہ تھا کہ لڑکا گھر سے اچاٹ ہے۔ انہوں نے مول جی کا فوراً بیاہ کر دینے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ وہ کہیں سا دھونہ ہو جائے۔ مگر ہتھ کا بوجھ پڑ گیا۔ تو دیراگ بھول جائے گا۔ لیکن مول جی نے جوں توں کر کے ایک برس کے لئے یہ بات ملتوی کرادی۔

میسویں سال کی عمر میں یعنی سن ۱۹۰۱ء ہجری کے ہوتے ہی انہوں نے پتا جی سے کہنا شروع کر دیا۔ کہ اگر مجھے کاشی بھیج دیں۔ تو دیراگ کرن اور جوتش اور ویدک گرتھ پڑھ آؤں۔ پتا نے کہا۔ اول تو اب تک جو پڑھا ہے۔ وہی کافی ہے۔ اگر پڑھنا ہی ہے۔ تو یہیں گھر پر پڑھو۔ اگلے سال تو تمہارا بیاہ ہو جانا ہے۔ کیونکہ لڑکی والے بیاہ پر زور دے رہے ہیں۔

ماتا نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور بولی — ”میں جانتی ہوں کہ زیادہ پڑھے ہوئے لوگ بیاہ کرنا پسند نہیں کرتے۔ کاشی چلے جانے پر تو بیاہ میں اور بھی روکاؤٹ پڑ جائے گی۔“

مول جی کے بار بار اصرار کرنے پر ماما پتا جی بضد ہو گئے۔ کہ بیاہ ضرور کرنا ہے۔ تب مول جی نے بظاہر خاموشی اختیار کر لی۔ کیونکہ دیکھا کہ اصرار کرنے سے مراد برہنہ آنی۔ اس کا کام بگڑتا ہے۔ گھر میں اب جی نہ لگتا تھا۔ یہ دیکھ پتا نے زمیندار سی کا کام سونپنا چاہا۔ بھلا مول جی کب منظور کر سکتے تھے۔ انہیں تو دوسری ہی دھن سمائی تھی۔ جھٹ بول اٹھے۔ ”اچھا اگر کاشی نہیں بھیجتے۔ تو یہاں سے

تین کوس کے فاصلہ پر جو ایک پرسدہ پنڈت رہتے ہیں۔ مجھے اُن کے پاس ہی بھیج دیجئے۔ وہاں ہماری زمینداری بھی ہے۔

یہ سچویز منظور ہوئی۔ اور مول جی وہاں پڑھتے رہے۔ وہاں ایک مرتبہ باتوں ہی باتوں میں مول جی نے بیاہ کے متعلق اپنی دلی نفرت کا اظہار کر دیا۔

پنڈت جی نے کرشن جی کو فوراً اس بات کی خبر کر دی۔ بس پھر کیا تھا۔ انہیں واپس بلا لیا گیا۔ اور بیاہ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بیاہ کی تیاریاں ہوتے دیکھ مول جی حیران و ششدر رہ گئے۔ اب حالت یہ تھی۔ کہ گھر میں دو متضاد خیالات کام کرنے لگے۔ تاہم اُس شبہ گھڑی کی انتظار میں تھے۔ کہ بیٹا دلہا بنے اور ہو گھر میں آئے۔ لیکن بیٹا اس دھن میں تھا کہ سب موہ کی زنجیریں توڑ کر گھر سے نکل بھاگے۔ کیونکہ گھر رہ کر بیاہ سے بچنا مشکل بلکہ نامکن دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ ادھر بیاہ کی تیاریاں مکمل ہوئیں۔ اور مول جی کا بھی گھر سے بھاگ جانے کا ارادہ پکا ہو گیا۔ اور ستمبر ۱۹۰۳ء میں ایک روز شام کے وقت بلا اطلاع دیئے گھر سے نکل پڑے اور بھٹان لیا۔ کہ پھر کبھی لوٹ کر نہ آؤنگا۔

پہلی رات تو آٹھ میل پر ایک گاؤں میں بسر کی۔ دوسرے دن شام تک ۳۰ میل چلے۔ اور ایک گاؤں میں ہنومان کے مندر پر ڈیرا کیا۔ یہ تمام سفر اس ڈھنگ سے طے کیا کہ مشہور راستے اور واقفیت والے گاؤں بچاتے گئے۔ تاکہ کوئی واقف آدمی نہ مل جائے۔ یہ احتیاط بڑے کام آئی۔ کیونکہ گھر سے نکل تیسرے روز ایک جگہ ایک سرکاری ملازم سے سنا۔ کہ فلاں برہمن کا لڑکا گھر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اُسے دھوٹا منے کے لئے پیدل اور سوار پولیس یہاں تک آئی تھی۔ یہ سن کر وہ آگے چل دیئے۔

یہاں سے چل کر آپ کو ٹھگوں کی ایک جماعت سے پالا پڑا۔ انہوں نے ایک مورتی سمٹاپن کی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کر کے کہ یہ دیراگ کی سدھی کا طلبگار ہے، اُن میں سے ایک نے چڑا کر کہا۔ ”ہاتھ میں سونے کی انگوٹھیاں ڈال کر بھلا دیراگ کی سدھی کیسے ہو سکتی ہے؟ چکا دیراگ تو تب ہوگا۔ جب اپنے پاس کی سب اشیاء دان کر دو گے“ ٹھگوں کے کہنے پر مول جی نے اپنی مبینوں سونے کی انگوٹھیاں اور تمام روپے مورتی کے سمہن کر دیئے۔ اور ٹھگوں سے یہ معلوم کر کے کہ آگے سائیلے نامی گاؤں میں لالہ بھگت کے سمٹان پر پہنٹ سے سادھو جمع ہیں، آگے چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں ایک برہمچاری ملا۔ اُس نے کہا کہ۔ ”تم نیشک برہمچاری ہو جاؤ۔ اُس برہمچاری نے اُن کو بڑی پیاری دیکھنا دی اور شدھ جیتن برہمچاری“ نام رکھا۔

پہلے کپڑے اُتروا کر اپنی طرح گیارے دستر پہنا، ہاتھیں ایک تونبہ دے دیا۔ اب یہ سادھوؤں کے ٹالے میں مل کر یوگ سادھن کرنے لگے۔ مگر بھرم جال کے سنسکار ابھی باقی تھے۔ ایکرات جیکہ ایک درخت کے نیچے اچھایس کر رہے تھے، پرندوں کی گھوگھو آواز سے انہیں کسی بھوت کا دم ہوا۔ وہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ اپنے ٹالے میں آ گئے۔ یہاں سے نباس میں ہمد آباد کے نزدیک کوٹ کانگرہ نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچے۔ وہاں بہت سے ویراگی جمع تھے۔ ایک رانی بھی ان کے پھندے میں پھنسی ہوئی تھی۔ سنسکار چیتن کے گیارے کپڑوں پر پیراگیوں نے چٹھہ کیا۔ اور انہیں اپنے جال میں پھنسا نا چاہا۔ وہ ان کے پھندے میں تونہ آئے۔ ہاں ریشمی کنارے کی دھوتیاں انہوں نے وہیں پھینک دیں۔ اور جو تین روپے پاس تھے۔ ان سے سادہ دھوتیاں خرید لیں۔ وہاں تین مہینے قیام رہا۔ بعد ازاں سنا کہ سدھ پور میں کانزک کا میلہ ہوتا ہے۔ وہاں کوئی نہ کوئی یوگی توڑ ہی جائے گا۔ جو اُمر ہونے کا راستہ بتلائے۔ اس



(مہول شکر سے شہد چیتن نام رکھایا)

امید پر انہوں نے سدھ پور کی راہ پکڑ لی۔ راستے میں انہیں تھوڑے فاصلہ پر اپنے گاؤں کا ایک بھراگلی ملا۔ جو ان کے خاندان سے اچھی طرح واقف تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں کا دل بھرا یا رشتہ چیتن کی ساری داستان، روپے اور انگوٹھیاں ٹھکوں کو دے دینا، ساٹیلے گاؤں کے برہمچاری سے دیکھنے لے کر سر منڈلے اور گیر واکرنا پہننے کا سماچار سن کر پہلے تو وہ کچھ ہنسنا۔ اور پھر نہایت اخوس کے ساتھ گھر سے نکل آئے پر لعنت ملا مت کرنے لگے۔ بولا۔ بھلا تمہیں ساد ہو بننے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا پوتا امیر آدمی ہے۔ جاؤ۔ گھر میں رہو۔ اور آرام کے دن گذارو۔ مگر مول جی نے کہا۔ میں جس کام کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔ جب تک وہ پورا نہ ہو لے۔ کیسے واپس چلا جاؤں؟

بیراگی بابا نے پوچھا۔ ”تو اب کہاں جا رہے ہو؟“

مول جی نے جواب دیا۔ ”کار تک کے میلے پر سدھ پور جا رہا ہوں۔“

بعد ازاں برہمچاری شتھ چیتن سدھ پور پہنچے۔ نیل کتھ مادیلو کے سہقان پر ونڈی سواری اور کچھ برہمچاری اترے تھے۔ یہ بھی وہاں جا بیٹھے۔ ان کا ست سنگ کیا۔ اور جو کوئی مہاتما اور پنڈت میلے میں سنا۔ ان سے بھی ملاپ کیا۔ اور بات چیت سے لالچہ اٹھایا۔

پتا پتھر کا آخری ملاپ

اُدھر اس پڑوسی بیراگی نے جو کوٹ کا گنرہ سے آئے وقت انہیں ملا تھا، ان کے پتا کو ایک چٹھی بھجادی کہ تمہارا لڑکا گیر واکر کے کپڑے پہنے برہمچاری بنا ہوا یہاں مجھے ملا ہے۔ اور اب کار تک کے میلے میں سدھ پور گیا ہے۔ یہ سنتے ہی کرشن جی معہ چار سپاہیوں کے سدھ پور پہنچے۔ اور مول جی کا پتہ لگانا شروع کیا۔ ایک دن اسی شوالے میں جہاں وہ بیٹھے تھے۔ علی الصبح ان کے پتا اور چار سپاہی ان کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ دولت مند پتا کو اپنے پتر کی یہ حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔ پتا کو غصے سے لال سرخ ہوا دیکھ مول جی کی آنکھیں اوپر نہ اٹھ سکیں۔ سر جھکائے پتا کی سخت سخت باتیں اور لعن طعن سننے لگے کہ۔ ”تو نے ہمارے خاندان کو ہمیشہ کے لئے بدنام کر دیا۔ ایک تو ہی سارے خاندان کو کلنک لگانے والا پیدا ہوا ہے۔“ مول جی پر دہشت طاری ہو گئی۔ مارے ڈر کے اپنے پتا کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور کہا۔ ”کہ میں لوگوں کے پہکانے سے اس طرف آنکلا ہوں۔ آپ خفا نہ ہوں۔ میرے اپرا وہ کو کھشما کریں۔ میں تو یہاں سے گھڑائے ہی کو تھا۔ اچھا ہوا کہ آپ آ گئے۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔“



سید پور کا میلہ

باپ بیٹے کی آخری ملاقات

ان بالوں سے بھی اُن کا غصہ کم نہ ہوا۔ جھپٹ کر انہوں نے بیٹے کے کمرے کو پکڑ لیا۔ اور زور سے کھینچ کر اس کی دھجیاں اڑا دیں۔ تُو نہ جھپین کر بڑے زور سے زمین پر دسے مارا۔ اور سینکڑوں قسم کے کھٹو زچن کہہ کر دے۔ کہ تیری ماما تو تیری جدائی میں تڑپ رہی ہے۔ کیا تو اپنی ماما کا خون کیا چاہتا ہے۔ بعد ازاں نے کپڑے پہنا کر جہاں خود پھیرے تھے۔ وہاں لے گئے۔ باوجودیکہ مول جی نے گھر جانے کا اقرار کیا۔ لیکن پتا نے اُن کی بات پر اعتبار نہ کیا۔ اور اُن پر سپاہیوں کا پہرہ مقرر کر کے حکم دیا۔ کہ دم بھر بھی اس نہ موہی کو اکبلا مت بھرنے دو۔ رات کے وقت بھی پہرہ رہے۔ پتا کی بے اعتباری جائز تھی۔ کیونکہ لڑکا موقعہ پا کر بھاگ جانے کے ارادہ میں ایسا ہی مضبوط تھا۔ جیسا پتا اُسے گھر لے جانے کی دُھن میں سرگرم تھا۔ موبھی ہر گھڑی اس تاک میں تھے کہ کوئی بھاگنے کا موقع ہاتھ لگے۔

خوش قسمتی سے رات کے تین بجے کے بعد پہرہ والا بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ مول جی ایسے ہی موقع کی تاڑ میں تھے۔ پیشاب کے بہانے فوراً نکل آئے۔ اور آدھ کوس دُور ایک مندر کی چوٹی پر بڑے سہارے چڑھ گئے۔ پانی کا لٹا سا حلقہ چھپکر بیٹھ گئے۔ اور اس انتظار میں رہے۔ کہ دیکھیں اب غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ سپاہی لوگ آئے۔ جہاں تہاں پوچھتے پھرے۔ اور بڑی احتیاط سے مندر کے اندر باہر ڈھونڈتے رہے اور آخر مایوس ہو کر چلے گئے۔ لیکن مول جی اُسی طرح دم روکے۔ دن بھر فائدہ کئے وہیں چھپے رہے۔ اس دُور سے کہ کوئی اور نہ آفت نہ آجائے۔ شام ہونے اور اندھیرا چھا جانے پر وہ مندر سے نیچے اتر کر چل دیئے اور دو کوس دُور ایک گاؤں میں جا بیٹھے۔ اور صبح آگے روانہ ہوئے۔ پتا پُتر کا یہ آخری ملاپ تھا۔ مول جی نے آج ماما پتا اور بھائی بندوں کے پریم کو، پتا کی ساری جائیداد کو اور دُنیاوی عیش و آرام کو ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے لئے تیاگ دیا۔

سنیاس کا نڈ

کٹھن یا نڈ

مول جی اب احمد آباد ہوتے ہوئے برطوہ آٹھیرے۔ جیتن مٹھ میں برہمچاریوں اور سنیاسیوں سے دیدت
 وشرہ پر دار تالاپ ہوتا۔ برہمانند وغیرہ برہمچاریوں اور سنیاسیوں نے اُن کو نشچہ کر دیا کہ برہم ہم سے جدا نہیں ہے
 گویا برہم اور جیو ایک ہے۔ یہاں بنارس کی رہنے والی ایک بائی سے سنا کہ نربدا کے تھ پر پڑے بڑے دودا نو
 کی ایک سبھا ہونے والی ہے۔ پس جھٹ وہاں پہنچے۔ وہاں ایک سچا نند پرہنس سے شاستروں کے مختلف علمی
 مضامین پر گفتگو ہوئی۔ سچا نند سے پتہ لگا۔ کہ آج کل نربدا تھ پر واقعہ چانڈو کی نالی میں دودا نو برہمچاریوں
 اور سنیاسیوں کی ایک منڈلی رہتی ہے۔ چنانچہ وہاں پہنچے۔ اور پہلے پہل سچے دیکھت دودا نوں اور پنڈتوں سے
 ملاقات ہوئی۔ یہاں پر مانند نامی پرہنس کے پاس پڑھنا شروع کیا۔ اور چند مہینوں میں دیدانت ساہ دیدت
 پریمی بھاشنا، آریہ ہری ہر تو ٹاک وغیرہ اور فلسفہ کی کتابیں اچھی طرح پڑھیں۔ چونکہ اس وقت تک مولجی برہمچاری
 تھے۔ اس لئے اپنا بھوجن آپ بنا کر لاتے تھے۔ اس میں بہت سادقت ضائع ہو جاتا تھا۔ ابھیاس یعنی لوگ
 کی مشق کرنے اور پڑھنے کے لئے اُن کے پاس بہت تھوڑا وقت بچتا تھا۔ علاوہ ازیں اس بات کا اندیشہ بھی
 تھا۔ کہ اگر برہمچاری بنے رہے۔ تو کسی دن پرانے نام کی مشہوری کے سبب گھر والوں سے پکڑے جائیں گے
 اور سب پڑھائی چھوٹ جائیگی۔ لہذا اس بکھڑے سے چھوٹنے کے لئے انہوں نے سنیاس لینے کا فیصلہ
 کیا۔ چنانچہ جدانند اشرم سوامی سے سنیاس کی دیکھنا دینے کی پرارشتا کی۔ مگر سوامی جی تیار نہ ہوئے انہوں
 نے کہا۔ کہ ابھی برہمچاری کی عمر تھی تھوڑی ہے۔ کہ وہ اس اشرم کی مشکلات کو برداشت نہیں کر سکتا۔ برہمچاری
 شدہ جیتن تقریباً ڈیڑھ دو برس نربدا تھ پر گھومتے رہے۔ اس دوران میں چلو درنامی گرام کے نزدیک
 ایک کوس کے فاصلہ پر جنگل میں ایک مقام پر رشتہ نگری مٹھ کے ایک دندھی سوامی اور ایک برہمچاری آٹھیرے۔
 ان دندھی سوامی کا نام پورنا نند سرسوتی تھا۔ اور یہ دوار کا کی طرف جا رہے تھے۔ ایک دکن کے پنڈت برہمچاری
 شدہ جیتن جی سے دیدانت پر بات چیت کیا کرتے تھے۔ اُن کو ساتھ لے کر آپ دندھی سوامی جی کے پاس

گئے۔ پنڈت جی نے برہمچاری شتھ جیتن کا تعارف کراتے ہوئے ونڈی جی سے کہا۔ کہ یہ برہمچاری برہم وڈیا پر اپت کرنے کی زبردست خواہش رکھتا ہے۔ آپ اسے سنیاس کی دیکھنا دیجئے پہلے تو ونڈی جی نے بھی آنا کافی کی۔ مگر پنڈت جی کے زور دینے پر آپ نے برہمچاری شتھ جیتن کو سنیاس کی دیکھنا دے دی۔ اب اُن کا نام برہمچاری شتھ جیتن سے سوامی دیباچہ ہو گیا۔ سوامی پورنا نند جی دوا کا جا رہے تھے۔ اس لئے چند روز نئے چیلے کو برہم وڈیا کے گرنٹھ پڑھانے کے بعد وہ تو دوا کا چلے گئے۔ اور سوامی دیباچہ وہیں رہ گئے۔

کچھ دن بعد انہیں جوالا نند پوری اور شوانند گری نام کے دوسا دھولے۔ انہوں نے سوامی جی کو بوگ کی ساری کربائیں (عمل) سکھا کر نہال کر دیا۔

وہاں سے آبو پہاڑ پر بھوانی گری وغیرہ یگیوں کا ست سنگ کر کے سمر ۱۹۱۲ء مطابق ۱۵۵۵ء اے و ہر دوا۔ کنبہ پراگئے۔ وہاں بہت سے سنیاسیوں سے ملاقات ہوئی۔ پھر چند ہی پریت کے جنگلوں میں بوگ ابھیا س کرتے رہے۔ میلہ کے بعد آپ رشی کشی گئے۔ اور مہاتاؤں سے یوگ کا طریق سیکھتے رہے۔ بعد ازاں ٹیڑھی چلے گئے۔ یہ جگہ سا دھول اور راج پسند ٹول سے بھر پور اور مشہور تھی۔ دنت مقررہ پر آدمی بلانے آیا۔ سوامی جی ایک برہمچاری سمیت وہاں پہنچے۔ مگر انہیں تعجب ہوا، جب پنڈتوں کو وہاں ماس کاٹے اور بناتے دیکھا۔ اس پر سوامی جی کو بہت گھڑنا ہوئی۔ مگر آگے جا کر دیکھا۔ کہ بہت سے پنڈت ماس ہڈیوں کے ڈھیر اور جانوروں کے بھٹے ہوئے سروں پر کام کرتے ہیں۔ گھر کے مالک نے بڑی خوشی سے کہا۔ اندر چلے آئے۔ مگر سوامی جی یہ کہہ کر وہاں سے نکل آئے۔ کہ آپ اپنا کام کرتے جا ئے۔ میرے لئے تکلیف نہ اٹھائیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ پنڈت ڈیرے پر پہنچا۔ اور دعوت میں چلنے کو کہا، یہ بھی بتایا۔ کہ ماس وغیرہ بڑھیا اور لذیذ بھوجن محض آپ ہی کی خاطر بنائے گئے ہیں۔ سوامی جی بولے — یہ سب بیفائدہ اور فضول ہے۔ اس کا کھانا تو کجا، مجھے تو دیکھنے مانتے ہی روک ہو جانا ہے۔ آپ ماس آہاری ہیں، اور میں چل آہار کرتا ہوں۔ اس پر وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

وہاں سے کبیرا گھاٹ، رور پریاگ وغیرہ مقامات سے ہو کر اگست مئی کی سمدھ پر اور پھر وہاں سے شتھ پوری پہاڑ پر پہنچے۔ سردیوں کے چار ماہ اس جگہ گزار کر پھر کبیرا گھاٹ پر واپس چلے آئے۔ وہاں سے گوری گنڈا، گپت کاشی، اور بھیم کھچا، دیوگی نارائن وغیرہ مقامات کا سفر کیا۔ وہاں کے سامنے سنیاسیوں

کی سب اندر دنی لیل کو بھی دیکھا۔ گپت کاشی کے ایک مہنت نے سوامی جی کو اپنا چیلہ بنا چاہا۔ دولت اور جائیداد کا لالچ دیا۔ اور آخر کار گدے کا لالہ بنا لئے کا وعدہ کیا۔ سوامی جی نے کہا۔ ایسا لالچ ہوتا۔ تو گھر کو کیوں چھوڑتا۔ اور پتا کی ساری جائیداد کیوں تیاگتا؟ جس غرض سے میں نے تمام دنیاوی سکھوں پر لات اری؟ وہ آپ کے پاس رہنے سے پوری نہیں ہو سکتی۔ مہنت نے انہیں زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرنے کو کہا۔ مگر وہ دوسرے دن ہی آگے چل دیئے۔

سچ جھوٹ کی پڑتال

بدری نارائن، رام پور۔ کاشی پور، درونا ساگر۔ مراد آباد، سنہیل وغیرہ ہوتے ہوئے گڑھ ملنتر کو عبور کیا۔ اور گنگا کے کنارے پر آکھلے۔ اس وقت دیگر مذہبی کتب کے علاوہ جراحی و طبابت کی سنکرت کتابیں بھی پاس تھیں۔ جنہیں سوامی جی اکثر پڑھتے تھے۔ ان میں سے کسی کسی میں تاڑی چکر کے متعلق ایسے لمبے اور پیچیدہ بیانات تھے۔ کہ آدمی پڑھتے پڑھتے تھک جاتا۔ مگر اچھی طرح یاد نہ کر سکتا، نہ پورا سمجھ سکتا اور نہ دھیان میں لاسکتا۔ ان کے درست ہونے میں بھی انہیں شک ہو گیا۔ لیکن امتحان کرنے کا موقع نہ ملا اتفاق سے ایک دن ایک لاش دریا میں ہستی ہوئی دکھائی دی۔ انہوں نے امتحان کر کے کا موقع سمجھا۔ اور کتابوں میں بھی باتوں کو جانچنے کے لئے ارادہ پکا کر لیا۔ کتابوں اور کپڑوں کو کنارے پر رکھ۔ دریا میں اتر کر لاش کو کنارے پر کھینچ لائے۔ تیز چاقو سے اُسے کاٹا۔ دل کو نکالا۔ اور اس کی اچھی طرح پڑتال کی۔ کتاب سے مقابلہ کیا۔ پھر سر اور گردن کے حصوں کو کاٹ کر سامنے رکھا۔ اور مقابلہ کیا۔ کتاب کی ایک بات بھی اُس مُردہ جسم میں نہ پائی۔ کتابوں کو بھاڑ کر لاش کے ساتھ دریا میں بہا دیا۔ اور غور و خوض کے بعد یہ نتیجہ نکالا۔ کہ سوائے دیدول، آپ نشدول، پنچل اور سانکھیہ کے اور کتابیں جو سانکھیہ اور یوگ، ودیا پر لکھی گئی ہیں۔ جھوٹی ہیں۔

پھر گنگا کے کنارے چلتے ہوئے ستمبر ۱۹۱۲ء کے اخیر میں سوامی جی فرخ آباد پہنچے۔ یہاں سے کان پور، بنارس وغیرہ کی سیر کرتے چاندال گڑھ پدھارے۔ اور دُرگا کو بلو کے مندر میں دس روز ٹھہرے۔ یہاں چاول کھانا چھوڑ صرف دودھ پر گزارا کرتے۔ دن رات یوگ و دیا کے پڑھنے۔ اور اُس کے ابھاس میں لگے رہے۔ یہاں آپ کو بھنگ پینے کی عادت پڑ گئی۔ جس کے نشے میں وہ کبھی کبھی بے سہمہ ہو جایا کرتے تھے۔

غلٹ چھوٹ گئی

ایک روز کا ذکر ہے۔ مندر سے نکل کر نزدیکی گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔ کہ انہیں کچھ دنوں کا ایک واقعہ کارِ ساختی مل گیا۔ گاؤں کی دوسری جانب ایک شوالہ تھا۔ رات وہیں کاٹی۔ بھنگ کے نشے میں خواب دیکھا۔ کہ مہادیو اور پارہتی آپس میں بات چیت کر رہے ہیں۔ پارہتی کہتی تھی۔ کہ سوامی دیانند کا بیاہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ لیکن مہادیو اس کے خلاف تھے۔ انہوں نے دیانند کے بھنگ پینے کا ذکر چھیڑا۔ سوامی جی کی نیند ٹوٹ گئی۔ اور اس خواب کا خیال کر کے بہت دکھی ہوئے۔ اس وقت موسل دھار بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے برآمدے میں دام کیا۔ اس جگہ بیل کی مورتی کھڑی تھی۔ اس کی پیٹھ پر کتابیں اور کپڑے رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی بات پر غور کرنے لگے۔ اچانک اُن کی نظر مورتی کے اندر گئی۔ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا چھپا بیٹھا ہے۔ اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ مارے ڈر کے وہاں سے بھاگ نکلا۔ تب سوامی جی اندر گھس گئے۔ اور وہیں سو رہے۔ دن چڑھے ایک بڑھیا وہاں آئی۔ اُس نے بیل دیوتا کی پوجا کی۔ اُس وقت آپ اندر ہی بیٹھے تھے۔ محوِ شریٰ دیر بعد وہ گرڈ اور دہی لے کر واپس آئی۔ اور اندر گھسے ہوئے سوامی جی کو دیوتا سمجھ کر بولی۔ — بیل دیوتا! اسے سویکار کیجئے۔ اور اس میں سے کچھ حصہ منہ لگا لیجئے ۥ

سوامی جی کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ سارا گرڈ اور دہی کھا لیا۔ دہی بہت ترش تھا۔ اس لئے بھنگ کا نشہ جاتا رہا۔ اب سے بھنگ کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ۥ

بعد ازاں سوامی جی مختلف پہاڑوں، تیرھتوں اور دشوار گزار راستوں کا سفر کرتے رہے۔ تاکہ کسی پہنچے ہوئے مہاتما کے درشن نصیب ہوں۔ جو انہیں سچے رشو کے درشن کرا سکے۔ اس سینکڑوں میل کی پیدل یا سوار میں انہیں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ جنگلوں میں گھومنے سے تنگ جسم کاٹوں سے لہو لہان ہو گیا۔ گرڈھوال کی الجھن مندانندی میں ایک بار برف کی شدت سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پہاڑی لوگوں نے عین وقت پر پہنچ کر اُن کی جان بچائی ۥ

زید اکے کنارے تین سال تک گھومتے رہے اور کسی مہاتما کو ملنے نہ پاتے تھے۔ مگر اتنی تکلیفیں اٹھانے پر بھی جب گیان کی کلی نہ کھلی اور شورائتزی کی گتھی ویسی کی ویسی الجھی رہی۔ تو چنتا میں ہی ڈوبے رہنے لگے۔ آخر کار پتہ لگا۔ کہ معتز میں ایک اندھے سوامی رہتے ہیں۔ انہیں ونڈی درجاندہ کہتے ہیں۔ وہ دیا کرن یعنی سنسکرت گرامر کے پورے پنڈت اور ویدوں کے بے نظیر ماہر ہیں۔ جی میں آیا، چلو اُن کے بھی

پاؤں دھو دیکھو۔ کیا پتہ وہیں منور تھ مل جائے۔ یہ سوچ آپ منہز کی جانب روانہ ہوئے۔

دکشناٹ

سوامی ورجانند سرسوتی

پہلے بڑی پی میں دشمن تھا جی کی کاشی اور بھگوان شری کرشن جی کی جنم بھومی مہتراسنکرت و دیا کے گھر سمجھے جاتے تھے۔ رابنشر کی کرپا سے کاشی کو اب بھی وہی درجہ حاصل ہے۔ مگر مہتر کی شان اب وہ نہیں رہی۔ کسی وقت منہز میں ایک سے ایک بڑھے چڑھے دودان ہو گئے ہیں۔ اُن دنوں منہز آج کل کی سی نہیں تھی۔ مہتر کے پیڑت بغیر کسی لالچ کے دوبارہ بھینوں کو سنکرت و دیا دان کیا کرتے تھے۔ جن دنوں سوامی دیانند سرسوتی دنیا کے عیش و آرام کو لات مار کر اپنی آتما کی شانتی کے لئے گھوم رہے تھے۔ اُن دنوں منہز کے نابینا سوامی ورجانند سرسوتی کے نام کی بڑی دھوم مچ رہی تھی۔ دُور دُور سے لوگ سوامی ورجانند سے و دیا پڑھنے کے لئے آتے تھے۔

یہاں پر سوامی ورجانند جی کے متعلق بھی چند سطور لکھنا ہے جانہ ہوگا۔ سوامی ورجانند جی کا پنجاب کے کرتار پور شہر میں جنم ہوا تھا۔ بچپن میں چیچک کی بیماری سے آنکھیں جاتی رہیں۔ جب تک مانا پیتا زندہ رہے تب تک وہ اپنے اندھے بالک کی پرورش کرتے رہے۔ مگر مانا پیتا کے پر لوک سدھار جانے پر بھائی اور بھانج نے بچا رہے ورجانند کو اتنے کشٹ دیئے۔ کہ وہ اُتار گھر سے چل دیئے۔

اس میں شک نہیں کہ ورجانند ہونا نہ تھے۔ انہوں نے بچپن میں کچھ و دیا پراپت کی تھی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنی بُدھی کے بل سے آنکھوں سے محروم ہونے پر بھی سنکرت کے دیا کرن بن ایسی لیاقت بڑھا لی تھی۔ کہ وہ اپنے وقت میں سنکرت دیا کرن کے لائانی پنڈت سمجھے جاتے تھے۔ الور کے مرحوم ورنے سنگھ اُن سے پڑھا کرتے تھے۔ ورجانند دیا کرن کے جیسے لائانی پنڈت تھے۔ ویسے ہی طبیعت کے رُوحے اور کھرے تھے۔ ایک دن الور کے مہاراج نے پڑھنے کے وقت کا ٹھیک خیال نہ رکھا، تو آپ ناراض ہو کر

سفر چلے آئے۔ اور سفر میں اشٹادھیائی اور بھاشیہ کی دھرم مجا دی۔ آپ سدھانت کو مدی، سارسوت
چندر کا وغیرہ دیا کرل اور بھاگوت وغیرہ پڑاؤں کے پڑھانے کے برخلاف تھے۔ ان گرنھوں کو آپ نے شاگردوں
کو نہیں پڑھاتے تھے۔ اُن کے دل میں یہی سمائی ہوئی تھی۔ کہ اس ملک میں کسی طرح اشٹادھیائی اور مہا
بھاشیہ کے پڑھنے پڑھانے کا طریقہ رائج ہو ۛ

جب سوامی جی نے دندئی درجاند جیسے بے نظیر ودوان کے متعلق سنا۔ تو وہ کیوں ایسے موقعہ کو
ہاتھ سے جانے دیتے۔ چنانچہ ۳۴ نومبر ۱۸۹۶ء بمطابق کازنک سدی ۱۹۱۲ء کو سوامی دیانتہ مہراہیچے۔
مہاتما درجاند کی کٹیا کا پتہ پوچھا۔ وہ جلدی مل گئی۔ مشہور تھی ۛ
دوپہر کا وقت تھا۔ درجاند جی کٹیا کے اندر بیٹھے تھے۔ کچھ سوچ و چار رہے تھے۔ سوامی دیانتہ نے
کٹیا کے باہر کھڑے ہو کر دستک دی۔ ”مہاتمن!“

”کون ہے؟“
جواب ملا ”ایک سنیاسی!“

”کیا نام ہے؟“

”دیانتہ سوسوتی“

”کچھ دیا کرل پڑھا ہے؟“

”ہمارا ج! سارسوت وغیرہ گرنٹھ پڑھا ہوں!“

ی دروازہ کھلا۔ سوامی دیانتہ جی نے اندر داخل ہو کر بڑے سمنان سے درجاند جی کو متسکار کیا۔ دندئی
جی کا اشارہ پا کر نہایت عاجزانہ طریق سے اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ درجاند جی نے امتحان کے طور پر
پہلے کچھ تھوڑا سا پوچھا۔ اور سوامی دیانتہ کے جواب کو سن کر خوش ہو کر کہا۔ ”دیانتہ اب تک جو
کچھ تم نے پڑھا ہے۔ اُس کا زیادہ بھاگ اناریہ ہے۔ رشی شیلی بڑی آسان اور سندر ہے۔ مگر لوگ اُس
کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ ہم سے اگر پڑھنا ہے۔ تو نمش کرت گرنھوں کو چھوڑ دو ۛ

”دیانتہ۔ اچھا چھوڑتا ہوں!“

دندئی جی۔ تم نے جو کہا کہ سارسوت وغیرہ پڑھے ہیں، یہ تو نمش کرت گرنٹھ ہیں۔ رشی کرت شاستر اور ہیں
دیانتہ۔ ہمارا ج! کہئے، وہ کون ہیں؟

دنڈی جی - پہلے منٹ کر تے گرختوں کو چھوڑو ۛ

دیباچہ - میں سب سنگپ کرتا ہوں۔ سب چھوڑ دیئے ۛ

دنڈی جی - سار سوت کی حقیقت یوں ہے۔ کہ ان بھوتی سروپ آچار یہ نے اسے بنایا ہے۔ بڑا پلے کی عمر میں شاستر ارتھ کیا۔ دانت نہ رہے تھے۔ ”پنس“ شد منہ سے غلط نکل گیا۔ پند توں نے اعتراض کیا۔ اُسے غصہ آیا۔ اور اس نے اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے یہ جھوٹا گرختہ بنا دیا۔ اپنی علیت کے گھمنڈ میں غلط کو صحیح کر دکھایا۔ مگر چن شو غلط کا غلط ہی رہا۔ اسی طرح سدھانت کرمدی نے سنکرت کے پرچا میں روکاٹ پیدا کی ہے۔ ان تمام گرختوں کو بالکل بھول جانے پر ہی مجھ کے کچھ بیکھ کو گئے ۛ

دیباچہ - ہمارا ج! میں آئندہ ایسے جھوٹے گرختہ ہرگز نہ پڑھوں گا ۛ

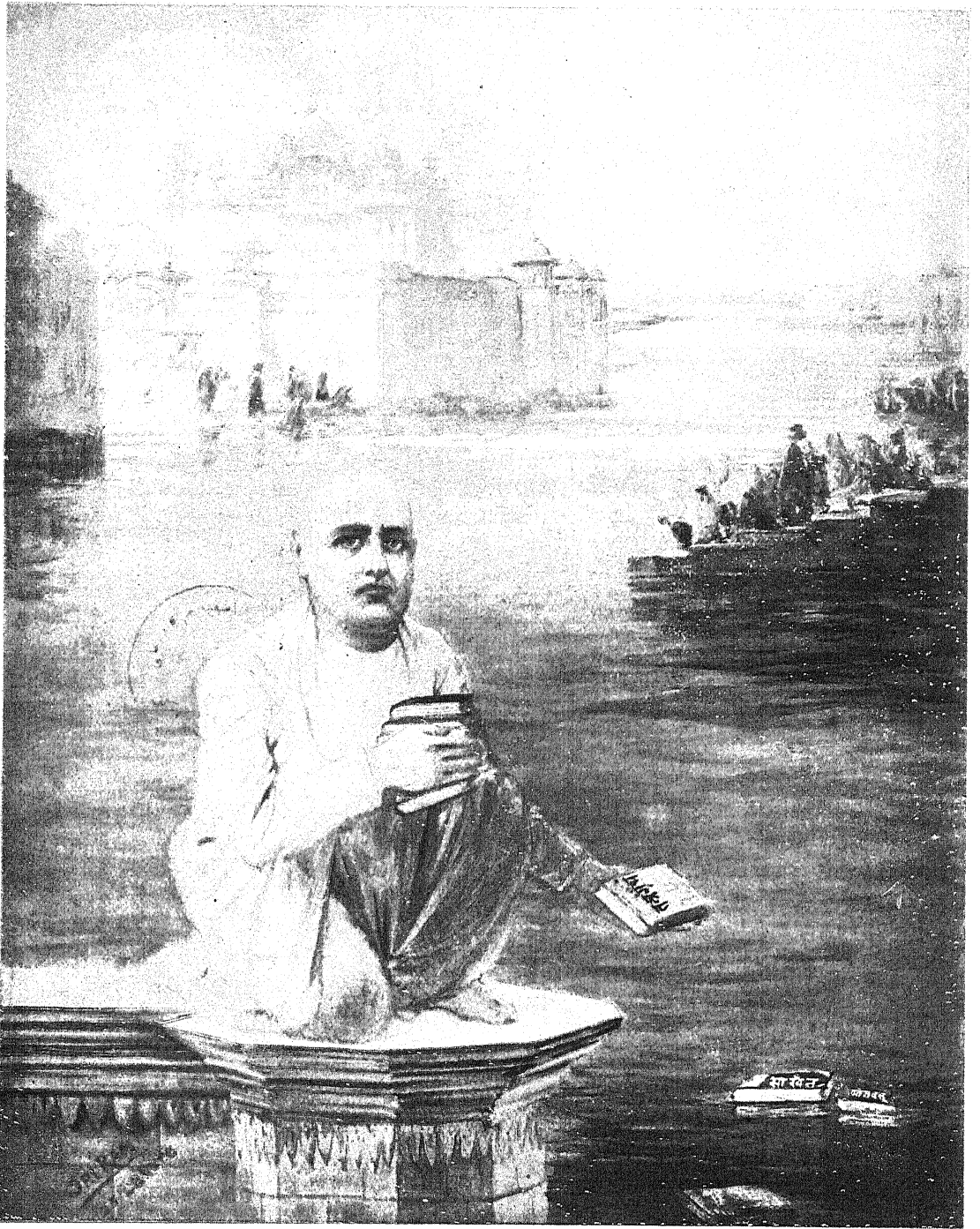
دنڈی جی - سنیاسی لوگ ٹیک کر مستقل مزاجی سے نہیں پڑھتے۔ اسی لئے ہم انہیں نہیں پڑھاتے۔ تم کھانا کہاں سے لاؤ گے ۛ

دیباچہ - ہمارا ج! میں کسی نہ کسی طرح گزارہ کر لوں گا۔ پڑھائی میں بالکل بہرج نہ ہوگا۔ آپ کریا کر کے مجھے ودیادان دیکھئے ۛ

درخواست وزن دار تھی۔ دنڈی جی انکار کیسے کر سکتے تھے۔ بولے — اچھا پہلے اپنے پاس کے جھوٹے گرختوں کو دریا میں پھینک آؤ ۛ

پستکین جنما میں بہادریں

اُن دنوں آج کل کی طرح چھا پہ خانہ نہ تھے۔ ہاتھ کی نکھی ہوئی پستکیں بڑی قیمت پر اور بہت مشکل سے ملتی تھیں۔ دیباچہ نے انہیں پستکوں کے لئے پہاڑ کھودے۔ انہیں کے لئے گچھا دل میں اُترے۔ ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ جسم چیل گیا۔ تب کہیں یہ رتن پائے۔ اب ایک منٹ میں جنما میں پھینک دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مگر گوردکی بات پر جب تک پوری شروہا اور پور اعتقاد نہ ہو۔ تب تک ودیا رہتی کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دیباچہ نے گورد کے حکم کو بسر و چشم منظور کیا۔ اور اپنے سب گرختوں کو جنما میں جا کر بہا دیا۔ گورد درجا سند یہ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اگرچہ اُن کی مادی آنکھیں نہ تھیں، تو بھی انہوں نے اپنی باطنی آنکھ سے دیکھ لیا، کہ یہ سنیاسی کوئی معمولی ودیا رہتی نہیں۔ اس لئے وہ انہیں شوق سے پڑھانے لگے ۛ



ہندو دھرم سے متعلق ہر طرح کی کتب کے حاصل کرنے کا پتہ:—راجپال اڈیشہ آرکائیو کتب خانہ لاہور۔

مشرکت گزشتہوں کو جتنا میں بہاؤ

خوراک و رہائش

ہندوستان میں ان دنوں فحش زوروں پر تھا۔ ہر ایک جنس اپنی دو گنی تنگنی قیمت کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایسی حالت میں سوامی جی پہلے پہل چنوں پر ہی گذران کرنے لگے۔ بعد میں اودکبیہ برہمن بابا امرلال جوشی رئیس منترالے دیا بند جی کے برہمچریہ، تپ، اور خوش مزاجی سے متاثر ہو کر ان کے روزانہ بھوجن کا پیمانہ اپنے ہاں کرادیا۔ لاکھ گوردھن صراف سے ۴ ماہ وار رات کی بڑھائی کے لئے تیل جلائے کو ملتے تھے۔ اور دودھ کے لئے ہر دیو پتھر والے قریباً دو روپے ماہوار دیتے تھے۔ درجاند جی نے شہرے اگر اہی کر کے ۳ روپے کو اتھیں مہا بھاشیہ لے دیا۔ اس طرح سوامی دیا بند کو ہر طرح کی سہائتا مل گئی۔

گورو کی سیوا

ہاتھ اور جاند گرمی ہو چاہے جاڑا، جنا کے جل کی کٹی گائروں سے اپنی ہی کٹیا پر اشنان کیا کرتے تھے۔ اس لئے درجاند جی کو ان کے لئے ہر روز پندرہ بیس گھڑے جنا سے لانے ہوتے تھے۔ کٹیا میں جھاڑو دینے کا کام بھی ان کے سپرد تھا۔ ایک دن وہ جھاڑو دے چکے تھے۔ اور کوڑا ابھی باہر نہیں پھینکا تھا۔ کہ گورو جی اپنے خیال میں محو ادھر ادھر ٹھہل رہے تھے۔ اچانک ان کا پاؤں کوڑے پر جا پڑا۔ بس غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ ایک کونے میں سے ڈنڈا اٹھالیا۔ اور لگے دیا بند جی کو پیٹنے۔ جب پیٹ چکے۔ تو سوامی جی جھٹ ان کے ہاتھوں کو دبائے لگے۔ اور کہا — ”ہمارا ج! مجھے نہ مارا کریں۔ میرا مشیر تو تپیا سے پتھر ہو گیا ہے۔ آپ کا ہاتھ دکھتا ہو گا۔ اس چوٹ کا نشان سوامی جی کے جسم پر پھر بھرنا رہا۔ جسے دیکھ کر وہ ہمیشہ گورو کے ہیکار کو یاد کیا کرتے تھے۔“

پھر ایک بار پڑھاتے ہوئے ناراض ہو کر گورو نے سوامی جی کو گالیاں دیں۔ اور لالٹھی ماری۔ نہیں سکھ جڑیا لے کہا — ”اے آپ نہ مارا کریں۔ نہ گالی دیا کریں۔ یہ ہماری طرح گرہ مستحق نہیں۔ سنیاسی ہے“ درجاند جی نے اس پر عہد کیا۔ کہ آئندہ دیا بند کو مالن سے پڑھائیں گے۔ لیکن سوامی جی نے اسے برا منایا۔ اور پاٹھ سے فارغ ہو کر بن سکھ کے مکان پر گئے اور بولے — ”آپ نے جڑا کیا۔ گورو جی میرے سدھار کے لئے دنڈ دیتے ہیں۔ انہیں مجھ سے دشمنی یا وبر نہیں۔ جیسے گھٹا تار تار کر گھڑے کو بنانا ہے۔ ویسے ہی گورو مجھ پر دیا کرتے ہیں“

ایک دفعہ سوامی درجاند جی کا کوئی قریبی رشتہ دار سہتر آیا۔ دندڑی جی سے ملنے کو جی چاہا۔ مگر انہوں

نے حکم دے رکھا تھا کہ آج کل سوائے دو یا رتھوں کے ان کے پاس کوئی ست آئے۔ یہ سن کر وہ بہت افسوس کرتے لگا۔ اُس نے سوامی دیباچہ سے پرارتھنا کی کہ جس طرح بھی ہو ایک مرتبہ دنڈی جی کے درشن کرا دیں۔ بڑی دُور سے آیا ہوں۔ اگر اب بھی درشن نہ ہوئے۔ تو پھر اس زندگی میں یہ موقعہ دوبارہ ملنا مشکل ہو جائیگا۔ سوامی جی نے اٹھارہ کرتے ہوئے کہا کہ ”گورو جی کی کڑی آگیا ہے۔ اگر انہیں پتہ لگ گیا۔ تو مجھے دنڈ دیں گے“ وہ بولا۔ ”آپ میری خاطر دنڈ پڑھنا کر لیں، آپ کا بڑا آپکار مانو گا۔ دنڈی جی کو پتہ تک نہیں لگیگا اور میں دُور ہی سے ان کے درشن کر کے لوٹ جاؤں گا“ سوامی جی ایسے شرمناک کی درخواست کو رد نہ کر سکے وہ اُسے ہمراہ لے کر اُدپر کی منزل تک گئے۔ اور دُور ہی سے درشن کرا کے چپکے سے نیچے اُتر آئے۔ مگر ابھی اُترنے بھی نہ پائے تھے کہ دُوسرا دُوبارہ بھی دنڈی جی کے پاس پہنچا۔ اور پوچھا کہ ابھی جو شخص دیباچہ کے ساتھ آیا تھا۔ وہ کون تھا؟ معلوم تو پنجاب ہی کا ہوتا ہے۔ دنڈی جی کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ کرلک کر بولے۔ ”دیباچہ! تو نے اندھا سمجھ کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ اس لئے آج سے میری گلیاں میں قدم نہ رکھنا“ سوامی جی نے ہاتھ جوڑ کر کشتا مانگی۔ کئی روز تک منتیں کرتے رہے۔ تب جا کر کہیں معافی ملی۔

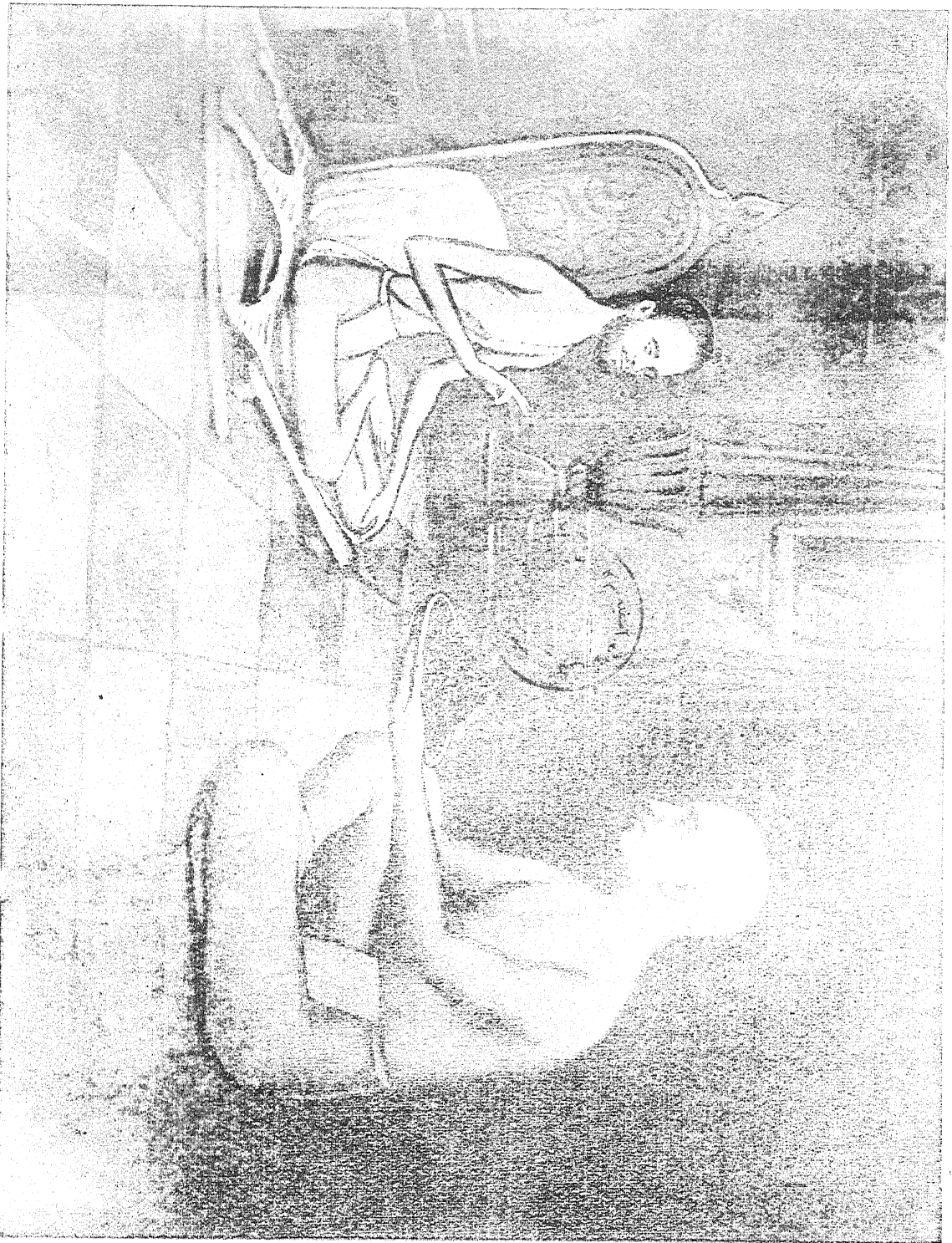
ایک مرتبہ اور بھی دنڈی جی نے ناراض ہو کر سوامی جی کو اپنے پاس آنے سے روک دیا تھا۔ مگر سوامی جی نے اُن کو نہ چھوڑا۔ قصور معاف کرا ہی لیا۔

دنڈی جی سوامی جی کو اپنا ہونہار اور لائق شاگرد تصور کرتے تھے۔ اُن کے دلائل کی معقولیت پر اکثر کلمہ دیا کرتے تھے۔ ”دیباچہ! تم سے کوئی کیا بحث کرے گا۔ زبان پھڑپھڑا لیتے ہو۔ کسی کو مُنہ نہیں کھولنے دیتے“

ویدوں کی شکست

سوامی جی اڑھائی برس کے قریب مہاتما درجاچند جی سے پڑھتے رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے ارشاد دیا تھا۔ ”ویدانت سوترا اور چند دیگر کتا ہیں پڑھیں۔ اُن دلائل ویدوں کے سچے معنی جاننے کا طریقہ بالکل گم ہو چکا تھا۔ وید کے معنی ایسے اوٹ پٹانگ کئے جاتے تھے۔ کہ انہیں دیکھ کر نفرت پیدا ہوتی تھی۔ مہاتما درجاچند جی نے سوامی دیباچہ کو مُدت سے گم ہوا ویدوں کے ارہ کریم کا طریقہ بتایا۔ اُس کو جان لینے سے انہیں سچے شید یعنی پرانتا کے درشن ہو گئے۔“

معلوم ہوتا ہے۔ یہی وہ نا درج چیز تھی جس کے لئے دیباچہ اپنے گورو کی حد سے زیادہ عزت کرتے تھے۔



گورو کو بھینٹ دے رہے ہیں

گورو سے رخصت

اب شاگرد کا گورو سے رخصت ہونے کا وقت آیا۔ سو امی دیباوند جی نے پراجپن طریقہ کے مطابق گورو جی کے پاس خالی ہاتھ جانا مناسب نہ سمجھا۔ گورو جی کو لونگ بڑے پیارے تھے۔ لہذا آدھ سیر لونگ تھالی میں رکھ کر ان کی بھینٹ کئے اور منکار کر کہنے لگے۔ ”بھگون! آپ نے مجھ پر بڑی کرپا کر دیا اور ان دیا۔ اس کے لئے میرا دل سینکڑوں بار آپ کے تیش سر دھا اور بھگتی کا پرکاش کرتا ہے۔ میں خود آپ کے چرنوں میں اپنا سب کچھ نذر کرتا ہوں۔ میرے پاس ہے ہی کیا؟ بھگون! یہ آپ کی من چاہی چسپز لونگ ہی آپ کی سیوا میں بھینٹ کرتا ہوں، سو بیکار کیجئے اور اپنے شاگرد سیدوک دیباوند کو برس من سے آشیر واد اور آخری اُپدیش دیجئے۔“

یہ سن کر مہاتما در جانتہ جی کا دل باغ باغ ہو گیا۔ شمش کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ دیباوند میں پرمانتا سے تمہارے لئے شنبہ کا منکارنا ہوں۔ ایشور تمہاری دویا کو سہیل کریں۔ مگر میں ان لوگوں کی دشنا نہیں چاہتا۔ مجھے تو کوئی اور چسپز درکار ہے۔ اور وہ چیز تیرے پاس ہے۔“

سو امی جی نے عرض کی۔ ”مہاراج! میرا سب کچھ آپ کی تذر ہے۔ جو آگیا ہو کہئے سیدوک حاضر۔“

اس جواب سے خوش ہو کر دندڑی جی نے کہا۔ ”پیارے! سنار ویدوں کو بھول گیا ہے؟ تم پھر اُسے وید کی شکشا دو۔ گھر بار چھوڑو، کھلے میدان تمہارا گھر ہے۔ جھڑی کو بیج سمجھو، پتھروں کا سرمانہ بناؤ، آپ دکھ اٹھاؤ۔ سنار کو سکھ دو۔ من متا ستروں کے سبب جو بُرے رواج جاری ہو گئے ہیں، ان کو ہٹاؤ۔ آریہ جاتی کی بگڑی ہوئی دشا کو سدھا رو۔ ویدک دھرم کا سرو دھنا لوپ ہو گیا ہے۔ اُس کو پھر سے پھیلاؤ۔ یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ منش کرت گرنھوں میں پریشور اور رشیوں کی سندا بھری پڑی ہے رشی کرت گرنھ اس غیب سے خالی ہیں۔ رشیوں اور عام لوگوں کی کتابوں کی بھی بڑی پہچان ہے۔ اس کسوٹی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ میں بھی دشنا چاہتا ہوں۔ کسی دُنیاوی چیز کی مجھے آرزو نہیں ہے۔“

اس طرح گورو کا آشیر واد لے کر اور انہیں پرنام کر سو امی دیباوند چل دیئے۔ اس وقت آپ کی عمر کوئی ۹۳ برس کے قریب تھی۔

کھنڈن کاند

مورتی پوجا کا کھنڈن

معترا سے روانہ ہو کر سوامی جی سیدھے آگرہ پہنچے۔ اور جنانا رے بھیر دمندر کے پاس گلا مل اگر وال کے باغیچہ میں فروکش ہوئے۔ یہاں سے وقتاً فوقتاً آپ سوامی درجاندجی کے پاس یا تو خود جا کر یا بذریعہ خطاوتنا شنگا سادھان کر بیا کرتے تھے۔ اتفاق کی بات۔ سوامی کیلاش پر بت جی آگرہ پر حارے۔ اور اسی باغیچہ میں قیام کیا۔ جہاں دیانتہ بھیرے ہوئے تھے۔ یہ سوامی شاہی ٹھاٹھ سے رہتے تھے۔ ان کے نام کی ہنڈی چلتی تھی۔ اس لئے یہ بہت مشہور و معروف آدمی تھے۔ ایک روز یہ سوامی اپنے بھگتوں کو گیتنا کا ایک شلوک سمجھا رہے تھے۔ لوگوں کی اس سے تسلی نہ ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوامی دیاندجی سے اس شلوک کا ارتھ کرنے کے لئے کہا۔ جوہنی آپ نے ارتھ کئے۔ جتنے آدمی بیٹھے تھے۔ سب کی تسلی ہو گئی۔ کیلاش سوامی نے آپ کی لیاقت کا اعتراف کیا۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ اگر کچھ پڑھنا ہو تو اس سادھو سے پڑھا کریں۔ تب سے سوامی دیاندجی کی بہت شہرت ہو گئی۔

لوگوں کے کہنے پر یہاں آپ نے چند ششی نامی ایک کتاب کی کھتا شروع کی۔ لیکن پڑھتے پڑھتے اس میں یہ ذکر آ گیا۔ کہ کبھی کبھی ایشور کو بھی بھرم ہو جاتا ہے۔ اس عبارت کو دیکھتے ہی آپ نے ہری اوم مت ست کہہ کر پترے ہاتھ سے رکھ دیئے۔ اور کہا میں اس پُستک کو نہیں پڑھوں گا۔ جسے بھرم ہو جائے۔ وہ ایشور کہاں رہا۔ گورو جی کی کسوٹی کے بموجب ایشور کی زندا کر نے والا یہ گرنتھ مُنٹش کرت ہے۔ لوگوں کے اصرار کرنے پر بھی سوامی جی نے اسے پھر نہیں کھولا۔ یہاں سوامی جی نے سندھیا پُستک تیار کی۔ رُوب لال جی نے اس کی مدد کر کے کاپیاں چھپوا کر تقسیم کیں۔ انہیں دنل سوامی جی نے مورتی پوجا کا کھنڈن شروع کر دیا تھا۔ ان کے آپدیش سے مشہور پنڈتاں جیتو لال، کالی داس وغیرہ نے مورتی پوجا تیاگ دی۔

بھاگوت کا کھنڈن

اگرہ سے ہوتے ہوئے سوامی جی دیدول کی تلاش میں دھولپور گئے۔ وہاں سے آہ اور آہ سے بھر ۲۴ جنوری ۱۹۵۷ء کو گوالیار پہنچے۔ یہاں مہاراج جیہا جی راؤ سیدھیانے بھاگوت سپتہ کی تیاری کر رکھی تھی۔ کھنڈن کا مہورت ریاست کی طرف سے بڑی پنڈت منڈلی کے سامنے کھلا گیا۔ نامی جوتشیوں نے بین میکھ وچار کر ۴ فروری کا مہاتم اتم بتایا۔ دور دراز صوبوں کے پنڈتوں کو تار دے کر اطلاع دی گئی۔ کاشی پونا، ستارہ وغیرہ سے چار سو بھاگوتی پنڈت اکٹھے ہوئے۔ ان کے استقبال کا انتظام بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ تین منڈپ بڑی خوب صورتی سے سجائے گئے۔ مہاراج نے خود کھنڈن کرنے والوں کا سواگت کیا انہیں رختہ میں ساتھ بٹھا کر لائے، بیش قیمت اشیاء دان دی گئیں۔ کسی کو اشرفیاں، کسی کو سونے کی چھڑی، کسی کو پالکی، کسی کو گھٹی۔ غرضیکہ عجیب دھوم دھام تھی۔

سوامی جی کے گوالیار پہنچنے کی خبر پا کر پنڈت لوگ درشنوں کو آنے لگے۔ جب سوامی جی نے بھاگوت سپتہ کا سما چار سنا۔ تو طبیعت میں عجیب جوش پیدا ہوا۔ انہوں نے زور سے اس کا کھنڈن کرنا شروع کر دیا۔ گنگا پرشاد دند، داروغہ کو بھیجا۔ کہ بڑے بڑے کھٹ شاستریوں کو بلا لاؤ، تاکہ ہم ان کے درشن کریں۔ اور ان سے کچھ بات چیت کریں۔ یہاں نہ آنا چاہیں۔ تو ہمیں پنے ہاں بلا لیں۔ یہ لوگ باپو شاستری کو گاڑی میں ہمراہ لیکر مہاراجہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ایک پورن برہمنچاری سوامی بھاگوت کا کھنڈن کرتے ہیں۔ مہاراجہ نے دشمنو جی دیکھت پنڈت کو سوامی جی کے پاس بھیجا کہ آپ سے بھاگوت سپتہ کا مہاتم پوچھے۔ سوامی جی نے ہنس کر کہا۔ ”سوائے دکھ اور کلہش کے اس کا کوئی پھل نہیں ہے۔ چلے کر کے دیکھ لو“ مہاراجہ کو جب یہ جواب پہنچا تو وہ ہنس پڑے اور بولے ”آپ طاقتور ہیں، جو چاہیں کہیں، ہم تو سب تیاری کر چکے ہیں، اب کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کھنڈن ہو“ گو مند بابا نے مہاراج سے کہا۔ ”ایسے مہانتا کا کھنڈن شامل ہونا ضروری ہے“ مہاراج نے سوامی جی کو منترن بھیجا۔ مگر سوامی جی نے سویکار نہیں کیا۔

ادھر کھنڈن دھوم دھام سے ہوتی رہی۔ رادھ سوامی جی بے خوفی سے اس کا کھنڈن کرتے رہے جس رات کھنڈن کا سپتہ ختم ہوا۔ اسی رات مہارانی کا پانچ ماہ کا گریہ پات ہو گیا۔ دوسرے دن راؤ جی شاستری کے گھر میں موت ہو گئی۔ تیسرے دن کوٹھی منڈپ کے سامنے کسی نے سانڈ کو کھائل کیا۔ اور خود بھاگ

گیا۔ کھنڈا کے کچھ دن بعد شہر میں بڑے زور سے مہیضہ پھیلا۔ سینکڑوں موتیں ہوئیں۔ ہمارا جہنم
کالحت جگر بھی اسی عارضہ سے جان بحق ہوا۔ انہیں کنور صاحب کو کھنڈا کے اختتام پر برہمنوں نے سویرے
چینی کی آشیر واد دی تھی *

گو ایبار سے چل کر فرولی پہنچے۔ وہاں کئی چینی پھیر کر ساون ستمبر ۱۹۲۲ء میں جے پور گئے۔ وہاں
سمیر دایوں میں آپس میں سخت دشمنی تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ آپس میں شائستہ رشتہ کریں۔ لکشمی جی نے
سوامی جی کو ان سے دو ہاتھ کرنے کا انتظام کیا۔ سوامی جی نے پندرہ سوالات کئے۔ جن کا جواب
پنڈتوں کو نہ سوجھا۔ آخر ویاس بخشی رام کے پر بندھ سے ایک چھوٹا سا شائستہ رشتہ ہو ہی گیا۔ پنڈت
منڈلی کو بری طرح شکست ہوئی *

ٹھاکر رنجیت سنگھ کے پرارتھنا کرنے پر آپ اچرول آ گئے۔ وہاں منوسمیتی، آپشدول اور گیتا
کی کھنڈا کرتے رہے۔ پھر جے پور گئے۔ وہاں شائستہ رشتہ میں وجے پائی۔ اس وجے نے جے پور کے
بہت سے ٹھاکروں کو سوامی جی کا بھگت بنا دیا۔ وہاں سے دودو کرشن گرٹھ، وغیرہ ہو کر پشکر آ نکلیے۔
یہاں پر برہمنوں کے مندر میں ڈیرہ کیا۔ مورتی پوجا کا کھنڈن بڑے زور سے ہونے لگا۔ برہمن لوگ جھگڑا
کرنے لگے۔ لیکن دویا میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ وہاں پشکر پھاڑ کی اگست نامی گھیا میں رہنے والے
مینکٹ شاستری سے بھاگوت پر شائستہ رشتہ ہوا۔ فتح پائی۔ اور مینکٹ سوامی کے گوروتک نے اس
امر کا اقبال کیا۔ کہ سوامی جی سنکرت کے بڑے عالم ہیں۔ جو کچھ یہ کہتے ہیں، وہی درست ہے *

عیسائی مشنریوں سے مباحثہ

پشکر سے چل کر اجمیر آ گئے۔ کھنڈن کی جھڑی وہاں بھی بدستور لگی رہی۔ کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ
آپ بھاگوت کو بھڑوا، مندروں کو اڑا، اور سب قسم کی مالاؤں کو لکڑی کا بوجھ بتلاتے تھے۔ اسی وجہ
تمام پنڈت آپ کے مخالف ہو گئے تھے۔ یہاں آپ کا پادری گرے صاحب، رابنسن صاحب اور
شوکل برڈ کے ساتھ تین روز تک ایشور، جیو، قانون قدرت اور دید کے مضامین پر بحث مباحثہ ہوتا
رہا۔ چوتھے روز یسوع مسیح کے خدا ہونے، امر کہ زندہ ہونے اور آسمان پر چڑھ جانے کے متعلق
سوامی جی نے سوال کئے۔ لیکن پادری لوگ معقول جواب نہ دے سکے۔ رابنسن صاحب نے ایک مرتبہ
دریافت کیا۔ کہ کیا برہمنوں کا اپنی لڑکی کے ساتھ بھجنا کرنا درست ہے؟ سوامی جی نے جواب دیا۔



کیا ایک نام کے بہت سے شخص نہیں ہوتے؟ کون کہہ سکتا ہے۔ یہ برہما دہی تھے؟ مہرشی برہما ایسے نہیں تھے۔ کوئی اور شخص ہوگا۔

اس جواب سے پادری صاحب مطمئن ہو گئے؛ خوش ہو کر سوامی جی کو چٹھی دی جس میں لکھا تھا۔ کہ یہ مشہور دیدول کے ماہر ہیں۔ ہم نے اپنی ساری عمر میں سنسکرت کا ایسا فاضل نہیں دیکھا۔ ایسے آدمی دُنیا میں نایاب ہیں۔ جو ان سے ملیگا بہت فائدہ حاصل کرے گا۔ جو کوئی ان سے ملے، عزت کا پیش آئے۔

ایجنٹ گورنر جنرل سے ملاقات

کرنل بروک اُن دنوں راجستھان کے پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔ انہیں گیسو بستر والوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ بھی ایک بار سوامی جی کے درشن کرنے کے لئے لالہ بنی لال کے باغ میں نکلے۔ لوگوں نے کرنل صاحب کو دُور سے ہی آتے دیکھا۔ اور سوامی جی سے کہا۔ ہمارا جاکر سی ادھر کر لیجئے۔ یہ صاحب سادھوؤں کو دیکھ کر بہت خفا ہوتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں۔ چنانچہ گری کو اور آگے بڑھا کر بیٹھ گئے۔ کرنل صاحب سوامی جی کو دیکھ کر جھٹ اندر آ گئے۔ ایک شخص نے کہا۔ ہمارا ج! میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ سوامی جی بولے۔ ”کچھ پرواہ نہیں۔ آئے دو۔ اتنا کہہ کر سوامی جی اٹھ کر بٹلنے لگے۔ صاحب نے اندر آتے ہی ٹوپی اتار ہاتھ میں لے لی۔ سوامی جی سے ہاتھ ملایا۔ اور سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔ باتیں ہونے لگیں۔

سوامی جی۔ آپ لوگ دھرم کا ستھاپن کرتے ہیں یا کھنڈن؟
کرنل۔ دھرم کا ستھاپن کرنا تو ہمارے یہاں بھی اچھا ہے۔ مگر جس میں فائدہ ہو وہی کرتے ہیں۔
سوامی جی۔ آپ فائدہ کی بات نہیں کرتے۔ نقصان کرتے ہیں۔
کرنل۔ کیسے؟

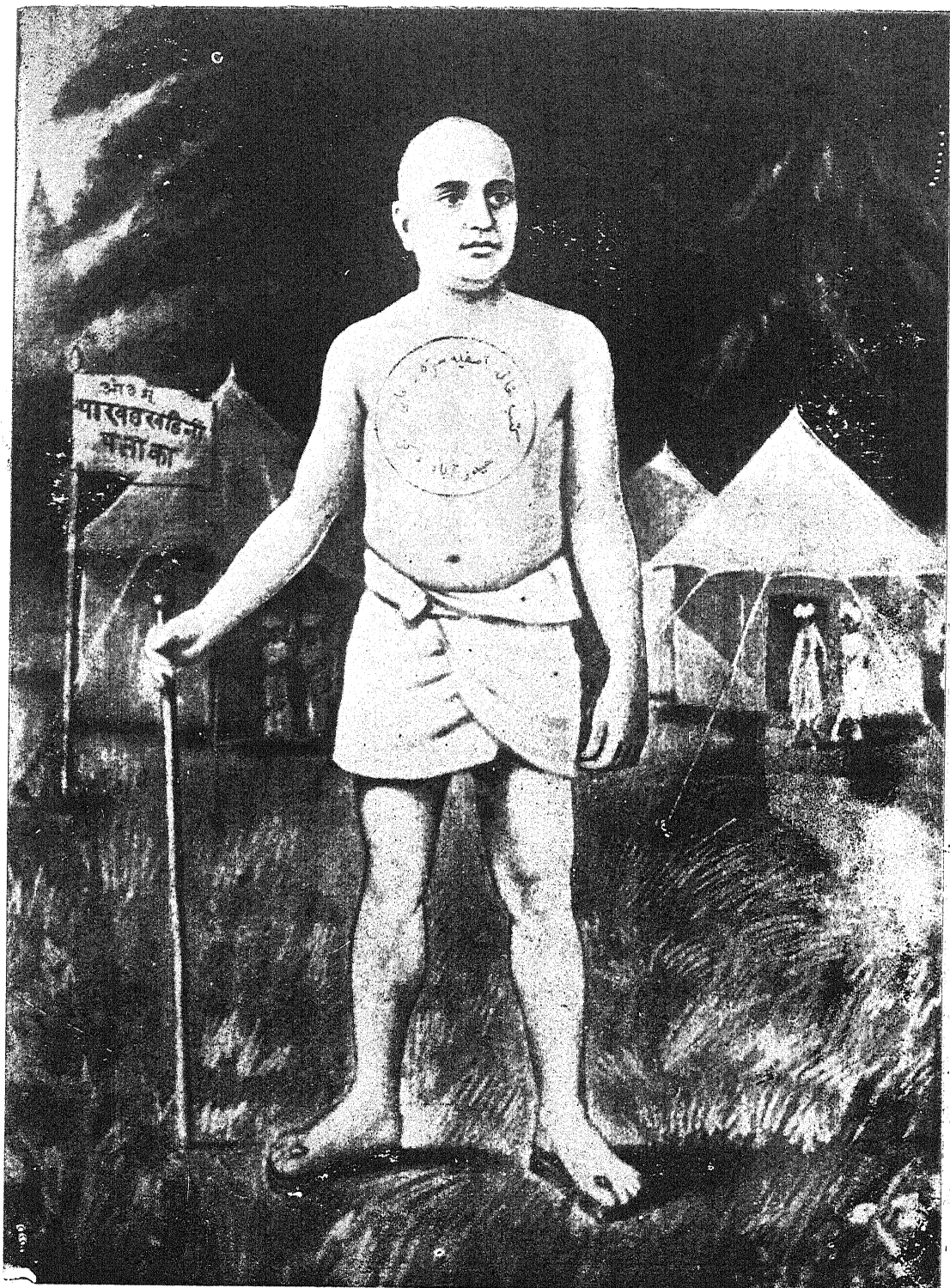
سوامی جی۔ ایک گٹھ سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ اور اُس کو مار کر کھانے سے کتنا نقصان ہوتا ہے؟
کرنل نے شرما کر جواب دیا۔ ”ہوتا تو نقصان ہی ہے۔“

سوامی جی۔ تو آپ گٹھ ہتیا کیوں کرتے ہیں؟

کرنل۔ ہم آپ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کل آپ ہمارے بنگلے پر آدیں۔ وہاں ہم بات چیت کرینگے۔
دوسرے دن کرنل صاحب کی گھاڑی سوامی جی کو لینے آئی۔ سوامی جی بنگلے پر بھی پہنچے۔ وہاں

پولن کھنڈے جب کرنل صاحب سے گورکھشا مضمون پر گفتگو ہوئی۔ اور آخر میں کرنل صاحب نے گوہنیا کے اقتصادات تسلیم کئے۔ اس پر سوامی جی بولے۔ ”پھر آپ گوہنیا کو بند کیوں نہیں کرتے؟“
کرنل صاحب نے جواب دیا۔ میرے اختیار کی بات نہیں۔ میں آپ کو چھٹی دیتا ہوں۔ آپ لاٹ صاحب سے ملیں سوامی جی چھٹی لے کر بگڑو چلے گئے۔ کرنل صاحب نے آپ کی زبانی سیاست بے پور میں پرچار کا احوال سنکر راجہ رام سنگھ کو جو خط لکھا۔ اُس میں افسوس کیا۔ کہ انہوں نے ایسے ودوان کے ساتھ ملاقات نہیں کی۔

سوامی جی استریوں کو اپنے پاس نہیں لے دیا کرتے تھے۔ اجمیر میں اُن کی شہرت سن کر بہت سی استریاں آپدیش لینے کی غرض سے سوامی جی کے پاس آئیں۔ لیکن آپ نے بڑی مہارت سے جواب دیا۔ کہ ”ہم استریوں کو آپدیش نہیں دیتے۔ اپنے بیٹیوں کو بھیج دو۔ اُن کو آپدیش دے دیں گے۔“
کرنل صاحب کی چھٹی پڑھ کر مہاراجہ بے پور کو بہت افسوس ہوا۔ اور انہوں نے اچر دل کے ٹھاکر رنجیت سنگھ سے بار بار تاکید کی۔ کہ جس طرح سوامی جی سے ملاؤ۔ مجھے پہلے اُن کا پتہ نہ تھا۔ بگڑو سے واپسی پر جب سوامی جی دوبارہ بے پور آئے تو ٹھاکر نے مہاراج کو اطلاع دی۔ مہاراج نے ویاس بخشی رام کو بھیجا کہ جاکر سوامی جی سے محلوں میں پدھار کرنے کی درخواست کریں۔ بخشی رام نے آکر پدارتھنا کی۔ کہ آپ محلوں میں پدھاریں، مہاراج درشن کرنا چاہتے ہیں۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ بیاس جی! آپ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ میں محلوں میں جانے کی کچھ بھی خواہش نہیں رکھتا۔ اگر بات چیت کرنی ہو۔ تو کسی وقت مہاراج یہاں ہی پدھاریں۔ یہ جواب سنکر مہاراج نے پھر ٹھاکر جی پر زور دیا۔ اور انہوں نے شہر کے مغزیں کی ہمراہی میں سوامی جی سے درخواست کی۔ تب سوامی جی نے منظور کیا۔ اور محلوں میں پدھارے۔ لیکن رات پھر وہی۔ اتفاقاً مہاراج اندر زنانہ میں گئے تھے ایک جیلہ نے آکر کہہ دیا کہ اس وقت مہاراج زنانہ میں پدھار گئے ہیں۔ ابھی آنا نہیں ہوگا۔ سوامی جی بھانپ گئے۔ کہ عرض مند پوپ لوگوں کی یہ سب کارستانی ہے۔ لہذا اٹھ کر چلے آئے۔ بعد میں مہاراج نے کوشش کی کہ کسی طرح سوامی جی دوبارہ محلوں میں پدھاریں۔ تو درشن کریں۔ لیکن وہ نہ ملے۔ اور کہا کہ میں اب محلوں میں نہیں جاؤں گا۔



گنہ کامیلہ

کنجہ کا میلہ

ہردوار ہندوؤں کو موکش دینے والی بھومی سمجھی جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ ہردوار ہے بھی ایک خوبصورت جگہ۔ سامنے ہمالیہ پہاڑ کھڑا ہے۔ پاس ہی بھاگیرتھی کی لہریں کل کل کرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں۔ شاید اس بے نظیر خوبصورتی کے باعث ہی اس جگہ کا نام ہردوار یعنی پریشور کے یہاں اور داند پڑا ہے۔ ہر بار جو بس برس یہاں کنجہ کا میلہ ہوا کرتا ہے۔ ہندو سنان بھر کے زنا کاری اکٹھے ہوتے ہیں۔ بھیڑ اتنی کتل دھرنے کہ جگہ نہیں ہوتی۔ ۱۸۶۷ء میں بھی کنجہ کا بھاسی میلہ ہوا تھا۔ سوامی جی نے سوچا پر چاہہاں کا اچھا موقع ہے۔ ۱۶ مارچ ۱۸۶۷ء کو ہردوار پہنچا۔ کنجہ میں ابھی ایک مہینہ باقی تھا۔ سوامی جی نے سپت سروت پر باڑھ باندھ کر اور اسی میں آٹھ دس چھپر ڈالوا کر ڈبرہ کیا۔ سپت سروت ہردوار سے رشتی کیش جانے ہوئے راستہ میں آتا ہے۔ عین لب سڑک جھنڈا لگا رکھا۔ اس پر لکھا تھا۔

”پاکھنڈ کھنڈنی پتا کا“۔ یعنی جھوٹ کو مرڈ کر رکھ دینے والی جھنڈی۔

کنجہ میں شامل ہونے والے لگ بھگ عموماً رشتی کیش کی یا ترا بھی ضرور کرتے ہیں۔ اس لئے ان سارے ہندوؤں پر ہنول اور دوشکول کے علاوہ جو بکٹ مباحثہ، سٹکا سادھان یا شروہا پریم سے درشن کی نیت سے خاص طور پر جاتے تھے، اور لوگ بھی ہزاروں کی تعداد میں روز پہنچتے تھے، اور گھنٹوں مورنی پڑ جاتا۔ مرتک شراذہ، تیرتھ، برت، اوتار، پیران، وغیرہ کا کھنڈن سنتے۔ لوگ تو ہر کی پوڑی پر سنان کر کے سمجھتے تھے کہ ہمارے عمر بھر کے پاپ دھل گئے۔ مگر یہاں پہنچے۔ تو وہ بھرم ہی دھل جاتا۔ یہاں تو اُپدیش ہوتا کہ ہاڈ کی پوڑی پر نہانے سے کچھ نہیں بنتا۔ اچھے کرم کرو، دید کی شکشا پر چلو۔ یہی پیچہ ہے۔ یہی تیرتھ ہے۔

ایک دن علی الصبح جنگلات کے کنزرویٹر، میرٹھ کے کمشنر، سہارنپور کے کلکٹر اور بہت سے افسر اس جگہ کے نیچے آکھڑے ہوئے جس میں سوامی جی دیکھیاں دیتے تھے۔ ان کے پوچھنے پر ایک آدمی نے بتایا۔ کہ سوامی جی ایشور دھیان میں ہیں۔ وہ بولے۔ کیا انہیں خبر کر سکتے ہو؟ جواب ملا۔ ابھی نہیں۔ آپ گریسوں پر تشریف رکھیں۔ دو بیٹھے رہے۔ جب فارغ ہو کر پدھارے۔ تو خوب بات حیرت ہوئی۔ سب انگریز از حد خوش ہوئے اور پولیس کا انتظام کر گئے۔ کہ کسی قسم کا کشٹ نہ ہونے پائے۔ یہ بھی کہہ گئے کہ جو ضرورت ہو خبر دیجئے۔ پوری کر دیں گے۔ انہیں رخصت کرتے ہوئے سوامی جی نے کہا۔ اُنہوں نے

آپ لوگ پھوٹ کے وقت بھارت میں آئے؛ اگر ترقی اور غارغالبانی کے زمانے میں آتے۔ تو دیکھتے کہ یہاں کیسے کیسے شہر بربودھا موجود تھے؛ پھر ان کی دویا اور بل کی تعریف کرتے۔

ایک روز سوامی جی بیمار ہو گئے۔ اور اس روز لیکچر نہ پڑھا۔ سادہو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ان کی طرف ہاتھ کے لئے چل دیے۔ کہ وہ اکا کر کریں گے۔ اور ہم ان کی ہار مشہور کر دیں گے۔ سوامی جی چارباٹی پر لیٹے تھے۔ مگر انہیں اتنا دیکھ کر اٹھ بیٹھے اور سٹکار سے بٹھا کر آئے کا سبب پوچھا۔ ایک سادہو جو سب سے نکمیا تھا۔ بولا۔ ”آپ سے شاسترا تھ کر لئے آئے ہیں۔“

سوامی جی۔ بولے۔ — بہت اچھا کسی دے پر بات کیجئے۔
سادہو جی۔ ویدانت پر چرچا کریں گے۔

سوامی جی۔ پہلے سمجھائیے کہ ویدانت سے آپ کی مراد کیا ہے؟
سادہو جی۔ مراد یہ کہ جگت متھیا ہے اور برہم سٹیہ ہے۔

سوامی جی۔ جگت سے کیا مطلب ہے۔ کون کون پدارتھ جگت کے اندر ہیں اور متھیا کسے کہتے ہیں؟
سادہو جی۔ پرمانو سے لے کر سورج تک جو کچھ ہے، جگت ہے۔ اور یہ سب متھیا یعنی جھوٹ ہے۔

سوامی جی۔ تھاماشری، بولنا، چاننا، اپیدیش، گورو، پستک سب اس کے اندر ہیں۔ یا نہیں؟
سادہو جی۔ ہاں سب اس کے اندر ہیں۔

سوامی جی۔ اور آپ کا مت بھی اس کے اندر ہے یا باہر؟
سادہو جی۔ ہاں وہ بھی جگت کے اندر ہے۔

سوامی جی۔ جب تم خود ہی کہتے ہو۔ کہ ہم، ہمارا گورو، ہمارا مت، ہمارا ہی پستک، ہمارا اپیدیش، ہمارا بولنا سب متھیا ہی متھیا یعنی جھوٹا ہے۔ تو ہم تمہیں کیا کہیں؟

سادہو حیران رہ گئے۔ اور وہاں سے چلتے بے اور پھر کبھی جتنا باندھ کر شاسترا تھ کر لئے نہیں آئے۔

ہر دور میں سوامی جی نے ہندوستان کی بد نصیبی کا دردناک تقارہ دیکھا جس سنیاں آشرم میں پہنچ کر انسان کو سچے معنوں میں جگت کے سدھار کا کام کرنا چاہے۔ وہی سنیاں آشرم عیش و عشرت کا اکھاڑہ

بنا ہوا تھا۔ گوسائیں شادیاں کر کے بھگوانے کو لاج لگا رہے تھے۔ نیا گی نام ہی کو تھے؛ دراصل گرو سقیوں کو بھی ات کر رہے تھے۔ شراب، اماش، دھپار میں مست تھے۔ زلے نام ہی کے زلے تھے۔ درنہ ست دھرم

کی زلمتا سے کوسوں دور تھے۔ اُو اسیوں کی اُو اسی بھی نہ معلوم کہاں جا چھپی تھی؛ احتی، گھوڑے، سونے
درچاندی کی جھولیں، مخلی، تھکے اور گدیے، سونے کے کنگن، غرضیکہ سب کچھ رکھتے تھے؛ ویراگی تھے کہ ویراگ
اور تیگ کی اُن میں جو تک نہ تھی۔ سوائے شمال کھانے اور پڑا رہنے کے کوئی کام نہیں۔ سب بڑے
مانگے تھے؛ جو لٹوٹ تک نہ پہنتے، نہ انہیں عورت کی شرم تھی، نہ مرد کی۔ بیٹھے نازیباً حرکات کرتے
رہتے۔ ہر ایک کو پہلے منانے کا ہتھ تھا، پولیس نہ ہوتی۔ توفسا و کرتے۔ مہنت اور گدی دار ہاتھوں پر چڑھ
کر آئے۔ ہٹاٹھ راجوں سے بھی بڑھ کر تھا۔ جو پچھو تو سنباسی ہیں۔
پنڈے چاروں طرف جس طرح بتتا۔ ہاتھ جوڑ کر، دھکی دے کر، ٹھگ کر، واسطہ دے کر۔
یا تریوں سے روپے مار رہے تھے۔ یہ یہاں کے براہمن تھے۔

چوری چکاری کا کھلا موقع تھا۔ کئی جیبیں کٹ گئیں، بچے گم ہو گئے، لڑکیاں کھو گئیں۔ مانائیں منہ سر
پیٹ کر رہ گئیں۔

ایک ہر کی پوڑی کی ڈوبکی کے لئے کئی اندھ ہوئے۔ سینکڑوں آدمی بھیڑ میں کچلے گئے یا نہاتے
نہاتے کسی کا پاؤں پھسلا۔ تودھم سے گنگا کی گود میں جا رہا۔
یہ سب کچھ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ لوگوں نے پانی میں پنیہ سمجھا ہے؛ ایک خاص پوڑی پر نہاتے
کو دھرم مانا ہے۔ اور پھر اُس کے لئے بھی ایک ہی دن مہتر کیا ہے۔

مرب تیباگی دیباچہ

آپ نے اس پاکھنڈ کی قلعی کھولنی شروع کی۔ سلام پڑوں اور پنڈتوں کی کرؤت ظاہر کرنے لگے۔
لوگوں کے لئے یہ بات نئی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے۔ لیکن جو آتا۔ سن کر چلا جاتا۔
عمل کوئی نہ کرتا۔ سوامی جی نے سوچا۔ ابھی میرے تپ میں کمی ہے۔ پس انہوں نے تنبیہ کرنے کا
فیصلہ کیا۔ اور میلے کے ہزاروں لاکھوں مرد و عورتوں نے جو کچھ بھینٹ پڑجا، دھن، بستر وغیرہ سوامی
جی کو اپن کیا۔ اُس کو بھوکوں، منگوں، کنگالوں میں بانٹنا شروع کیا۔ مہا بھاشیہ کی ایک جلد ۳۵ روپے
نقد اور ایک تھان مل کا مسٹر میں گورڈو جی کے پاس بھجوا دیا۔ اور باقی جو جس کے لائق دیکھا بانٹ دیا۔
اب سوامی جی کے پاس سوائے لٹوٹ کے اور کچھ نہ تھا۔ ننگے بدن گنگا کے کنارے پھر نے لگے۔ ریشی
اکیش، ہر دوار، کنکھل، لنڈھو راء، پریشیت گرٹھ، گرٹھ مکیشور، رٹکی، میراں پور وغیرہ جگہوں میں گئے

آپدیش ہی تھا۔ گنگا جل کچھ نہیں۔ پانی سے شیر کی صفائی ہوتی ہے۔ مگر آتما کی نہیں۔ ابیشور کا اوتا رہیں ہوتا۔ وغیرہ *

کئی لوگ ان سچی باتوں کو برداشت نہ کر سوامی جی کے دشمن ہو گئے۔ ایک بار حاسدوں نے صلاح کی، انہیں دریا میں ڈال دو۔ رات کے وقت ایک بے خبر سوتے فقیر کو یہ سمجھ کر کہ دیا بند ہے، گنگا میں پھینک دیا۔ اُس نے چیخ ماری تو پتہ لگا کہ کوئی اور ہے۔ تب پا جیوں نے اُسے نکال لیا۔

نڈر سنیا سی

ایک دن گنگا میں اشنان کر رہے تھے۔ پاس ہی ایک مگر مچھ نکل آیا۔ دیکھنے والوں نے شور مچایا۔ سوئی جی ویسے ہی نہاتے رہے۔ کہا: جب ہم اُسے کچھ نہیں کہنے۔ تو وہ ہمیں کیوں چھیڑے گا؟ اتنے میں مگر مچھ غائب ہو گیا *

سم ۱۹۲۴ء کے بیاکھ مہینے میں سوامی جی کرن واس آئے۔ اور ناگ بابا کی مڑھی کے آگے آسن لگایا۔ چرچا چھڑ گئی۔ اور کھنڈی، تلک، چھاپ، مورتی پوجا، بھاگوت وغیرہ کا کھنڈن ہونے لگا۔ پنڈت کلنن پنڈت امبوت وغیرہ کو شنا ستر ایتھ میں کچھاڑا۔ اس پر لوگ جا کر انڈپ شہر کے پنڈت ہیرا بلجھ کو شنا ستر ایتھ کے لئے لائے۔ اس پنڈت نے سبھا میں ایک خوبصورت سنگھاسن بنوایا، اور اُس پر بال کھنڈ کو سنی چکر اور سا لگ رام وغیرہ کی مورتیاں رکھ کر پڑ گیا کی کہ یہاں سے تب اٹھو گا۔ جب دیا بند کے ہاتھ سے انہیں بھوگ لگو لوں گا۔ پہلا دن دھارا پر واہ سنکرت بولنے میں گذارا۔ چھ دن تک شنا ستر ایتھ رہا۔ کسی دن چھ گھنٹے کسی دن نو گھنٹے۔ ہیرا بلجھ کو رگ وید اور یجور وید دونوں ازبر تھے۔ دیا کرن کا بڑا ودوان تھا۔ پنڈت اُسے مدد دینے والے تھے۔ ہفتہ بھر ایڑی اور چوٹی تک سب نے زور لگایا۔ مگر ایک پیش نہ گئی۔ تب پنڈت ہیرا بلجھ شنا ستری نے کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سنا یا۔ کہ در حقیقت سوامی جی کی بات سچی اور مستند ہے۔ اور مورتی پوجا وید و دھرم ہے۔ نہ صرف یہی، بلکہ وہ سنگھاسن جس پر سب سامان رکھا ہوا تھا، اٹھا کر سب مورتیاں گنگا میں پھینک دیں۔ اور اسی سنگھاسن پر وید بھگوان کو شہوت بھت کیا۔ سوامی جی نے ست کو گرہن کرنے اور جھوٹ کو تیا گنے پر اُن کی بڑی پرشنا کی۔ اُن کی دیکھا دیکھی اور بھی کئی پنڈتوں نے مورتیاں گنگا کی نڈر کر دیں *

راؤ کا وار

یہاں سے سوامی جی انوپ شہر گئے۔ وہاں چند روز ٹھہر کر گنگا سنمان کے میلے پر پھر کرن واس آ گئے۔ میلے کے موقع پر فردلی کے رئیس راؤ کرن سنگھ بھی آئے ہوئے تھے۔ سوامی جی کی کٹیا کے پاس ہی ڈیرا تھا۔ ان کے ڈیرے پر رات کے وقت راس بیلا ہوتی تھی۔ سبھی پنڈتوں، سنیا سیدوں کو راس بیلا دیکھنے کے لئے بلایا گیا۔ سوامی کو بھی مدعو کیا۔

سوامی جی نے انکار کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ — ایسے برے کام میں ہم ہرگز شامل نہیں ہو سکتے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم لوگ اپنے بڑوں کے سوانگ رچاتے اور انہیں استریوں سمیت بچاتے ہو۔ اپنی ماں بیٹیوں سے بھی ایسا کریں۔ تو ہتہ لگے۔

جھنل خوارو شرارتی لوگوں نے راؤ سے جا کر شکایت کی۔ کہ وہ تو ہر ایک بات کا کھنڈن کرتے اور سخت کلامی سے پیش آتے ہیں۔

کرن سنگھ کو غصہ آیا۔ اور وہ کئی مددگار ساتھ لئے سوامی جی کے پاس پہنچا۔ شام کا وقت تھا سوامی جی لوگوں کو اُدیش کر رہے تھے۔ کرن سنگھ بھی آ پہنچا۔ سوامی جی نے کہا — آئیے۔ بیٹھے۔

کرن سنگھ نے لہجہ میں بولا — کہاں بیٹھیں؟

سوامی جی — جہاں مرضی ہو بیٹھ جائیے۔

کرن — جہاں تم ہو وہیں بیٹھیں گے۔

سوامی جی — آئیے یہاں ہی بیٹھیں!!

کرن کا ارادہ جھگڑا کرنے کا تھا۔ اس جواب سے بھی تسلی نہ پا کر بولا — ہم نے سنا ہے کہ تم افتادوں اور گنگا جی کی مذمت کرتے ہو۔ یاد رکھو۔ اگر میرے سامنے مذمت کی تو میں بری طرح پیش آؤنگا۔ سوامی جی بولے — میں مذمت نہیں کرتا۔ بلکہ جو چیز جیسی ہے۔ اُسے ویسی ہی کہتا ہوں۔

کرن سنگھ — کیا آپ گنگا جی کو نہیں مانتے؟

سوامی جی — گنگا جی جیسی اور جتنی ہے۔ اتنی ہی مانتا ہوں۔

کرن سنگھ تو بھرتی ہے؟

سوامی جی اپنا کندل اٹھا کر بولے۔ راتنی۔ کیونکہ ہم لوگوں کے پاس اسکے سوا بے برتن ہی نہیں۔

کرن سنگھ۔ تو گنگا سنگیتی وغیرہ شلوکوں میں جو گنگا کا نام چپنے، درشن کرنے اور چھونے سے
پاپ کٹنا لکھا ہے۔

سوامی جی۔ یہ شلوک معمولی لوگوں کے فرضی بنائے ہوئے ہیں۔ مہاتم سب گپ ہے۔ جل سے نکلتی
نہیں ہوتی۔ بلکہ وید کے مطابق کرموں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ موکش کا نام لے لے کر تم لوگوں کو پوپوں
لے بہہ کا لیا ہے۔

آپ نے پھر پوچھا۔ راؤ صاحب! آپ کے ماتھے پر یہ لکیر سی کیا ہے؟
کرن سنگھ نے جواب دیا۔ یہ شری ہے۔ جو اس کو نہیں لگاتا۔ وہ چنڈال ہے۔

سوامی جی۔ آپ کب سے شری لگاتے ہیں؟
کرن سنگھ۔ کچھ برسوں سے۔

سوامی جی۔ کیا آپ کے پتا بھی دیشنوتھے؟
کرن سنگھ۔ وہ نہیں جانتے۔

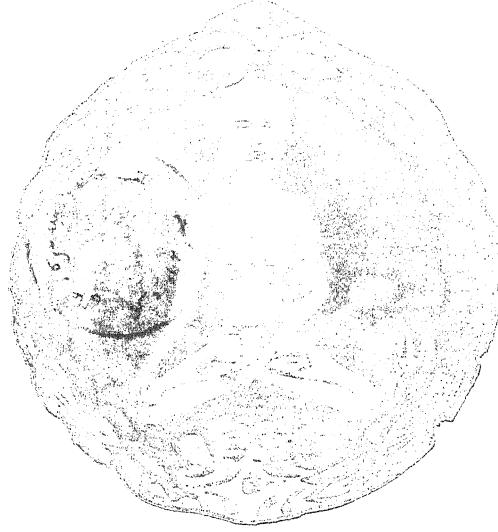
تب تو آپ کے قول کے مطابق آپ کے پتا اور کچھ برس پہلے آپ بھی چنڈال ثابت ہوئے؟
یہ سن کر راؤ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ تمہارے ہاتھ رکھ کر بولے۔ ”منہ سمجھا کر بولو۔“ اُن کے
ساتھ دس بارہ آدمی تھے۔ سب لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر سوامی جی کے چہرے پر گھبراہٹ کا
نام و نشان نہ تھا۔ ہنستے ہوئے بولے۔ ”راؤ صاحب! اگر شاستر اترہ کرنا ہے۔ تو اپنے گورو رنگا چاریہ
کو برہنہ بن سے تنگوا لیجئے۔ اور اگر تو ہمارے کہنا ہے۔ تو سنیا سی سے کیوں ٹکراتے ہو۔ جو دھ پور اور جے پور
کے راجاؤں سے جا بھڑو۔“

بس پھر کیا تھا۔ راؤ آپ سے باہر ہو گائیاں بچنے لگے۔ اُن کے ساتھی پہلوان نے سوامی جی
پر ہاتھ بڑھایا۔ سوامی جی نے لکنا را۔ کہ کشتری دھرم ہے۔ یا تو ہتھیار نہ نکالے۔ اور نکالے۔ تو پھر اس وقت
میان میں ڈالے۔ جب دشمن کو مار لے۔

راؤ نے ہاتھ اٹھایا ہی تھا۔ کہ سوامی جی نے گرج کر تنوار چھین لی۔ اور اُس کے دو ٹکڑے کر کے پرے
پھینک دی۔ راؤ کو اب اپنی سجدہ نہ رہی۔ اور جھٹ فون زدہ ہو کر بھاگا۔

سب نے کہا۔ پولیس میں رپورٹ کیجئے۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ اُس نے کشتری دھرم

پیشہ و تجارت



سوانح حیات و خدمات

—————

جگت منڈل



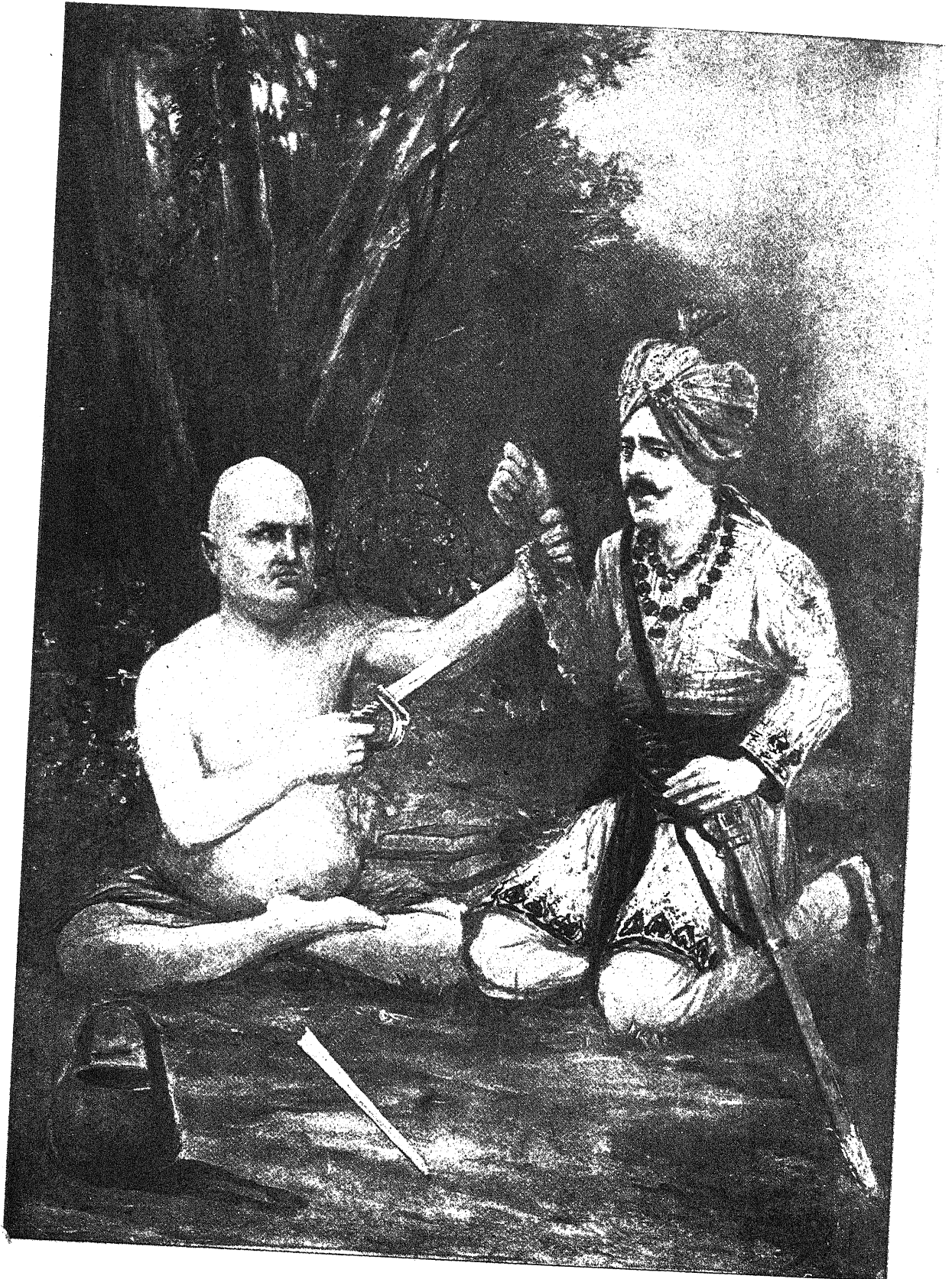
شرعی مسائل و فتاویٰ



سوانح و خدمات



سوانح و خدمات



چھوڑا تو کیا میں بھی برہمن دھرم چھوڑ دوں۔ یہ علاوہ ازیں مجھے چوٹ بھی نہیں لگی۔ راؤ کے لئے اتنی ہی ندامت کافی ہے۔ اگر عقل مسد ہوگا۔ تو پھر ایسا کام نہ کرے گا۔ اس کے بعد سوامی جی کا رنگ تک بھیرے۔ اس دوران میں سوامی دس دھاندا اور کرشنا وغیرہ کی سنیاسیوں سے دیدانت اور پوگا بھاس کے مضمون پر دراز تالا پ ہوتا رہا۔

کرنی کا چیل

راؤ کرن سنگھ کی شرارت کا یہاں ہی خاتمہ نہیں ہوا۔ اُس نے ایک دفعہ چند بیراگیوں کو اکسایا کہ سوامی جی کا سر کاٹ لائیں۔ تو انہیں انعام و اکرام سے نہال کر دیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر تم میں سے ایک آدھ مر بھی گیا۔ تو تمہاری کون سی پیچھے کوئی جوڑو روتی ہے۔ دیا مندا کا سر کاٹنے سے دھرم کی رکشا ہو جائے گی۔ بیراگیوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب اور کسی پر دال نہ گئی۔ تو ایک رات اپنے رہن ملزم تلواریں دے کر بھیجے۔ کہ سوامی کا سر کاٹ لائیں جب یہ لوگ کٹیا کے نزدیک پہنچے۔ اور دروازہ کھول کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ سوامی جی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن کو اندر جانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مگر سوامی جی نے بھانپ لیا۔ اور آواز دی کہ بھائی چلے آؤ۔ ڈرتے کیوں ہو؟ یہ سنتے ہی تینوں بھاگ گئے۔ راؤ کرن سنگھ چند سو قدم کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ راؤ نے اُن لوگوں کو بھر کا کر اور دھمکا کر پھر بھیجا۔ رات سنان تھی۔ اس لئے سوامی جی نے اُس کی آواز سن لی۔ اور دھیان لگا کر بیٹھ گئے۔ مگر دوسری مرتبہ بھی وہ لوگ خوف زدہ ہو کر لوٹ گئے۔ نکالیاں کھا کر پھر آئے۔ تلوار ہاتھ میں لئے اوپر چڑھے۔ آواز دی۔ ”دکٹیا میں کون ہے؟“ سوامی جی نے اُٹھ کر بڑے زور سے کہا۔ ”ہا“ اور ایک پاؤں زمین پر زور سے مارا جس سے ڈر کر تینوں آدمی سپرٹھیوں میں گر پڑے۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے سنبھل کر بھاگے۔ گاؤں والوں نے مٹا کر کھینچل سنگھ کو سوامی جی کی کٹیا میں سونے کو کہا ہوا تھا کہ چونکہ سوامی جی سروی میں ننگے سوئے رہتے تھے۔ اس لئے منہ پر کمبل ڈالنے۔ اور جیب اتر جائے پھر ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس شور کو سن کر وہ جاگ اُٹھا۔ اور یہ واقعہ دیکھ کر کہنے لگا۔ ”مہاراج آپ یہاں سے کسی گھر میں چلے چلیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ”مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔ اور سادھو لوگ کہاں گھر مہینوں اور گھروں میں گھستے ہیں۔ ہمارا کوئی انسان محافظ نہیں۔ بلکہ پریشور محافظ ہے۔“

ارے گھبرا مت۔ اسی کا ہتھیار لیکر اسی کو ڈھسیر کر دوں گا۔ مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ بھگا کر
کرن داس آیا۔ اور ٹھاکر کش سنگھ کو آجگایا جو برہمنوں اور ٹھاکروں سمیت دوڑ آیا۔ اور راؤ کو
لٹکارنے لگا۔ کہ بہادر اور اصل کھتری کی سنتان ہے۔ تو آ میرے سامنے اور مرزا دیکھ۔ سو امی
جی کہتے تھے، وہ تو خود ڈرپوک ہے، اس پر غصہ نہ کرو۔ راتنے میں ۲۰-۲۵ بچیاں بھی آ گئے۔
راؤ صاحب کی بڑی بدنامی ہوئی۔ کش سنگھ نے پرتگیا کی، کہ آج یہاں رہا۔ تو پیٹ کر ہی چھوڑ دیں گا۔
جب اس واقعہ کی خبر اس کے سسر کو ہوئی۔ تو اس نے راؤ کو سمجھایا۔ کہ اگر جان پیاری ہے تو
یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ یہاں کے کھتری تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ راؤ صاحب فوراً گھر کو
بھاگ گئے۔ گھر جا کر پاگل ہو گئے۔ پریاگ میں پچاس ہزار کا مخزنہ ہارا اور اپنے ہی برت کی خلاف
مانش شراب کا استعمال کرنے لگے۔ غرض کہ ان کی بہت درگت ہوئی۔

کنٹھی توڑ دی

کرن داس سے چل کر سوامی جی سوروں پدھارے۔ یہاں آپ کے ہم جماعتی پنڈت جگل
کشور رہتے تھے۔ ایک شخص نے طنزاً کہا۔ کہ آپ دوسروں کو ابیدیش کرتے ہیں۔ مگر آپ کے ہم
جماعتی ہیں۔ کہ مورتی پوجا کرتے اور کنٹھی پہنتے ہیں۔ سوامی جی بولے۔ یہ مسخرا میں رہتے
ہیں۔ پوپ لیلا پران کا گزارہ ہے۔ اس لئے ایسا کرتے ہیں۔ جگل کشور کو غصہ آیا۔ وہ سنسکرت
بولنے لگا۔ مگر جب کوئی دال نہ گلی تو مسخرا جا کر درجاندہ جی سے شکایت کی۔ کہ سوامی دیا بند آج
کل سوروں میں اودھم مچا رہے ہیں کنٹھی تنک، پوران اور سالگرام سب کا کھنڈن کرتے ہیں۔ درجاندہ
جی نے کہا۔ ارے! تناکرام کیا ہوتا ہے۔ یعنی شالی برکش کا گرام یا چاولوں کا کعبیت۔
اس کی پوجا کے معنی "جگل کشور بولا۔ وہ تو کنٹھی کا بھی کھنڈن کرتے ہیں۔ درجاندہ جی نے پوچھا
بھلا تم ہی پرمان دوا ایسا کرنا کہاں لکھا ہے؟" جگل کشور بہت شرمندہ ہوا۔ اور اسی وقت کنٹھی
ٹوڑ کر پھینک دی۔

پان میں زہر

جب یکے بعد دیگرے لوگ آپ شے ابیدیشوں کو سن کر مورتی پوجا۔ اور کنٹھی تنک سے متفرق ہوئے
لگے۔ تو برہمنوں نے اپنی روزی کو جاتے دیکھ انہیں جان سے مار ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جب



میں دنیا کو قید کرانے نہیں بلکہ قید پھرنے آیا ہوں

آپ انوپ شہر میں پدھارے۔ تو آپ کے مورتی پوجا کھنڈن سے تنگ آکر ایک براہمن آپ کے پاس آیا۔ اور بڑی شہر دھارے سے آپ کے سامنے ایک پان پیش کیا۔ سوامی جی نے سچ سمجھا دیا سے وہ پان اپنے منہ میں رکھ لیا۔ اس کا رس لیتے ہی وہ جان گئے۔ کہ اس میں زہر ملا ہے۔ مگر انہوں نے اس بیچ اور پاجی شخص کو کہا سنا کچھ نہیں۔ جھٹ گنگا پر جا کر نیولی کرم سے سارا زہر جسم سے نکال ڈالا۔ اور پھر آسن پر آکر بیٹھ گئے۔

وہاں کے تحصیل دار سید محمد سوامی جی کے بڑے بھگت تھے۔ سوامی جی کو زہر دینے کی چرچا پھیلتے پھیلتے تحصیلدار صاحب کے کان تک پہنچی۔ انہوں نے فوراً ہتیارے کو پکڑا اور جیسا خانہ میں ڈال دیا۔ پھر وہ سوامی جی کے درشنوں کے لئے گئے۔ سوچتے تھے کہ میں نے سوامی جی کے دشمن کو قید کر کے ان کا بدلہ لیا ہے۔ اس سے آج ہمارا ج مجھ پر بہت خوش ہونگے۔ مگر جونہی کہ انہوں نے سوامی جی کو اس امر سے آگاہ کیا۔ خوش ہونا تو درکنار سوامی جی بہت ناراض ہوئے۔ اور کہا۔ ”میں لوگوں کو قید کرانے نہیں آیا ہوں۔ قید سے چھڑانے آیا ہوں۔ اگر شریر لوگ اپنی شرارت کو نہیں چھوڑتے۔ تو میں اپنی شرانت کو کیوں چھوڑوں؟“ تحصیلدار نے اُسے رہا کر دیا۔

گنگا کنارے پھرتے پھرتے آپ موضع جالون میں جا پہنچے۔ یہاں مترک شراودھ کا خوب کھنڈن کیا۔ کہا۔ ”ارے مور کھو! جل میں جل مت ڈالو۔ اگر ڈالنا ہی ہے۔ تو برکش کی جڑ میں ڈالو۔ کہ اُس کو لالچ ہو“ وہاں بن کھنڈی ہادیو کے مندر میں کرشنا سندرسوئی سے اوتار پرشنا سترائت ہوا۔ وہاں سے چل کر اتروں اور چھلیسر میں پر جا کر کیا۔ چھلیسر میں ٹھاکر مکند سنگھ جی رئیس نے اپنی زمینداری کے ۲۰ مندروں کی مورتیاں اٹھوا کر گنگا میں بہا دیں۔

ویاکرن کا سورج چھپ گیا

بیلون سے چل کر سوامی جی شاہباز پور آئے۔ یہاں آپ کو خبر ملی۔ کہ آپ کے پیارے گورو ورجانند جی ہمارا ج کا مسخرا میں کنوار بدی ۱۳۱۵ء کو دیہانت ہو گیا۔ یہ سما چار سن کر آپ کو بہت دکھ ہوا۔ اور بے اختیار منہ سے نکل پڑا۔ کہ ”آج سنسکرت ویاکرن کا سورج است ہو گیا،“

شاستر ارتھ کا نڈ

شاستر ارتھ فرخ آباد

پھرتے پھرتے اور اپنے خیالات کا پرچار کرتے سوامی جی شروع پوہ سہ ۱۹۲۵ء کو فرخ آباد پہنچے۔ دھوم تو پہلے ہی مچ چکی تھی۔ سوامی جی کے آنے ہی پنڈتوں کے گھروں میں شور مچ گیا۔ سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ سوامی جی نے ٹیکچر دینا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ برہمن لوگ ویدوں کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں۔ سب بکواس ہے۔ پتھر کی مورتیاں پوجنے سے ریشور نہیں ملتا۔ نہ ویدوں میں اس کا ذکر تک ہے۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ ہزاروں کو گاتری یاد کرائی۔ سینکڑوں نے سندھیا سیکھی۔ مندوں کی ردفن جاتی رہی۔ پنڈتوں نے باہمی مشورہ سے ۲۵ سوالات تیار کئے اور سوامی جی سے شاستر ارتھ کی ٹھٹھانی۔ سوامی جی نے ان سب کے ایسے معقول جوابات دیئے۔ کہ بیچارے اپنا سامنہ لے کر لوٹ گئے۔ جب مقامی پنڈت رہ گئے، تو میرٹھ سے پنڈت مشری گوبال کو بلایا گیا، جو آیا تو بڑے دم خم میں، لیکن آتے ہی منہ کی کھانی پڑی۔ سوامی جی نے سوال کیا — ”مورتی پوجا کرنا کہاں لکھا ہے، اس کا پرمان دوا“

پنڈت جی نے منو سمرتی ادھیائے ۲۔ شلوک ۱۶۲ کا حوالہ دیا۔ کہ دیوتا کا پوجن کرے، اور تنک پرانہ ہون کرے، پوجن چونکہ پرانتا کا ہی ہو سکتا ہے اور کا نہیں۔ اس واسطے اس سے مورتی پوجا سدھ ہے“

سوامی جی نے جواب دیا، دیکھو — ”ارج پوجایام“ اس دھاتو سے ارچن شہد بتاتا ہے جس کا ارتھ سنکار ہے۔ یہاں پوجا سے مراد اگنی ہو تر اور ودوانوں کے سنکار سے ہے۔ مورتی پوجا سے نہیں“

اس پر کچھ دیر تک بحث ہوتی رہی۔ پنڈت مشری گوبال سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ سوامی جی کی فضیلت کا شہرہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اس کی خاص وجہ یہ ہوئی۔ کہ اُس نے سوامی جی کے روبرو اپنی

علفنی ستیم نہ کی۔ مگر دوسرے دن جہاں تہاں ہنڈتوں سے پوچھتا پھرا۔ کہ پوچھا شیدہ نہیں کہ بھی ہوتا ہے
 انہیں ہ مجھ سے وہاں بھول ہو گئی۔ ہنڈتوں نے کہا۔۔۔ نہیں وہ تو بونگ (مذکر) ہوتا ہے۔
 اب اُس نے ایک خاص چال سے کام لینا چاہا۔ سوچا کہ اگر کاشی جا کر وہاں کے ہنڈتوں کا فیصلہ لے
 آوے۔ تو شہر میں میری گئی ہوئی عزت رہ جائے گی۔ چنانچہ بنارس پہنچا۔ اپنے گورو ہنڈت راجا رام
 کو کہا۔ کہ دیانت نے مورتی پوچھا کھنڈن سے فرخ آباد میں اُردھم مچا رکھا ہے۔ مجھے کاشی سے
 فیصلہ لے دیکھئے۔ ہنڈت جی بولے۔۔۔ پہلے ایک مرتبہ کن میں مورتی کھنڈن کا چرچا ہونے پر ہم نے
 کاشی گئے جڑ سے بڑے ہنڈتوں کے دستوں سے فیصلہ کھا عقدا سی کی نقل لے جاؤ۔ چنانچہ نقل اُتار
 لی گئی۔ اور شری گوپال نے بہت سارے پیڑ خراج کر کے کاشی کے ہنڈتوں سے دستخط کرائے۔ یہ فیصلہ لا کر وہ
 بھولا نہیں سماتا تھا۔ جو الایہ شاد کا سپہ کینچ برہمن ڈاکٹری کو جو اول درجہ کاشتری تھا۔ اپنے ساتھ ملا کر اس
 سے ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء سینچر کے روز اشتارگو کر شہر میں چپان کرادیئے۔ کہ میں اور بولا پر شاد و سوامی جی
 کے ساتھ شاستر سترارتھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سوامی جی نے وہ نقل منگو کر پڑھی تو نہیں پڑے۔ بولے
 ”کاشی والوں کی ریاست دیکھ لی“ ہنڈت شری گوپال نے سوامی جی کے ڈیرے کے پاس گنگا کے کنارے
 میدان میں ایک بانس کھڑا کر کے اُس پر اُس فیصلہ کو لٹکا دیا۔ ہزاروں آدمی جمع ہوئے۔ لوگوں نے سوامی
 جی کو اطلاع دی تو بولے۔۔۔ جس شخص کو مذکر اور مؤنث کا بھی پتہ نہیں، اُس کے ساتھ شاستر سترارتھ کیا
 کر دوں۔ وہ محض دنگہ فساد کرنا چاہتا ہے۔“ پھر لوگوں نے ہنڈت جی کو اوپر آ کر مباحثہ کے لئے زور
 دیا مگر وہ نہ آیا۔ بولا۔۔۔ اگر میں اوپر جاؤنگا۔ تو میں ہار جاؤنگا۔ اور اگر سوامی جی نیچے آئیں گے۔ تو
 وہ ہار جائیں گے۔“ اتنے میں کلکٹر صاحب نے اس ہنگامہ کی اطلاع پاکر کو قوال کو بھیجا۔ جس نے ہنڈن
 جی کو دھمکا یا۔ اور ہجوم کو منتشر کر دیا۔

شری گوپال اور کاشی کا فیصلہ بے اثر ثابت ہوا۔ تو لالہ دیوی داس وغیرہ کچھ آدمی ہلدھرا جھا
 کہ کان پور سے بلالائے۔ یہ میٹھیل برہمن سنسکرت کا بڑا عالم و فاضل تھا۔ ہلدھر کے آنے پر لوگوں
 نے مشہور کر دیا کہ کوئی شرط نہ دے۔ تو سوامی سے ہلدھر کا شاستر سترارتھ کرایا۔ لالہ جگن ناتھ نے لالہ
 دیوی داس کو اڑھائی ہزار روپیہ بھیجا۔ کہ اتنے ہی اور مل کر کسی ساہوکار کے پاس جمع کرادو۔ ہلدھر جیتے
 تو تم لے لیتا۔ اور سوامی جیتے۔ تو ہم لے لیں گے۔ شب دیوی داس نے کھلا بھیجا۔ کہ روپیہ کی کچھ بات

نہیں۔ میں نے محض بات چیت کے لئے ہلدھر کو بلایا ہے۔ وہ اتفاق سے کان پورا آئے ہی ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ایک دن کئی آدمی ہلدھر کو ساتھ لے سوامی جی کے پاس گئے بحث مورتی پر شروع ہوئی۔ مگر ہلدھر تاثر کر مت کا تھا۔ اور مانس شراب استعمال کرتا تھا۔ اس لئے وہ اُسے سدھ کرنے لگ گیا۔ سوامی جی نے بڑے زور سے بار بار اُسے کہا۔ کہ پرکرن سے باہر نہ جاؤ۔ تب وہ پرکرن شبد کی بحث لے بیٹھا۔ پھر بحث چلی۔ کہ سمرتھ کس کو کہتے ہیں اور اسمرتھ کس کو؟ سوامی جی نے مہا بھاشیہ کا واکیہ بول کر اڑا دیا۔ ہلدھر نے کہا۔ یہ مہا بھاشیہ میں ہی نہیں۔ سوامی جی نے فوراً کتاب منگا کر شوک دکھا دیا۔ تب لا جواب ہو کر کہنے لگا۔ مہا بھاشیہ کار بھی پنڈت ہے۔ اور میں بھی پنڈت ہوں۔ میں کیا اس سے کم ہوں سوامی جی نے کہا۔ تم اُس کے بال برابر بھی نہیں۔ اگر ہو تو کہو قلم سنگیا کس کی ہے۔ ہلدھر جواب نہ دے سکا۔ ہلدھر کی دویا کا تو سب کو پتہ لگ گیا۔ ایک سبھ رات تک دیا کرن پر بات ہوتی رہی۔ آخر قرار پایا کہ سمرتھ پدوجی والا سوئز اگر سب جگہ لگے۔ تو ہلدھر ہارا۔ اور ایک جگہ لگے۔ تو سوامی جی ہارے۔

دوسرے روز رات کے وقت بڑی اچھی طرح مباحثہ ہوا۔ سوامی جی نے کل والا اقرار تسلیم کر لیا۔ اور مہا بھاشیہ کھول کر اس سوئز کو سب جگہ لگا کر دکھا دیا۔ پنڈت لوگ اور بات کرنے لگے۔ مگر سوامی جی نے کہا۔ پہلے جس بات پر مباحثہ ہے۔ اُس کا فیصلہ کرو۔ کہ کون ہارا۔ مگر لالہ جگن ناتھ نے کہا۔ جو بات ہو سچ سچ کہہ دیجئے۔ تب سب نے کہا۔ کہ کل کے فیصلہ کے مطابق تو آج ہلدھر کی بات غلط ثابت ہوئی۔ یہ سنتے ہی ہلدھر ہر پرستہ کی سی حالت ہو گئی۔ اور وہ غم سے گرنے لگا۔ سناٹھی اُسے اٹھا کر مکان پر لے گئے۔

مسند کی بجائے پاٹھ شالہ

فرخ آباد میں لالہ بنی لال جی رئیس ایک مسند بنا کر اُس میں شیو سنگ ستھپت کرنا چاہتے تھے۔ مگر سوامی جی کا کھنڈن سن کر اور مشری گرو پال اور ہلدھر اوجھا کی حالت دیکھ کر دُبدھے میں پڑ گئے۔ پھر جب کاشی والے فیصلہ کا سوامی جی نے جواب دیا۔ تب تو وہ گمراہی سے بچ ہی گئے۔ اور اپنے گورو یتیم داس کو اس امر کے قطعی فیصلہ کے لئے بنارس بھیجا۔ بعد پوری تحقیقات کے انہوں نے آکر یہ سنایا۔ کہ مورتی پوجا لوک چال ہے۔ وید میں نہیں۔ تب لالہ جی گورو سبت سوامی جی کے پاس پہنچے۔ اور شیکھارن کر جب پوری نسل ہو گئی۔ تو مورتی پوجا تیاگ دی۔ چنانچہ ایک دن پجاری نے آکر

کہا کہ عٹا کر جی کے کپڑے نہیں ہیں۔ سیٹھی جی بولے چلے جاؤ۔ ہمارے عٹا کر جی کو جاڑا نہیں لگتا۔
اس کے علاوہ جہاں شیولنگ ستھاپن کرنا تھا۔ وہاں سوامی جی کی آگیا اوسار ویدک پاتھشالہ و صوم دھام
سے قائم کی ۔

سہارن پور میں

فرخ آباد سے سوامی جی جلال آباد، قنوج، بہتور اور مدار پور ہوتے ہوئے ستمبر ۱۹۲۱ء کے موسم
برسات میں کان پور پہنچے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر آنا ناٹا ناٹا شہر میں پھیل گئی۔ یہاں آتے ہی آپ نے
سنکرت میں ایک اشتہار دیا، جس میں ویدوں، آپ ویدوں، وید انگوں اور آپ نشروں۔ ارفقات
کل ۱۲ شاستروں کے مضامین کا ذکر کر کے انہیں قابل تسلیم کتب قرار دیا۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا کہ ان میں
وید کے خلاف جو بات ہوگی۔ اسے نہیں مانا جائے گا۔ علاوہ انہیں آٹھ گپوں اور آٹھ سچائیوں کا بھی ذکر تھا
آٹھ گپیں (۱) آدمیوں کے تصنیف کردہ پوران انبیادی گرنہ۔ (۲) دیوتا کی بھادنا کر کے پتھر وغیرہ کی
پوجا کرنا۔ (۳) شاکت، ویشنو، گائیتھ وغیرہ فرقے۔ (۴) متسز گرنہوں میں بیان کردہ دام
مارگ۔ (۵) بھانگ وغیرہ منشی اشیا کا استعمال۔ (۶) دوسرے کی عورت کے ساتھ دبچار کرنا۔
(۷) چوری کرنا۔ (۸) دغا، غور، جھوٹ بولنا۔ — ان آٹھ گپوں کو چھوڑ دینا چاہئے ۔

آٹھ سچائیاں سدا، پریشور اور شیوں کے بنائے ہوئے وید مظہر صداقت ہیں۔ (۱) برہمچریہ شرم
میں گورو کی سیوا اور دھرم پر چلنے ہوئے دیا پراپت کرنی چاہئے۔ (۲) ویدوں کے مطابق جو ورل
آشرم ہے۔ اس کے مطابق دھرم کرم، سدھیا، اگنی ہونز کرنا چاہئے۔ (۳) شاستروں کے مطابق
بیہ کرنا۔ (۴) سچ مہا گیوں کا انوشٹھان۔ رنوکال میں اپنی استری سے صحبت کرنا۔ شرتی اور سمرتی کے
مطابق چال چلن رکھنا چاہئے۔ (۵) شرم، دم، یم وغیرہ سے لے کر سدا ہی تک آپاس کا کرنا۔
اور ست سنگ سے بلن پر ستھ آشرم کا انوشٹھان کرنا چاہئے۔ (۶) وچار، گیان، ویراگ، علم حاصل
کرنا اور سنیاس شرم گہن کر کے سب کرموں میں پھیل کی خواہش نہ رکھنی چاہئے۔ (۷) جنم، مرن، خوشی،
سرخ، کام، کر دوص، لوبھ، موہ، اہنکار۔ — یہ سب ہانی کارک ہیں۔ ان سب کو تیاگ دینا چاہئے
(۸) ادویا (جہالت) اسمتا (غیر مساوات) حدود بغض اور ہینچ مہا بھوتوں دیا پنچوں عناصر (سم
پرے ہو کر موکش اور آنتہ کو حاصل کرنا۔ — ان آٹھ سچائیوں کو گہن کرنا چاہئے ۔ دستخط
(دیباچہ سرسبئی جگیا سو)

اس اشتہار کا نکلنا تھا کہ شہر میں کھرام مچ گیا۔ جگہ جگہ لوگوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ مگر
 پاکھنڈیوں کو بھانڈا چھوٹ جانے کا فکر نہ تھا۔ انہوں نے سوامی جی کے متعلق طرح طرح کی افواہیں
 اڑانی شروع کر دیں۔ سب سے زیادہ مخالفت پنڈت برہما چند سرسوتی نے کی۔ یہ ہمارے دیدار تھے۔
 انہوں نے شہر کو دیا۔ کہ سوامی دیباچہ اس تک ہیں، عیسائی ہیں۔ اور انگریزوں نے انہیں لوگوں کو
 عیسائی بنانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ لہذا کسی کو ان کے پاس نہ جانا چاہئے۔ ورنہ وہ دھرم سے
 سب رشت ہوجائے گا۔ جن براتھوں نے سوامی جی کا اپدیش سنا تھا۔ انہیں کہنے لگا۔ تم نے
 سوامی دیباچہ کے اپدیشوں میں اپنے دیناؤں کی بڑی رغبت رکھی ہے۔ جس کا پاپ تمہارے اوپر
 چڑھ رہا ہے۔ تم فوراً اپدیش چھوڑ کر شہر چھو جاؤ۔ ورنہ تمہیں طرح طرح کی آفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔
 اس طرح ڈرا دھمکا کر وہ ۲۰-۲۵ آدمیوں کو گنگا پر لے گیا۔ اور سنان کر کر گنگا کو برکھلا کر اپدیش
 کرایا۔ بعد ازاں ایک اشتہار کے ذریعے لوگوں کو مطلع کیا۔ کہ جو براتھن سوامی دیباچہ کے سیکچرل
 میں شامل ہوگا۔ وہ بہت سمجھا جائے گا۔ مگر ویدک دھرم کے پیارے کب ان گیدڑ بھکیوں سے ڈر
 سکتے تھے۔ سوامی جی کے دیا کھیانوں میں ہزاروں کی حاضری ہوتی تھی۔ ایک روز سیکچرل کے دوران
 میں سوامی جی نے کہا کہ بھلا اس طرح کی فضول باتوں سے کیا فائدہ ہوگا۔ دو یا بل ہے تو سامنے
 آؤ۔ مگر کون آتا؟ ہاں وہ دوسروں کو مباحثہ کی ترغیب دیتا رہا۔ مگر کسی کو سامنے آنے کا حوصلہ
 نہ ہوتا۔ تھے ہیں ایک روز یہاں کے سیمٹھ پرانے گور پر شاہ شکل سوامی جی کو ملے آئے۔
 سوامی جی نے نصیحت کی۔ کہ آپ نے کیلاش اور سیکٹھ کے دو مندر بنوا کر لاکھوں روپیہ کیوں ضائع
 کیا۔ کاش کہ آپ روپیہ کو دیا برچار میں لگاتے۔ یا اناتھ بچوں کی پرورش پر خرچ کرتے تو یہ رئیس
 جو خوشامد کی باتیں سننے کے عادی تھے، کچھ ناراض ہو گئے۔ اور دونوں نے صلاح کر کے گنگا میں
 شاستری کو بہڑ سے بلایا۔ ادھر سے برہما چند وغیرہ نے ہندو ہزاروں جھا کو جو فرخ آباد میں ایک مرتبہ
 پہلے شکست کھا چکا تھا تیار کیا۔ ۳۱ جولائی ۱۸۶۹ء کو بڑا بھاری شاستر ارتھ ہوا۔ ۲۰-۲۵ ہزار
 کے قریب حاضری تھی۔ تمام مغربین و روساء کے علاوہ منصف، وکیل وغیرہ بھی شامل تھے۔ مسٹر
 ڈبلیو ٹھیں صاحب اسسٹنٹ کلکٹر کان پور جو زبان سنسکرت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔
 اس شاستر ارتھ کے منصف قرار پائے۔ یہ صندوق مورتی پوجا تھا۔ اور شاستر ارتھ سنسکرت زبان

میں ہوا *

پنڈت ہلدھر نے مہا بھارت کا شنوک پڑھا۔ کہ دیکھو بھیل نے درنا چاریہ کی مورتی سامنے رکھ کر وشنو دیا سیکھی۔ سوامی جی نے کہا۔۔۔۔۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ مگر اس سے مورتی پوجا کی آگیا کہاں ملتی ہے؟ اس میں تو صاف نکھا ہے۔ کہ ایک بھیل نے ویسا ہی کیا۔ جیسا کہ آگیا کی لوگ اب بھی کرتے ہیں۔ وہ کوئی رشتی منی تو نہ تھانہیں۔ کہ اُس کی تقلید کی جائے۔ پھر اُسے کسی نے اُپدیش بھی تو نہیں دیا تھا اب یہی بات کہ اُسے ایسا کرنے سے دھنر دیا آگئی، تو اس کا باعث درنا چاریہ کی وہ مورتی نہیں تھی۔ بلکہ اُس کے ابھاس کا بھل تھا، جیسا کہ انگریز لوگ چانداری کے ذریعے سیکھتے ہیں، وہ کوئی مورتی نہیں بناتے، آپ وید کی آگیا بتائیں۔ جو پرمان آپ نے دیا۔ اس سے آگیا نہیں پائی جاتی؟

اس پر ادھاجی سے کچھ نہ بن پڑا۔ کچھ دیر چپ رہ کر پھر دوسرا سوال کیا۔۔۔۔۔ وید میں مورتی پوجا کی آگیا نہیں تو سوامی جی بتائیں۔ کہ اس کی تردید وید میں کہاں لکھی ہے۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ۔۔۔۔۔ اگر کوئی مالک ذکر کر کہے۔ کہ نو سیدھا پھیم کو چلا جا۔ تو خود بخود باقی تینوں وید کی تردید ہو گئی۔ پس جو مناسب تھا۔ وید نے اُس کی آگیا دی۔ اور جس کی آگیا نہیں دی۔ وہ تردید ہے۔ اس کا جواب بھی ادھاجی کچھ نہ دے سکے۔ اور لگے۔ اودھر اودھر ہاتھ مارنے۔ اس پر مسٹر مینن صد نے سوامی جی سے پوچھا۔۔۔۔۔ ”آپ کس کو مانتے ہیں؟“ سوامی جی نے کہا۔۔۔۔۔ ایک ایشور کو، اس پر صاحب بہادر نے ”ٹھیک بات ہے“ کہہ کر چھڑی اور ٹوپی اٹھائی۔ اور سوامی جی کو سلام کر کے چل دیئے *

صدر کے اٹھتے ہی پریگ نارائن تیواڑی نے عجیب کار سازی کی۔ مٹھی بھر کلمے ہلدھر کے سر سے لٹائے۔ اور شور مچا دیا۔ کہ پنڈت صاحب شا ستر ارتھ میں جیت گئے۔ اور سوامی جی ہار گئے۔ دوسرے دن لالہ گور پرشاد کو، جو اُن کے کرایہ دار تھے، دبا کر سہ۔ آگست کے اخبار شعا طور میں خلاف واقعہ بیان لکھ کر ہلدھر کی جیت چھپوائی۔ لوگوں نے وہ پرچہ سوامی جی کو سنا یا کہ دیکھتے کیا جھوٹ لکھا ہے۔ سوامی بولے۔۔۔۔۔ ”لکھنے دو۔ ہمیں اس میں کچھ خوشی یا افسوس نہیں۔ شا ستر ارتھ میں ہر جیت ماتا دیو قوفوں کا کام ہے۔ لیکن آپ کے بھگتوں کو اس مضمون کو خلاف واقعات دیکھ کر کب چین آتا تھا۔ مہب مل کر مسٹر مینن صاحب کے پاس گئے۔ اور سارا مضمون سنا کر اس بارہ میں فیصلہ

طلب کیا۔ صاحب بہادر نے انگریزی میں مندرجہ ذیل چٹھی لکھ دی :-

GENTLEMEN!

AT THE TIME IN QUESTION I DECIDED IN FAVOUR OF DAYA-NANDA SARASWATI FAKIR AND I BELIEVE HIS ARGUMENTS ARE IN ACCORDANCE WITH THE VEDAS. I THINK HE WON THE DAY. IF YOU WISH IT, I WILL GIVE YOU MY REASONS FOR MY DECISION IN A FEW DAYS.

YOURS OBEDIENTLY

CAWNPORE.

(S.D) W. THAINE

ترجمہ ”صاحبان! مباحثہ کے وقت میں نے سوامی دیانند سرسوتی فقیر کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ اُن کی دلائل ویدوں کے مطابق ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُنہوں نے اس روز فتح پائی۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میں اپنے فیصلہ کی بابت چند دنوں میں اپنی دلائل بھی دے دوں گا“

(دستخط) ڈبلیو تھین

کچھ تو شاستر ادرھتھ سن کر رہی لوگوں نے مورتی پوجا سے دل پھیر لیا تھا۔ یہی سہی کسر ستر تھین کی چٹھی نے، جو اُسی اخبارِ مشعلہ طور، میں شائع ہوئی، پوری کر دی۔ مورتیاں دھڑا دھڑ گنگا میں پھینکی جانے لگیں۔ شہر میں کہرام مچ گیا۔ آخر کار ادھاجی نے شہر میں منادی کرائی۔ اور جابجا اشتہار چسپان کرا دیئے۔ کہ لوگو! مورتیاں گنگا میں بے ادبی سے مت پھینکو۔ پاپ لگیگا۔ جسے مورتی کو پھینکنا ہی ہو۔ وہ پر یگ نارائن کے مندر میں پہنچا دیں۔ اتنا بھی نہ کر سکیں۔ تو ہمیں اطلاع کر دیں۔ ہم خود اٹھٹھا لایا کریں گے۔

کاشی پرچہ پڑھائی

سوامی جی نے سن رکھا تھا۔ کہ کاشی ہندوؤں کا مشہور تیرتھ ہے۔ پورا ناک و حرم کی شکشا کا مرکز ہے۔ یہاں کا دھارمک فتوے مستند قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں کے پنڈت و دیگر جگہوں کے پنڈتوں نے اعلیٰ مرتبہ گئے جاتے ہیں۔ اور اُن کی علمیت پر ساری مورتی پوجک دُنیا ناز کرتی ہے۔ وہاں مثل مشہور ہے۔ ”جتنے

کسکڑا تے شکر، ہر گلی، کوچہ، بازار، گڈر گاہ حتیٰ کہ نالیوں میں شیونگ بٹھا لے بنے ہوئے ہیں۔
 نہ تہی دنیا کا اعتقاد ہے۔ کہ خود ہمارے دیہ کا شی کے سوامی وراجہ ہیں، سوڈے گیش شہر کے کوڈال ہیں۔ اور
 بھیروں وہاں بطور نگہبان کام کرتے ہیں۔ وہاں کے پنڈتوں کو بھی اپنی علیقت کا بڑا گھمنڈ ہے غرضیکہ
 کاشی ہندوؤں کی دھارمک راج بھانی ہے۔ مگر جوہی کہ انہوں نے وہاں کی پنڈت منڈلی کا کھسا
 ہوا نمونے پر ٹھکانا کاشی کے پنڈتوں کی علیقت کا انہیں پتہ لگ گیا۔ اور انہوں نے اس کی پول کھونٹے
 کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ایک روز بلا اطلاع دیئے وہ کان پور سے چل دیئے۔ اور ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۶۹ء
 کے دن کاشی میں داخل ہوئے۔ سوامی جی کے کاشی پہنچا دتے ہی گویا ایک بھونچال آیا۔ کاشی اپنے
 مندروں اور گھنٹوں سمیت کانپ اٹھی۔ آپ نے درگا گڈ کے اوپر آند باغ میں ڈیرا لگایا۔ فرخ آباد
 اور کان پور کے شاستر ارتھوں نے پہلے ہی یہاں آپ کا نام مشہور کر رکھا تھا۔ جوہی لوگوں کو آپ کی
 تشریف آوری کی اطلاع ملی۔ بلغ میں ایک میلہ سا لگ گیا۔ سوامی جی کا ڈیرہ درگا مندر کے راستہ میں
 تھا۔ اس لئے درگا درشن کو جانے والے اصحاب راستے میں ہی رُک جاتے۔ اور سوامی جی کا آبیش
 سن کر خود آگے جاتے ہمارا وہ چھوڑ دیتے۔ بلکہ چپ کی شانتی سے آند پور تک گھر لوٹتے۔ منڈلی آمدنی
 گھٹ گئی۔ چنانچہ ایک دن پجاری لوگ اکٹھے ہو کر پہنچے۔ اور پراختنا کی۔ ”مہاراج! اب کرپا کر کے
 کسی اور جگہ ڈیرا لگائیے۔ ورنہ ہم بھوکوں مرنے لگیں گے“ سوامی جی دل میں مکرانے۔ کہ میں کس
 دھار میں ہوں۔ اور یہ کیا چاہتے ہیں؟

جب سوامی جی نے ان کی درخواست کو رد کر دیا۔ تب وہ بہت تملائے۔ اور سوامی جی کو بیچا
 دکھانے کے منصوبے باندھنے لگے۔ راجہ صاحب کو خبر دی۔ کہ ایک لنگوٹ بند سادہ کاشی میں ایسا
 آیا ہے۔ جو سنکرت بولتا اور بھاکروں کی تندر کرتا ہے۔ راجہ صاحب نے سوامی جی کو بلایا۔ مگر سوامی جی
 نہ آئے۔ آخر کار شہر کے بڑے بڑے پنڈتوں کو بلا کر کاشی زبیش لے کما۔ سوامی دیانند مورتی
 پوجا کو دید و رودھ بتلاتے ہیں۔ ان سے شاستر ارتھ کرو۔ اور وید میں سے پرمان دکھلا کر، اس پیل کو جو کاشی میں
 چمچ رہی ہے۔ شانت کرو۔ لاکھوں روپیہ یہاں مورتی پوجا میں خرچ ہو رہا ہے۔ اس کا پرمان ضرور ملنا
 چاہئے۔ پنڈتوں نے جواب دیا۔ ہم نے اور گرنختہ تو دیکھے ہوئے ہیں۔ البتہ اب وید سے کھوجنا پڑے گا۔
 اس کے لئے کچھ مہلت ملنی چاہئے۔ راجہ صاحب نے پندرہ روز کی مہلت دی۔ اور شاستر ارتھ کے لئے

منگل وار ۶ نومبر ۱۸۶۹ء کا دن مُقرر کر دیا۔ سوامی جی تو اس کے لئے تیار ہی تھے۔

۶ نومبر کو شاسترا تھکانڈ یہ دن کاشی میں واقعی عجیب تھا۔ ساری کاشی ایک طرف، سوامی جی ایک طرف۔ سوامی جی لنگوٹ باندھے چوکی پر بیٹھے تھے۔ شریہ کانتج ایسا کہ گویا سبھا کا شرومنی بھی ہے۔ سامنے ہندوستان کے مشہور پنڈت پگڑیاں باندھے تنک لگائے، چوغے پہنے بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے وراجاں بٹے۔ کاشی کے راجہ سبھا پتی (صدر) تھے، وہ بھی مُورتی پوجک اور مُورتی پوجکوں کے طرفدار۔ حاضری کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ کوئی پچاس ہزار کا مجمع تھا۔ کاشی میں اس سے پہلے اتنا ہجوم کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ پولیس کا انتظام بھی خاطر خواہ تھا۔

سوامی جی نے ہماراج سے پوچھا: ”آپ دیدول کی پُستک لائے ہیں یا نہیں؟“

ہماراج نے جواب دیا: ”پُستکوں کی کیا ضرورت ہے؟ دید تو ہمارے ان پنڈتوں کو زبانی یاد ہیں۔“

سوامی جی: ”خیر، وچار کس مصنوع پر ہو گا؟“

پنڈتوں نے یک زبان ہو کر کہا: ”درثم مُورتی کا کھنڈن کرتے ہو، ہم منڈن کریں گے۔“

سوامی جی: ”آپ لوگوں میں جو لکھیا ہو۔ وہی مجھ سے وارثا لاپ کرے۔“

کو تو ال اور پولیس ان پکڑنے بھی فیصلہ کیا۔ کہ سوامی جی سے جو چاہے۔ اکیلا بحث کرے۔ سب سے پہلے پنڈت تاراچرن سامنے آئے۔ سوامی جی نے پوچھا: ”آپ دیدول کو پرمان مانتے ہیں یا نہیں؟“

تاراچرن: ”کیوں نہیں، ضرور مانتے ہیں۔“

سوامی جی: ”تو کیا دیدول میں مُورتی پوجا کا ودھان ہے؟ اگر ہے تو دکھلائیے۔ اور نہیں ہے تو ہار مان لیجئے۔“

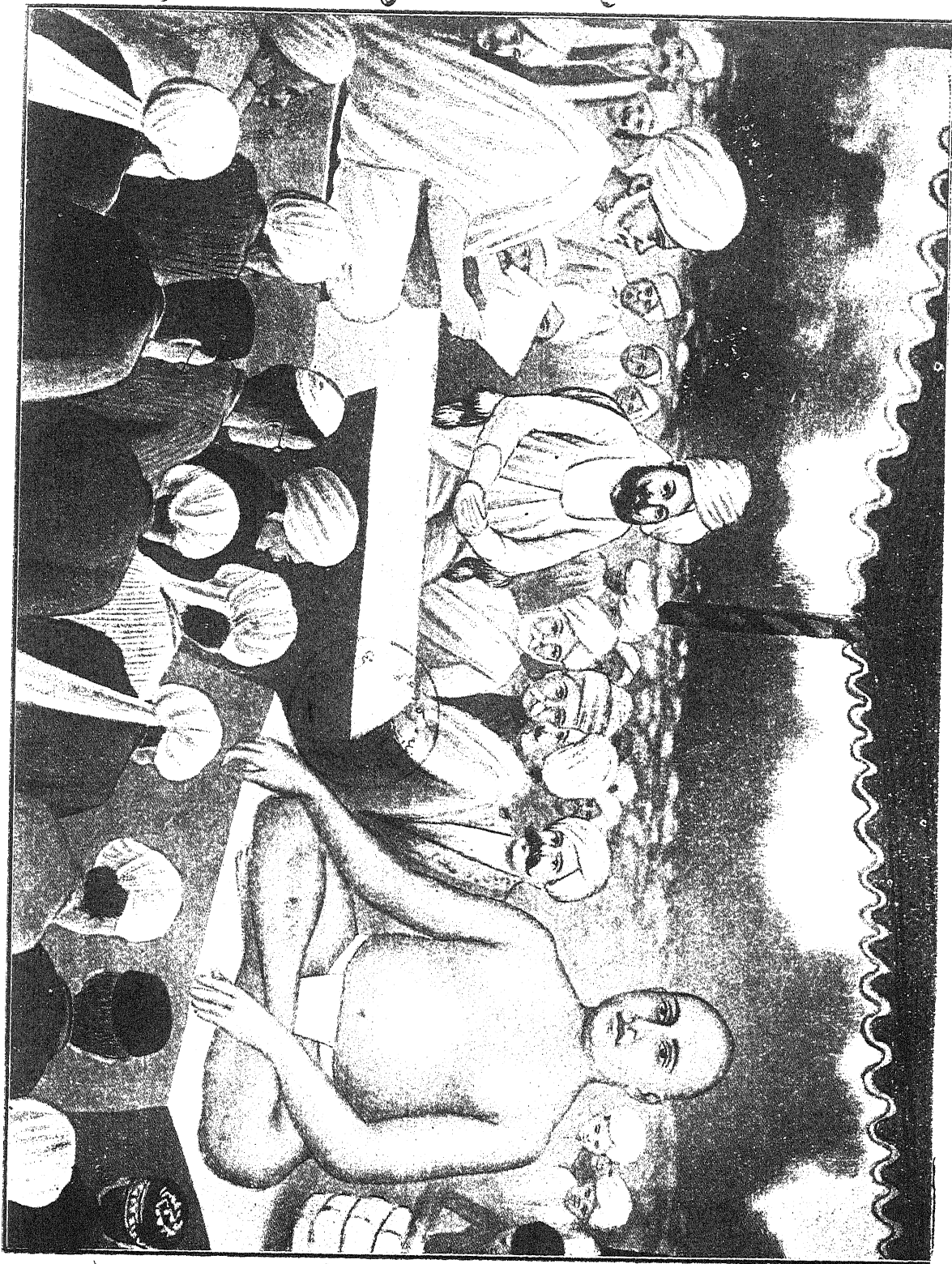
تاراچرن: ”دیدول کے علاوہ آپ اور کچھ بھی مانتے ہیں؟“

سوامی جی: ”دیدول کا منوسمرتی۔“

تاراچرن: ”منوسمرتی کا دیدول میں کہاں مَول ہے؟“

سوامی جی: ”بات گرنہ دیکھ کر بتلائی جاسکتی ہے۔“

مب وشدھانند جو پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ طیش میں آ کر بولے: ”اگر دید زبانی یاد نہیں ہیں تو کاشی میں شاسترا تھکانڈ کرنے کیوں آئے؟“



سوامی جی — ”کیا آپ کو سب یاد ہیں؟“ وشدھانند — ”ہاں“
 سوامی جی — ”کہئے دھرم کا کیا سورپ ہے؟“ وشدھانند نے کہا — ”وید پر تپتی پادوت
 پیل بہت جواریتہ ہے، وہی دھرم ہے“

سوامی جی — ”یہ خیال تو آپ کا ہے، کسی شرتی و سمرتی کا پرمان دیکھئے“ وشدھانند جی سے
 جواب ٹھیک نہ پا کر سوامی جی نے لکشن پوچھے۔ وشدھانند نے کہا — ”ایک ہی لکشن ہے“
 سوامی جی — ”دھرم کے دس لکشن ہیں۔ آپ ایک کیسے کہتے ہیں“
 وشدھانند — ”وہ دس کون کون سے لکشن ہیں؟“ سوامی جی نے منو سمرتی کا شلوک پڑھ کر سنایا۔

اس پر بال شاستری آگے بڑھے۔ بولے — ”ہم نے سب دھرم شاستر دیکھے ہیں، ہم سے پرسن
 کریں“ سوامی جی نے کہا — ”اچھا آپ ادھرم کا لکشن کہئے“ اس پر کوئی جواب نہ ملا۔ اپنے ٹکھیا سپہ
 سالاروں کے پاؤں اکھڑتے دیکھ سارے پنڈت یکبارگی چلا کر پوچھنے لگے — ”بتاؤ، وید میں
 جو پرنا شبد آیا ہے۔ اس سے مورتی پوجا سدھ نہیں ہوتی؟“ سوامی جی نے جواب دیا کہ — ”اگر
 اس کا صحیح ارنھ کیا جائے۔ تو اس سے مورتی پوجا ثابت نہیں ہوتی۔“ بعد ازاں آپ نے بیکر وید کے
 ۳۲ ویں ادھیائے کے تیسرے منتر کو پڑھ کر بتلایا۔ کہ اس میں مورتی پوجا کا ودھان کہیں بھی نہیں
 ہے۔ اس پر سب خاموش ہو گئے۔

اس وقت چونکہ اندھیرا ہو چلا تھا۔ چار گھنٹے تک سب کے مباحثہ کرتے کرتے ادا سان باختر ہو گئے۔
 ہر ایک باری باری اپنی زور آزمائی کر کے شکست کھا چکا۔ تمام کو خطرہ پڑ رہا تھا، کہ بس اب ساری کاشی
 کی ناک کٹی۔ بچاؤ کے لئے تدبیر نکالی جا رہی تھی۔ مادھو آچار یہ نے دو پٹھے پڑانے ورن وید کے نام
 سے پیش کر کے کہا۔ کہ گنجیہ سماپت ہونے پر جیمان دسویں دن پڑاؤں کا پاٹھ سنئے۔ ایسا لکھا ہے —
 سوامی جی نے کہا — ”ذرا پڑھ کر سنناؤ تو دھار ہو جائے“

شدھانند نے ورن اٹھا کر سوامی جی کی طرف کر کے کہا — ”آپ ہی پڑھیں“
 سوامی جی — ”آپ ہی اس کا پاٹھ کیجئے“ یہ کہہ کر ورن لوٹا دیئے۔ مگر شدھانند نے جواب دیا — ”میں
 بغیر بٹنک کے پڑھ نہیں سکتا۔ آپ ہی پڑھ لیں“ یہ کہہ کر ورن سوامی جی کے ہاتھ میں دیدیئے۔
 سوامی جی پڑھنے لگے۔ اندھیرا بہت تھا۔ لالٹین منگانی گئی۔ مگر اس کی روشنی بہت مدھم تھی۔ کچھ

لالین دکھانے والے سے بھی چالاکی کر دلائی گئی۔ اُس نے ٹکا کر ایک طرح پکڑی ہی نہیں۔ تو بھی سوامی جی پترے کو دیکھنے لگے۔ اور ابھی وہ بولنے ہی لگے تھے کہ دشدھانڈ نے چالاکی سے کہا۔ ”اب سندھیا سمہ ہو گیا ہے۔ وقت بھی کافی ہو چکا ہے۔ انہیں زیادہ تکلیف نہیں دینی چاہئے۔“ یہ کہہ کر محفل کے طور پر سوامی جی کی پیٹھ پر تھاپی ماری اور بولے۔ ”اب بیٹھے، جو ہونا تھا ہو چکا“ ساتھ ہی راجہ صاحب کو اشارہ کیا کہ چلنا چاہئے۔ وہاں کیا دیر تھی۔ جھٹ راجہ صاحب نے تالی بجائی۔ تمام لوگوں نے شور برپا کیا کہ سوامی دیا سنہ شاستر ارشد میں ہار گئے۔ غنڈوں نے سوامی جی پر ایٹوں، کنکروں، گوبرا پڑانے جو توں وغیرہ کی بارش کر دی۔ بد معاش لوگ بے عزتی کرنے پر متل گئے۔ لیکن تھا نیدار اور کوتوال صاحب نے خوب انتظام کیا۔ سوامی جی کو ایک کوٹھڑی میں محفوظ بٹھا کر پولیس نے بد معاشوں کو ڈنڈوں سے پیٹا۔ اور مجمع کو منتشر کیا۔ کوتوال نے راجہ صاحب سے کہا۔ آپ نے جو تالی بجائی، یہ بہت برا کام کیا۔ راجہ صاحب بولے۔ ”آپ بھی مورتی پوجک ہیں۔ اور ہم بھی۔ اپنے حریف کو جس طرح بھی ہوشکست دینا جائز ہے۔“

اس طرح کاشی کا مشہور شاستر ارشد ختم ہوا۔ سمجھنے والے سمجھ گئے۔ کہ کاشی کے پنڈتوں کی علیت کتنی ہے۔ سوامی جی اُس کے بعد وہاں اڑھائی مہینے تک بیٹھے رہے۔ اور بار بار شاستر ارشد کے لئے پنڈتوں کو لٹکارنے رہے۔ مگر کسی کو بھی سامنے آنے کا عہدہ نہ ہوا۔ ہوتا بھی کیسے، وہ تو پہلے ہی مشکل سے بچ کر نکلے تھے۔

کاشی کے پنڈتوں نے نابِ مقابلہ نہ دیکھ کر آپ کو زہر دینے کی ٹھانی۔ چنانچہ ایک شخص آپ کے واسطے کھانا لایا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اس پر اُس شخص نے پان کا بیڑا آپ کی نذر کیا۔ آپ نے ہاتھ میں لے کر جو نہی اُسے کھولا۔ وہ شخص بھاگ گیا۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس پر زہر لگایا گیا تھا۔ اور شفا خانہ میں بھیج کر اُس کی تصدیق بھی ہو گئی۔

اخبارات نے کیا لکھا

کاشی شاستر ارشد پر ہندوستان بھر کے اخبارات نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ”تمو لو دھن“ نام کے بنگالی رسالہ نے لکھا: ”سوامی دیا سنہ سوتی کو کوئی بھی کاشی کا پنڈت دید سے مورتی پوجا سنہ نہ کر سکا۔ اس لئے سوامی جی کو سب سے بڑا ویدو کتا پنڈت جانتا چاہئے۔“

”صحیفہ عالم“ میرٹھ مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا۔ کہ — ”سوامی دیانند اور کاشی کے پنڈتوں کے شاسترارتھ میں کاشی کے راجہ بھی موجود تھے۔ سوامی دیانند نے ہر ایک پنڈت کے سوال کا جواب پورا دیا۔ جس پر بھی پنڈت لوگ دشمنی سے تائی بجاتے اور سناقت دھرم کی جے“ کہتے چلے گئے۔ روہیلکھنڈ سماچار نے اپنے نومبر ۱۸۶۹ء کے پرچہ میں لکھا — ”سوامی دیانند سرسوتی نے جن کا کان پور کے پنڈتوں سے شاسترارتھ ہو چکا ہے۔ کاشی کے پنڈتوں کو بھی جیت لیا۔ مگر ان پنڈتوں نے اُلٹی اپنی جیت منظور کر دی!“

”گیان پودامنی پترکا“ بابت ماہ نومبر: — ”کاشی شاسترارتھ میں فضول کی باتیں بہت ہوئیں۔ مگر اس میں شک نہیں ہے کہ مورتی پوجا کو پنڈت لوگ ویدوں سے سدھ نہیں کر سکے۔ کیونکہ مورتی پوجا وغیرہ کا ودھان پُرانوں کے وقت سے جاری ہوا ہے۔ اور جس طرح ویدی، ادیوتا، اوتار کی پوجا پھول چندن وغیرہ سے ہوتی ہے۔ اس کا ویدوں میں ذکر تک نہیں۔ اس لئے اس بارے میں سوامی دیانند کا کہنا بالکل درست ہے“

”ہندو میٹھیٹ“ مطبوعہ ۱۸۷۱ء جوڑی شائع: — ”ہندوؤں کی مورتی پوجا اور تعصب کا مضبوط قلعہ جو ہندوؤں کی متعالوجی کے مطابق شوجی کے ترشول پر کھڑا ہے۔ آج تک کسی کے مخالف اثر سے نہیں ٹک گیا تھا۔ مگر اب گجرات سے ایک رشی کے ظاہر ہونے پر بنیاد سے ہل گیا ہے۔ اُن کا نام رشی دیانند سرسوتی ہے۔ وہ پنڈتوں کے موجودہ طریقہ عبادت کو مٹانے کی غرض سے آئے ہیں۔ اور ویدوں کو ہی قابل پرمان مانتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ان پُرانوں کو جہالت کے دنوں میں بوجی براہمنوں نے اپنی خود غرضی کے لئے گھڑا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وید ہرگز مورتی پوجا کی تعلیم نہیں دیتے۔“

چندر دز ہوئے رام نگر کے ہمارا راجہ نے کاشی کے چیدہ چیدہ پنڈتوں کی سبھا بلا کر سوامی دیانند سرسوتی سے شاسترارتھ کرایا۔ جس میں پنڈتوں کو مُنہ کی کھانی پڑی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ باقاعدہ شاسترارتھ کرنے سے سوامی دیانند پر غالب آنا ناممکن ہے۔ تو انہوں نے فریب سے کام لینا چاہا۔ رشی کے ہاتھ میں پورا انوں کا ایک ورق، جس میں مورتی پوجا کا ذکر تھا۔ دیکر کہا۔ کہ یہ ویدوں کے منتر ہیں۔ جب وہ ان کا مطالعہ کرنے لگے۔ تب پنڈتوں نے تا لیاں بجانا شروع کر دیا۔ ”اور سناقت دھرم کی جے“ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔“

پیریاگ کُنہجہ

کاشی میں سوامی جی چند روز ٹھہر کر جنوری سترہ کو پیریاگ کُنہجہ کے میلے پر پہنچا۔ آپ کے اپنے کی خبر پا کر سنیاسی، اور پنڈت لوگ آپ کے درشنوں کو آنے لگے۔ خوب دھرم چرچا ہوتی رہی۔ مگر کوئی خاص شاستر ارتھ نہیں ہوا۔ جس کا ذکر کیا جائے۔ ہاں مختلف کمپروایٹوں کے لوگوں سے دقتاً فوقتاً دھرم سمبندھی وار تالاب ہوتا رہا۔

ایک دفعہ وہاں کے آچاریوں کو اپدیش کر رہے تھے۔ کہ ماتھے کو تنک وغیرہ سے سجانے کی نسبت یوگ ابھیاس کے ذریعہ اپنی آتما کی آستی کیا کرو، کیونکہ بیرونی آڈمبر چانا سادھوؤں کا کام نہیں ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ آریہ ورت جیسے پوٹر دیش میں انسانوں کی رغبت تک وغیرہ لگانے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور یوگ ابھیاس کی جانب کوئی دھیان ہی نہیں دیتا۔ مگر کھ لوگ جتنا دقت ان کاموں کے کرنے میں ضائع کرتے ہیں۔ اگر اسی وقت میں گائیتری کا جاپ کر لیا کریں۔ تو دونوں جہانوں کا آئندہ حاصل کر سکتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ اس سچے اپدیش سے لاجھ اٹھاتے، ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ ”اگر آپ ہمارے ملک میں ہوتے۔ تو آپ کو زندہ ہی زمین میں گاڑ دیا جاتا۔ آپ اس جواب پر ہنس پڑے۔ اور مورتی پوجا کا زور سے کھنڈن کرنے لگے۔

زھر بیلی مٹھائی

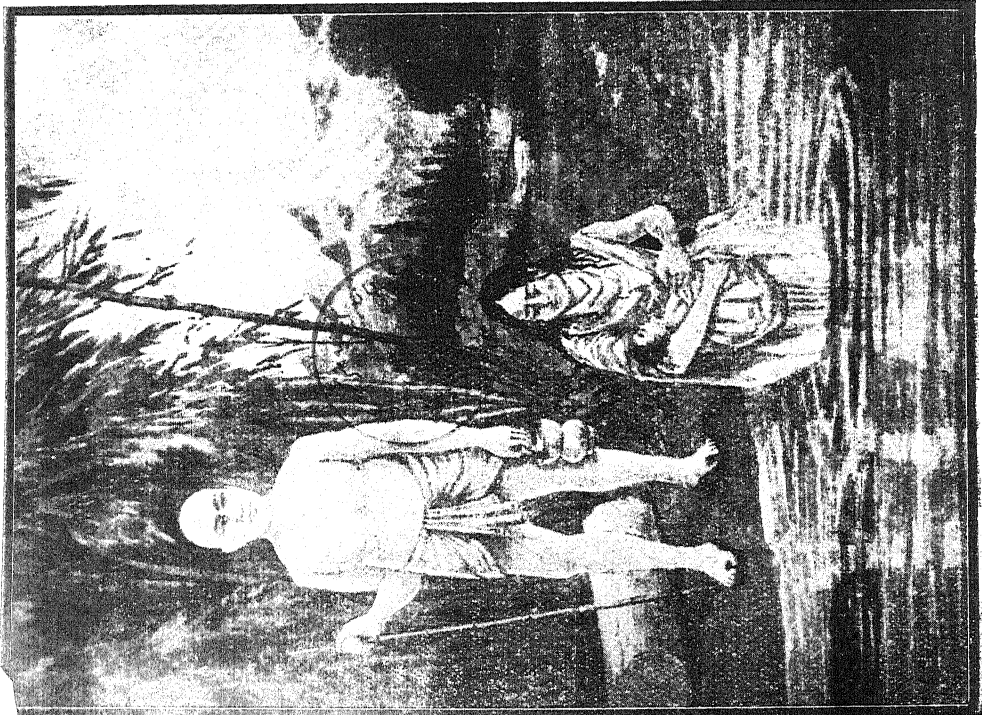
ایک دن پیریاگ میں رائے بہادر پنڈت سند لال دوستوں کے ساتھ سوامی جی کے پاس گئے۔ آپ اس وقت دھیان میں محو تھے۔ اس لئے وہ سب چپ چاپ بیٹھے رہے۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد سوامی جی اندر سے باہر آئے۔ ان سب سمجھوں نے جھک کر پرنام کیا۔ اس وقت سوامی جی آپ ہی آپ ہنس رہے تھے۔ پنڈت سند لال جی نے پوچھا۔ ”آپ کس بات سے ہنس رہے ہیں؟“ سوامی جی نے جواب دیا۔ ”ایک آدمی میری طرف چلا آتا ہے۔ کچھ دیر ٹھہر جائیے۔ اُس کے آتے پر آپ کو ایک تناشا دکھائی دے گا۔“

اس بات کے آدھ گھڑی بعد ایک برہمن مٹھائی لئے آ پہنچا۔ اُس نے سوامی جی کو منسکار کر کے مٹھائی نذر کی۔ اور کہا آپ کے لئے یہ بھینٹ لایا ہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ ”لو ٹھوڑی سی مٹھائی تم بھی کھاؤ۔ لیکن اُس نے زنی۔ تب آپ نے اُسے ڈانٹ کر کہا۔ ”لیتے کیوں نہیں؟ وہ کانپنے لگا۔ مگر

سوامی جی کے اخصوں پہلی سندھی



پہلاست کی سنگالی پریمائند کے آسنو



دیانت پتر اولی

سمٹائی پھر بھی نہ لی۔ تب سوامی جی نے کہا — دیکھو، یہ شخص ہمارے لئے سمٹائی میں نہ رہ سکا کر لایا ہے۔
 راتے بہادر نے ایک آدمی کو کہا کہ جا پولیس کو بلالو۔ سوامی جی نے روکا۔ اور کہا — دیکھو یہ اپنے
 باپ کے سبب کانپ رہا ہے۔ بس اس کے لئے اتنی منزاہی کافی ہے۔ پولیس نہ بلو ایسے۔ اس براہمن
 کو ہر طرح سے سمجھا کر سوامی جی نے رخصت کر دیا۔ راتے صاحب نے ہتھوڑی سی سمٹائی گتے کو ڈالی۔
 وہ کھاتے ہی جھٹ پٹا کر مر گیا۔

بھارت کی گنگا کی پر آئسو!

پریاگ میں ایک دن سوامی جی گنگا کے کنارے بیٹھے قدرت کی خوبصورتی کا نظارہ دیکھ رہے
 تھے۔ کہ ایک عورت سرا ہوا بچہ لئے گنگا میں اُتری۔ گہرے پانی میں جا کر اُس نے بچے کے جسم پر لیٹا ہوا
 کپڑا اتار لیا۔ اور ایک آہ مار کر لاش کو پانی میں بہا دیا۔ سوامی جی ہماراج اُس وقت اپنے دل کو
 نہ ختم سکے۔ جب دیکھا کہ وہ عورت کفن کو دھو کر ہوا میں سکھاتی ہوئی اور روتی ہوئی گھر کو جا رہی
 ہے، تو انہیں اور بھی دکھ ہوا۔ دل سے کہا — آج بھارت اتنا کنگال ہو گیا ہے۔ کہ ماں بچے
 جگر کے ٹکڑے کو دریا میں بہا چلی ہے! مگر کفن اس لئے نہیں بہایا۔ کہ کپڑے کا ملنا مشکل ہے۔
 اس سے زیادہ ملک کی بے بسی کی مثال اور کیا ہوگی۔ عہد کیا کہ بھارت کے دکھوں کو دور کرنے
 کے لئے سر توڑ کوشش کروں گا۔

پریاگ کا کُنچہ ختم کر کے سوامی جی آ رہے ہوتے ہوئے چٹنہ پہنچے۔ اور پرچار کی جھڑی
 لگا دی۔ ایک دن یہاں کے مشہور پنڈت رام جیون بھٹ شاسترارتھ کے لئے گئے۔ مگر لا جواب ہو کر اپنا
 سامنہ لئے واپس چلے آئے۔ اُسی دن سوامی جی نے گرٹ پوران کا خوب اچھی طرح کھنڈن کیا۔ اور درگ
 پاٹھ کی بھی پول کھولی۔ درگ پاٹھ کو اپ مرنغا پاٹھ کہا کرتے تھے سوامی جی کے آپدیشوں کا اتنا اثر ہوا کہ پنڈت
 کالج کے پنڈت رام لال جی نے ساگرام کی مورتیاں گنگا میں بہا دیں۔

اسی طرح ایک دن ترہت کے رہنے والے ایک پنڈت سوامی جی کے پاس جا کر شاسترارتھ کرنے
 لگے۔ اور اپنے سوال کی تائید میں بھاگوت کا پرمان دیا۔ اس پر سوامی جی نے اُس کا کھنڈن کیا۔ اس پر پورا ملک
 پنڈت نے کہا۔ کہ اب ہم کو کوئی ایسا دوان دکھائی نہیں پڑتا۔ جو ۱۸ ہزار شلوک بنا کر دکھائے۔ ہاں غلطیاں
 مٹانا اور کھنڈن کرنا آسان ہے۔ اس پر سوامی جی نے کہا۔ کہ ہماراج! ہم آپ کے رُوبرو ۳۸ ہزار شلوک گھر گئے

ہیں۔ اگر یقین نہ ہو۔ تو کاغذ قلم لے کر بیٹھ جائیے۔ مضمون بھی بہت آسان ہوگا۔ پنڈت جی بھی سوامی جی کا امتحان کرنے کی غرض سے بیٹھ گئے۔ سوامی جی بغیر روکاؤٹ کے دھڑا دھڑا شکوک لکھانے لگے۔ یہ دیکھ کر پنڈت جی حیران رہ گئے۔ ہاتھ جوڑ کر پرنام کی اور چلتے بنے۔

جمال پوریشن پر

آرہ سے آپ پٹنہ پہنچے۔ مونگھیر جاتے ہوئے ۳۰ اکتوبر ۱۸۷۲ء کو جمال پور ریلوے سٹیشن پر اترے۔ اس جگہ گاڑی مونگھیر کے لئے بدلتی ہے۔ مونگھیر کی شاخ دالی گاڑی کے چلنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ سوامی جی چونکہ ان دنوں صرف کوہین دھارن کرتے تھے۔ اس لئے اسی طرح پلیٹ فارم پر گھومنے لگے۔ اول درجہ کے ویٹنگ روم میں ایک انجینئر صاحب سے اپنی میم صاحبہ کے ٹھیرے ہوئے تھے۔ میم صاحبہ نے غنیمت مہذب فقیر کے سامنے گھومنے پر ناراضگی ظاہر کی۔ اور صاحب بہادر نے بیٹن ماسٹر کو بلا کر کہا کہ اس فقیر کو کہہ دو کہ ادھر نہ ٹھہرے۔ سٹیشن ماسٹر جو سوامی جی کا بھگت ہو چکا تھا۔ ڈرتا ہوا مہاراج کے روبرو آیا۔ اور یوں عرض پر داز ہوا، ”مہاراج! ادھر تشریف لے چل کر کرسی پر آرام فرمائیں۔ ٹرین کے آنے میں بھی دیر ہے۔“ سوامی جی مطلب سمجھ گئے اور بولے ”شاہ صاحب نے بھیجا ہے کہ بدھتہذیب سادہ ہو کو ہٹا دو۔ جاؤ صاحب! ادیم سے کہو کہ تم اس زمانہ کے آدمی ہیں۔ جبکہ بابا آدم اور مانا حادین کے باغ میں ننگے گھومنے میں مشرّم محسوس نہیں کرتے تھے۔“ یہ کہا اور پھر ٹھہرنے لگے۔

سٹیشن ماسٹر نے چارہ غجب حیرانی میں پڑا۔ ”نہ جاے رفتن نہ پائے ماندن“ صاحب نے پھر بلایا۔ اور پوچھا ”فقیر ہٹا نہیں۔ کیا کہتا ہے؟“ بابو بیچارہ معاملہ چھپانا چاہتا تھا۔ لیکن صاحب کے مجبور کرنے پر سوامی جی کا جواب مفصل عرض کر دیا۔ اور کہا ”حضور! یہ اپنی موح کے مالک ہیں۔ یہ کسی کی بات نہیں سنتے۔ مست فقیر بھیرے۔“ صاحب نے نام پوچھا۔ سٹیشن ماسٹر نے بتلایا ”سوامی دیباچہ سرسوتی“ صاحب نے اختیار اٹھ کر بولے ”کیا یہ مشہور ریفاہ مرگریٹ (GREAT) دیباچہ ہے؟“ اب تو سٹیشن ماسٹر کی جان میں جان آئی۔ ”ہاں حضور وہی ہیں“ صاحب فوراً لڑپنی انا کر سوامی جی کی سیوا میں حاضر ہوئے۔ اور بڑے ادب سے سلام کر کے بولے ”میں تو مدت سے آپ کے درشنوں کا بھوکا تھا۔ آج پریشور نے آپ کے درشن کرائے“ چنانچہ آدھ گھنٹہ تک سوامی جی کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔ اور خود سوامی جی کو ریل میں سوار کرا کے رخصت ہوئے۔

مونگھیر پہنچ کر چند روز وہاں قیام کیا۔ پھر دانا پور تشریف گئے۔

دانا پور میں

یہاں کئی دیکھیاں ہوئے۔ اُن دنوں ہندوستان کے کمانڈر انچیف لارڈ رابرٹس بھی پٹنہ آئے ہوئے تھے۔ ایک دن عیسائی مت پر لیکچر تھا۔ سوامی جی کی شہرت سرکاری افسران کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ وہ بھی اُن کے لیکچروں کو سننا چاہتے تھے۔ اُس لیکچر میں صاحب کمانڈر انچیف بھی تشریف لائے۔ سوامی جی لیکچر دے رہے تھے۔ کمانڈر انچیف کے آتے ہی سوامی جی نے عیسائیت پر نہایت چلبلی شروعات کر دی۔ لیکچر کے خاتمہ پر صاحب موصوف نے سوامی جی کو پرنام کیا اور بڑی تعریف کرتے ہوئے کہا:-

WHEN YOU CAN SPEAK IN THIS FASHION ON THE BIBLE IN OUR PRESENCE YOU MUST CARE BUT LITTLE FOR OTHERS, A REAL SANYASI WILL FEAR NOTHING.

”جب آپ ہماری موجودگی میں اس طرح بائبل پر تقریر کر سکتے ہیں۔ تو اور چھوٹے موٹے لوگوں کی تو آپ کیا پرواہ کرتے ہو گئے۔ ٹھیک ہے۔ سچے سنیاسی کو سنار میں کسی کا کچھ خوف نہیں۔“

دانا پور میں مسلمان لوگ بہت مخالفت کرتے تھے۔ ایک شخص نے صلاح دی۔ کہ مسلمانوں کے خلاف آپ کچھ نہ کہیں۔ اُس وقت سوامی جی نے جواب نہ دیا۔ مگر اگلے دن لیکچر میں دین اسلام کی کمزوریوں کو خوب اچھی طرح واضح کیا۔ اور کہا کہ چند چھوکرے ہم کو منع کرتے ہیں۔ مگر میں سچائی کو کیوں چھپاؤں۔ جب اُن کی چلتی تھی۔ وہ تلوار سے کھنڈن کرتے رہے۔ اب کیا اندھیر ہے۔ کہ مجھے بانوں سے کھنڈن کرنے میں بھی روکاؤ ڈالتے ہیں۔ ایسا اچھا راج پا کر جھوٹ کا پول کھولنے سے کیسے رک سکتا ہوں۔ یہی تو اس راج کی بڑائی ہے۔

ایک دن ایک بابو صاحب نے کہا۔ ”سوامی جی! اگرچہ آپ کا کہنا ٹھیک ہے۔ مگر لوگ ہٹھ سے نہ مانیں گے۔ تو آپ کیا کریں گے؟“ سوامی جی بولے ”ہمارا کام اتنا ہی ہے۔ کہ ہماری بات کو لوگ کان میں جگہ دیں گے۔ اور جب وہ ہماری بات سن لیں گے۔ تو وہ خود بخود سوئی کی طرح اندر چبھ جائیگی۔ اور نکالنے سے نہ نکلیگی۔“

دانا پور میں ٹھاکر پرشاد سنار نے ایک استری کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لی تھی۔ ایک دن سوامی جی سے پرارٹھنا کی۔ کہ مجھے بوگ کا طریقہ بتائیے۔ سوامی جی نے کہا۔ ایک شادی اور کر لو۔

پس لوگ تیرا ٹھیک ہو جائے گا۔“ یہ سنتے ہی وہ چپ ہو گیا۔
ایک روز پادری جونس ملنے آئے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ ”کس خیال کو آپ نیکی کہتے ہیں؟“

پادری صاحب۔ ”آپ ہی فرمائیے“

سوامی جی۔ ”ہم نیکی کہتے ہیں اُس کو جس سے بہتوں کا بیکار ہو۔“ پادری صاحب نے اسے قبول کیا
تب سوامی جی نے پوچھا۔ ”گائے سے زیادہ اہمکار ہوتا ہے یا مانس سے؟“

پادری صاحب۔ ”آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟“

سوامی جی۔ ”دیکھئے دونو باتوں میں فرق یہ ہے۔ کہ گائے کے دودھ اور اُس کے بچھڑے کچھڑوں
کے دودھ دینے و کاشت کرنے کے ذریعہ سے لاکھوں لوگوں کا بھلا ہوتا ہے۔ اور مانس صرف چند آدمیوں

کے کام آتا ہے۔“ سارا حساب بتایا۔ اور پوچھا کہ اب فرمائیے۔ گائے کا بچانا دھرم ہے یا مارنا؟

پادری صاحب۔ ”اس سے تو بچانا ہی دھرم سدھ ہوتا ہے؟“

سوامی جی۔ ”جو سدھ ہو اُسی پر چلنا چاہئے۔ یا نہیں؟“ پادری صاحب بولے۔ ”ہاں چلنا چاہئے۔“

سوامی جی نے کہا۔ ”تو پھر آپ گائے کا مانس چھوڑ دیجئے۔“

پادری صاحب۔ ”میں اس کے آگے گٹھ مانس نہ کھانے کا اقرار کرتا ہوں۔“

ہندوستان کی راجدھانی کلکتہ

اس طرح بیخوف ہو کر پرچار کرتے ہوئے اور ویدک دھرم کا نادبجالتے ہوئے سوامی جی دسمبر ۱۸۵۷ء میں

کلکتہ پہنچے۔ جو ان دنوں ہندوستان کا دار الخلافہ تھا۔ کلکتہ کے بابو چندر شیکھر سین بیرسٹر نے انہیں

دعو کیا تھا۔ پین بابو نے ہوڑہ سٹیشن پر سوامی جی کا استقبال کیا۔ اور بابو جتندر موہن کے بارغ میں لے گئے

آپ نے اور بارغ کے مالک نے سوامی جی کی بڑی خاطر تواضع کی۔ اور اُن کی رہائش کا خاطر خواہ انتظام کر دیا۔

یہاں پہنچے ہی آپ کی تشریف آوری کی چاروں طرف دھوم مچ گئی۔ ”ہندو پیٹریٹ“ اور انڈین مرر وغیرہ

اخبارات نے سوامی جی کی تعریف میں زبردست ایڈیٹوریل شائع کئے۔ ”انڈین مرر“ نے اپنی ۳۰

دسمبر ۱۸۵۷ء کی اشاعت میں لکھا: ”ایک بڑے زبردست ہندو مت شکن سوامی دیا مند سرسوتی

کلکتہ پہنچا ہے۔ چند روز ہوئے۔ انہوں نے بنارس کے اعلیٰ سپنڈنوں کو ایک غام مباحثہ میں

حیران کر دیا تھا۔ اور آپ نے اپنے دیگر کارناموں سے مشرقی ہند میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ اس

وقت آپ راجہ جتندر موہن ٹیگور کے باغ میں ٹھہرے ہوئے ہیں ؟

مثلاً شبان حق سوامی جی کے درختوں کے لئے آنے لگے۔ برہم سملج کے اُپدیشک بہم چندر چکرورتی بھی سوامی جی کی شہرت سن کر آئے۔ چکرورتی ہماشنہ نے سوال کیا۔ آپ جاتی بھید مانتے ہیں یا نہیں؟ سوامی جی — انسان، حیوان، چرند، پرند، یہ سب جانتیاں الگ الگ ہیں، اسی کو جاتی بھید مانتا ہوں۔ اس پر چکرورتی ہماشنہ خاموش ہو گئے۔ تب سوامی جی بولے — ”آپ کا سوال شائد یہ ہے کہ ورن بھید ہے یا نہیں؟“ — وہ بولے — ”ہاں، ہمارا یہی مطلب ہے۔“

سوامی جی نے جواب دیا — ”بیشک ورن بھید ہے۔ جو وید کے جاننے والا اور پنڈت ہے وہ برہمن، جو اُس سے کم اور بدھ کا کام کرتے ہیں۔ اور گیان دان ہیں وہ کشتری۔ جو بیوپار کرتے ہیں وہ ویش، اور جو موٹر کھ ہیں۔ وہ شودر ہیں۔“

یہ سن کر چکرورتی ہماشنہ بہت خوش ہوئے۔ اور سوامی جی کے بھگت بن گئے۔ اور روزانہ سوامی جی کے ست سنگ کو آنے لگے۔

پھر ایک دن آپ نے سوال کیا — ”پریشور ساکار ہے یا نراکار؟“

سوامی جی بولے — ”موجودہ سنسکرت گرنٹھوں میں تو بہت سے پریشور ہیں۔ آپ کی مراد کس ایشور سے ہے؟ سچا اندر وغیرہ صفات کا مالک یا کوئی اور۔ اگر سچا اندر والا چاہتے ہو تو وہ ایشور ایک ہے۔ اور نراکار ہے۔“

چکرورتی ہماشنہ نے پھر سوال کیا — ”وہ جو دنیا کا مالک ہے۔ اُس کا آکار ہے یا نہیں؟“ سوامی جی — ”اُس کا کوئی آکار نہیں۔ وہ سچا اندر ہے۔ یہی اُس کا لکشن ہے۔“

چکرورتی — ”اُس کے ملنے کا کیا آٹھ ہے؟“

سوامی جی — ”یوگ کی کئی دن تک مشق کرنے سے اُس کا درشن ہوتا ہے۔“

چکرورتی — ”وہ یوگ کس طرح ہے؟“ اس پر سوامی جی نے اشٹانگ یوگ کی باتیں اُن کو لکھ دیں۔ اور ساری کریا سمجھا دی۔

اُس زمانہ میں شری کیشو چندر سین کیو پو بیت پہننے والے برہم سماجیوں کی مخالفت کیا کرتے تھے اس لئے برہم چندر نے سوامی جی سے اس بارے میں بھی رائے پوچھی۔ سوامی جی نے جواب دیا۔

نیک آدمیوں کے لئے یگیو پوت پہننا ضروری ہے۔ آپ بھی نیک ہیں۔ برہمن ہیں۔ یگیو پوت ضرور پہنئے۔ اس بات کا اُن پر ایسا اثر ہوا۔ کہ انہوں نے پھر جینو پہن لیا۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے سوامی جی کے اُپدیش سے یگیو پوت پہننے شروع کر دیئے۔

جب سوامی جی کلکتہ گئے۔ اُس زمانہ میں بالوکیشو چندر سین وہاں نہ تھے۔ جب واپس آئے۔ تو سوامی جی سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ سوامی جی نے اُن سے اُن کا نام نہ پوچھا۔ نہ اُنہوں نے بتلایا۔ باتوں ہی باتوں میں بالوصاحب نے پوچھا۔ ”آپ کیشو چندر سین سے ملے ہیں؟“ سوامی جی نے کہا۔ ”ہاں ملا ہوں۔“ جواب ملا۔ وہ تو باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ کب ملے؟ سوامی جی نے ہنس کر جواب دیا۔ ”ابھی ملا ہوں۔ آپ ہی کیشو چندر ہیں۔“ بالوجی نے پوچھا۔ ”آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟“ فرمایا۔ کہ جس قسم کی بات چیت آپ نے کی ہے ویسی کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔“ بالوجی سوامی جی کی اس تباہ شناسی سے بہت حیران ہوئے۔ اور اُن کے دل میں سوامی جی کے لئے شردھاکا بھاو پیدا ہو گیا۔

ایک دن بالوجی نے پوچھا۔ ”اس وقت ہمارے سامنے بائبل، قرآن اور وید کی بنا پر تین مذہب ہیں۔ اور ہر ایک مذہب اپنے آپ کو سچا کہتا ہے۔ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ان میں سچا کون سا ہے؟ اور جھوٹا کون سا؟“

سوامی جی نے چھ دلائل وید کے ایشور وکت ہونے کے حق میں دیئے اور کہا۔ کہ قرآن و بائبل میں ہر قسم کے جھگڑے، قصے۔ کہانیاں اور دیگر مذاہب کا کھنڈن موجود ہے۔ مگر وید میں سوا اُپدیش کے کوئی جھگڑا نہیں۔ پس وہ سب سے سچا ہے۔

سوامی جی کے دلائل اور منطق کی واقفیت دیکھ کر ایک مرتبہ کیشو چندر سین نے کہا۔ افسوس کہ ویدوں کا مینظیر پنڈت انگریزی زبان سے واقفیت نہیں رکھتا۔ ورنہ انگلستان جاتے وقت وہ میرا دلپسند ساتھی ہوتا۔ سوامی جی نے ہنس کر جواب دیا۔ افسوس ہے۔ کہ برہمو سماج کا لیڈر سنسکرت نہیں جانتا ورنہ وہ اپنے ملکی بھائیوں کا بہت کچھ بھلا کر سکتا۔

سوامی جی اب تک لنگوٹ دھاری تھے۔ بالوجی نے سمجھایا۔ اب آپ کو شروں میں جانا ہے۔ چما استریاں بھی دکھیں گی۔ سوامی جی کو یہ بات دل لگی۔ تب سے آپ کپڑے پہننے لگے۔

انہی دنوں کسی شخص نے آپ سے کہا — ”سوامی جی! اگر آپ یہ کہنے کی بجائے کہ فلاں بات دید میں درج ہے۔ یہ کہا کریں۔ کہ یہ بات مجھے ایستھور نے خود کہی ہے۔ تو لوگ زیادہ یقین کریں گے۔“

سوامی جی نے جواب دیا — ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ مگر میں سچ کا پرچار چھوٹ سے نہیں کر سکتا۔ ایک دن باغ میں تالاب کے کنارے سوامی جی لوگوں کو اُپدیش کر رہے تھے۔ کہ ایک آدمی نے آ کر کہا۔ راجہ سریندر موہن جی گاڑی پر آئے ہیں۔ اور آپ کو بلاتے ہیں۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ میں ایک واحد آدمی کی خاطر اتنے آدمیوں کا فائدہ قربان نہیں کر سکتا۔ اگر راجہ صاحب کو ملنا منظور ہے۔ تو یہیں چلے آئیں۔ اس پر راجہ صاحب ناراض ہو کر لوٹ گئے۔

شاسترارتھ مہگل

۱۸۷۳ء کو مہگل کے رئیسوں نے ایک سبھا بلوائی۔ اور سوامی جی کے لیکچر کا انتظام کیا۔ لوگ بھاری تعداد میں لیکچر سُننے کے لئے آئے۔ قریب پچاس ہزار کی بھیڑ تھی۔ سوامی جی کا لیکچر شروع ہوا۔ اتنے میں پنڈت تاراچرن بھی آ پہنچے۔ بالو برنڈا بن وغیرہ نے پنڈت جی سے کہا۔ کہ آپ سبھا میں چلئے۔ اور جو کچھ کہنا ہو وہیں سوامی جی سے کہئے۔ مگر پنڈت جی سبھا میں نہ آئے۔ اور اُسی مکان کے اُوپر چھت پر چڑھ کر دُور سے گرجنے لگے۔ پنڈت جی کے سبھا میں نہ آنے پر لوگوں نے سمجھ لیا۔ کہ انہیں آنا جانا تو کچھ ہے نہیں، صرف ڈینگ مارتے ہیں۔

سبھا کے دُوسرے دن بالو برنڈا بن نے سوامی جی سے کہا — ”کل پنڈت تاراچرن جی آئے تھے۔ سوامی جی نے پوچھا — ”تو سبھا میں کیوں نہیں آئے؟“ بالو جی نے کہا — ”وہ تو بڑے ابھیمان کی باتیں کرتے ہیں۔“ سوامی جی نے کہا — ”ابھیمان (گھمنڈ) کرنا پنڈتوں کا کام نہیں۔ مَور کھوں کا ہے۔ اگر وہ ایسے ہی ابھیمان کے سمندر میں ڈوبے جاتے ہیں۔ تو انہیں ایک بار میرے سامنے لاؤ۔ شائد ڈوبنے سے بچ جائیں۔“

آخر کار لوگوں کے بہت سمجھانے بوجھانے پر کسی طرح پنڈت تاراچرن سبھا میں آنے کو تیار ہوئے۔ دوسرے روز ۸۔ اپریل کو مَور تیار ہوئے۔ پوچھا کہ مضمون پر شاسترارتھ ہوا۔ جو بہت دیر تک رہا۔ پنڈت جی ستر سوال بنا کر لائے تھے۔ جنہیں وہ بہت مُشکل اور لا جواب سمجھے تھے۔ آتے ہی دھڑا دھڑ سوال کرتے۔ شروع کر دیئے۔ سوامی جی نے ۲۲۔ ۲۳ جوابات میں ہی سب کو پٹا دیا۔ اور پنڈت جی کو ایسے چکر میں ڈال دیا۔

کہ وہ خود ہی مورتی پوجا کو رد کرنے لگے۔ اس پر کچھ آدمی یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ افسوس! کہ پنڈت جی اٹھ اٹھ تو تھے۔ یہ کھنڈ اور دعوے کر کے کہ مورتی پوجا سدھ کریں گے مگر یہاں لگے ہیں اُس کو رد کرنے سوامی جی نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ میں تو مورتی پوجا کی تردید کرتا ہی ہوں۔ آپ بھی اس کی تردید کرنے لگے یہ سنتے ہی پنڈت جی چپ چاپ اُوپر کے مکان میں چلے گئے۔ سوامی جی نے سیڑھیوں میں پہنچ کر پنڈت جی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اُوپر چلے آئے۔ اور پنڈت جی سے کہا — ”آپ ایسا بھیکڑا کیوں کرتے ہیں؟ پنڈت جی نے جواب دیا — ”میں تو لوک بھاشا کا کھنڈن کرتا ہوں۔ نت شاستر پڑھنے پڑھانے کا آپدیش دیتا ہوں۔ اور مورتی پوجا کو بھی فضول سمجھتا ہوں۔ مگر کیا کروں۔ سچ کہنے سے روزی میں فرق آتا ہے اگر کاشی راج کو پتہ لگے۔ تو مجھے نکال باہر کر دیں۔ اس لئے میں ایسا نہیں کہہ سکتا جیسا آپ کہتے ہیں۔“ پنڈت جی کی یہ راستبازی سن کر سوامی جی بہت خوش ہوئے۔

مہنگی سے چل کر سوامی جی بھاگل پور پہنچے۔ اور ایک مہینہ یہاں کے لوگوں میں پرچار کیا۔ اس کے بعد پٹنہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مہینہ پرچار کرنے کے بعد ۲۵ مئی ۱۹۳۳ء کو چھپرہ چلے گئے۔ یہاں ایک معزز زمیندار شو غلام شاہ نے آپ کی رہائش وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کر دیا۔ برہمنوں نے کئی طرح کی سازشیں کیں۔ بنو غلام شاہ کو گمراہ کرنے کے کئی طریقے اختیار کئے۔ مگر وہ سوامی جی کی علمیت اور اُن کی صداقت کا پورے طور پر قائل تھا۔ اس لئے مخالفوں کی ایک نہ چلی۔

سوامی جی نے یہاں کی پنڈت مندلی کو شاسترارتھ کے لئے لاکارا۔ مخالفوں نے منصوبہ باندھا کہ دلیل سے اگر نہ ہو سکے۔ تو لاٹھیوں سے سوامی جی کو لا جواب کر دیا جائے۔ چنانچہ سب مل کر وہاں کے ہر مذہب پنڈت جگن ناتھ کے پاس پہنچے۔ اُس نے ہمارے شاسترارتھ کے لئے تیار ہوں۔ مگر ناستک کا منہ دیکھ لیا۔ تو پراستحیت کرنا پڑے گا۔ جب سوامی جی کو اس عُذر کا پتہ لگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر وہ کبھی طرح اپنے من کو سدھ کر سکتا ہے۔ تو ضرور آوے۔ میں اپنے منہ کے آگے پردہ ڈال لوں گا۔ اس طرح وہ بات بھی کر لیا۔ اور اُسے پاپ بھی نہ لگیا۔

اس بات کو سن کر پنڈت لوگ کوئی اور عُذر پیش نہ کر سکے۔ پنڈت جگن ناتھ کو آنا ہی پڑا۔ اور سچ سچ پنڈت صاحب اور سوامی جی کے درمیان ایک پردہ ڈالا گیا۔ اول سوامی جی نے سنکرت میں چند سوالات کئے۔ پنڈت جی کا جواب غلط تو تھا ہی۔ ساتھ ہی گرائمر کی غلطیاں بھی بے شمار تھیں۔ سوامی جی

نے حاضرین پر سب غلطیاں ظاہر کر دیں۔ جس سے پنڈت جی لا جواب ہو گئے۔ لوگوں کو بھی علم ہو گیا۔ کہ پنڈت جی کہتے ہانی میں ہیں۔ بعد ازاں سوامی جی نے چار گھنٹے تک بڑی فصاحت و بلاغت سے لیکچر دیا۔ مخالفوں کو جب اپنی ہار کا یقین ہو گیا۔ تو بول اُٹھے۔ — ویدوں کے انترتھ (غلط معنی) ہو رہے ہیں۔ سوامی جی ویدوں کی بے عزتی کر رہے ہیں۔ اُن میں جو زیادہ شریبر تھے۔ وہ بول اُٹھے۔ کہ سوامی جی راستے میں مل گئے۔ تو پتھر دلوں سے ہلاک کر دیں گے۔

چھپرہ میں سوامی جی دو ہفتے تک رہے۔ چھپرہ سے چل کر مرزا پور۔ اور مرزا پور سے پریاگ آئے۔ یہاں کچھ دن اٹھیر کر کان پور چلے گئے۔ کان پور لڑائیوں کو اپنے خیالات سے لاجھ پہنچا کر سوامی جی ۲۰ نومبر ۱۸۵۷ء کو فرخ آباد پہنچے۔ پنڈت ہم چندر بھی ہمراہ تھے۔ اس جگہ آپ یو۔ پی کے لاٹ میور صاحب سے اور محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر مسٹر کیمسن سے ملے۔ اور گورنر شا کے بارے میں گفتگو کی۔

ایک دن ہم چندر نے پوچھا۔ — ہمارا جہاں اتنے بڑے بڑے پنڈت لوگ آپ سے شاسترارتھ کرنے آتے ہیں۔ کیا یہ سب کے سب غلطی پر ہیں۔ اور ایک آپ ہی کی بات صداقت پر مبنی ہے؟ سوامی جی نے ہنس کر جواب دیا۔ — سچائی کا علم تو بہتوں کو ہے۔ مگر روزگار بند ہو جانے کے خیال سے ضابطہ نہیں کہتے۔

علی گڑھ میں

فرخ آباد سے کاس گنج اور کاس گنج سے چھلیسرہ ہوتے ہوئے سوامی جی ۲۶ دسمبر کو علی گڑھ آئے۔ اور راجہ جیکشن کے ہاں بٹیرے۔ جب لوگوں کو خبر ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں آئے لگے۔ سارا سارا دن یہاں تک کہ دس بارہ بجے رات تک دھرم چرچا ہوتی رہتی۔ ہندو، مسلمان، عیسائی اور انگریز بھی دوشنوں کو آتے۔ اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے۔ علی گڑھ میں سب سے پہلا لیکچر سوامی جی ۲۷ دسمبر کو دیا۔ جس میں رٹورسارہ و شرناء کیا ہندو، کیا مسلمان، انسران سول ملٹری تک شامل ہوئے۔ حاضری بیشمار تھی۔ یہ لیکچر ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک ہوا۔ لیکچر کے بعد رفع شکوک کے لئے وقت دیا گیا۔ جن لوگوں کو کچھ دریافت کرنا تھا۔ اُن کی پوری پوری تسلی کی گئی۔

ایک دن سوامی جی مہادیو کے مندر کے فرش پر بیٹھے تھے۔ ایک شیکھر بودھی پنڈت آیا۔ اور مندر کے اونچے چوڑے پر بیٹھ کر سوامی جی سے شاسترارتھ کرنے لگا۔ کئی شریف آدمیوں نے سمجھا یا کہ مہذب

آدمیوں کی طرح نیچے آکر بیٹھو۔ اور شانتی پور تک بات چیت کرو۔ گروہ دینا ہندی تھا کہ وہیں ڈٹا رہا۔
 مت سوامی جی نے لوگوں سے کہا — مضافات میں بیٹھنے کو۔ جس کی جگہ پر بیٹھنے سے کوئی
 بڑا نہیں ہو جاتا۔ اگر اوجھا بیٹھنا ہی بزرگی کی علامت ہے۔ تو پندت جی سے بھی اوجھا رہ تو بیٹھا ہے؟
 ایک بار سوامی جی لوگوں کو آپدیش کر رہے تھے۔ کہ وہاں ایک جھنگی جرسی سا ہوتا تھا۔ وہ لوگوں سے
 بار بار پوچھتا تھا۔ کہ دیا بند کون ہے۔ لوگوں نے اشارہ سے بتا دیا۔ کہ وہ سامنے بیٹھے ہیں۔ سوامی جی نے
 پوچھا کہ گلے میں کیا ڈالا ہوا ہے؟ اُس نے کہا — ”زور اکھش“۔ سوامی جی نے کہا — ”کیا زور
 کی اکھش دیکھا اٹھا ڈالا ہے؟“ اس پر وہ ہنسنے لگے۔ اور سوامی جی کو بے ٹنگی کا لیاں دینے لگا
 سوامی جی اُس کی بیوقوفی پر ہنستے رہے۔ جب دیکھا۔ کہ یہ کرتا ہی نہیں، تو ڈٹا لے کر شوچ کو چلے گئے۔
 ورنہ اگر وہ اشارہ کرتے۔ تو لوگ اُس کی اچھی طرح مُرت کر تے؟

یہاں علی گڑھ میں سرسید احمد خان نے آپ سے ملاقات کی۔ اور کئی روز تک پلاننا دھ درشنوں کے
 لئے آتے رہے۔ انہیں سوامی جی سے ہنس ہو گیا تھا۔ سوامی جی بھی اُن کی عزت کرتے تھے۔ ایک دن
 سرسید احمد خان اپنے کئی مُسلم دانشور دوستوں کے ساتھ سوامی جی کے پاس آئے۔ دوران گفتگو میں
 انہوں نے کہا۔ آپ کے اور سب خیالات بڑے مدلل ہیں۔ مگر یہ بات دل میں جگہ نہیں بچوٹی۔ کہ حقوے
 سے ہون سے ہوا کیسے شدہ ہو جاتی ہے؟

سوامی جی نے پوچھا: — ”آپ کے گھر میں کتنے آدمیوں کے لئے کھانا پکاتا ہے؟“

سرسید احمد خان نے جواب دیا — پچاس ساٹھ آدمیوں کے لئے؟

سوامی جی بولے — آپ کے ہاں روزانہ کتنے سیر وال بھاجی تیار ہوتی ہوگی؟

سرسید احمد خان — چار پانچ سیر کے قریب۔

سوامی جی۔ اور اُس میں بینگ کتنی ڈالی جاتی ہوگی؟

سرسید احمد خان۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ ماشہ۔

سوامی جی۔ کیا اس قدر بینگ سے ساری دال بھاجی خوشبودار ہو جاتی ہے؟

سرسید احمد خان نے جواب دیا۔ ”ہاں“ مت سوامی جی بولے — ”حقوے سی بینگ کی مانند“

حقوڑا سا ہون بھی ہو کہ صاف اور خوشبودار کر دیتا ہے؟

سر سید احمد خاں سوامی جی کے جواب اور ان کے طرز بیان سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہاتھ ملا کر چل دیئے۔

مستحق راہیں

علی گڑھ میں ایک ماہ اخیر کہ آپ اعترس بنے گئے۔ ہاتھوں سے اترولی، اور اترولی سے چل کر ۲۶ فروری ۱۸۸۷ء کو مسٹر اینجے۔ بہاؤ نے کی ایک وجہ تزیین تھی۔ کہ مورتی پوجا کے سب سے زیورست وکیل رنگا چاریہ کو اس کے اپنے گھر میں شکست دیا۔ دو مہرے چھوٹی۔ کہ سوامی جی نے فرخ آباد سے اپنے ہم جماعتی گنگاوت جی کو ایک چھٹی اور دس روپے بھیجے۔ کہ فرخ آباد میں آکر پڑھانے کا کام کریں۔ وہ تیار ہو گئے۔ مگر پنڈتوں کی برادری نے انہیں ڈرایا۔ کہ جس دیانند نے ساگ رام کی مورتیاں لوگوں سے چھینوا دی ہیں، اس کی نوکری کرتے ہو۔ اگرچہ پنڈت گنگاوت جی سوامی جی کے سدھانتوں کے۔ دل سے قائل تھے۔ مگر پنڈتوں کی مخالفت سے رک گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ دیوالی نے میں مجھے مالی فائدہ تو ہے۔ مگر جب تک آپ مسٹر ابرہما بن میں آکر رنگا چاریہ کو نیچا نہ دکھائیں تب تک میرا آپ کے پاس چلے آنا ٹھیک نہیں۔ لوگ میری مخالفت کریں گے۔ بہتر یہی ہے۔ کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ اور مورتی پوجا کی دھجیاں اڑائیں۔

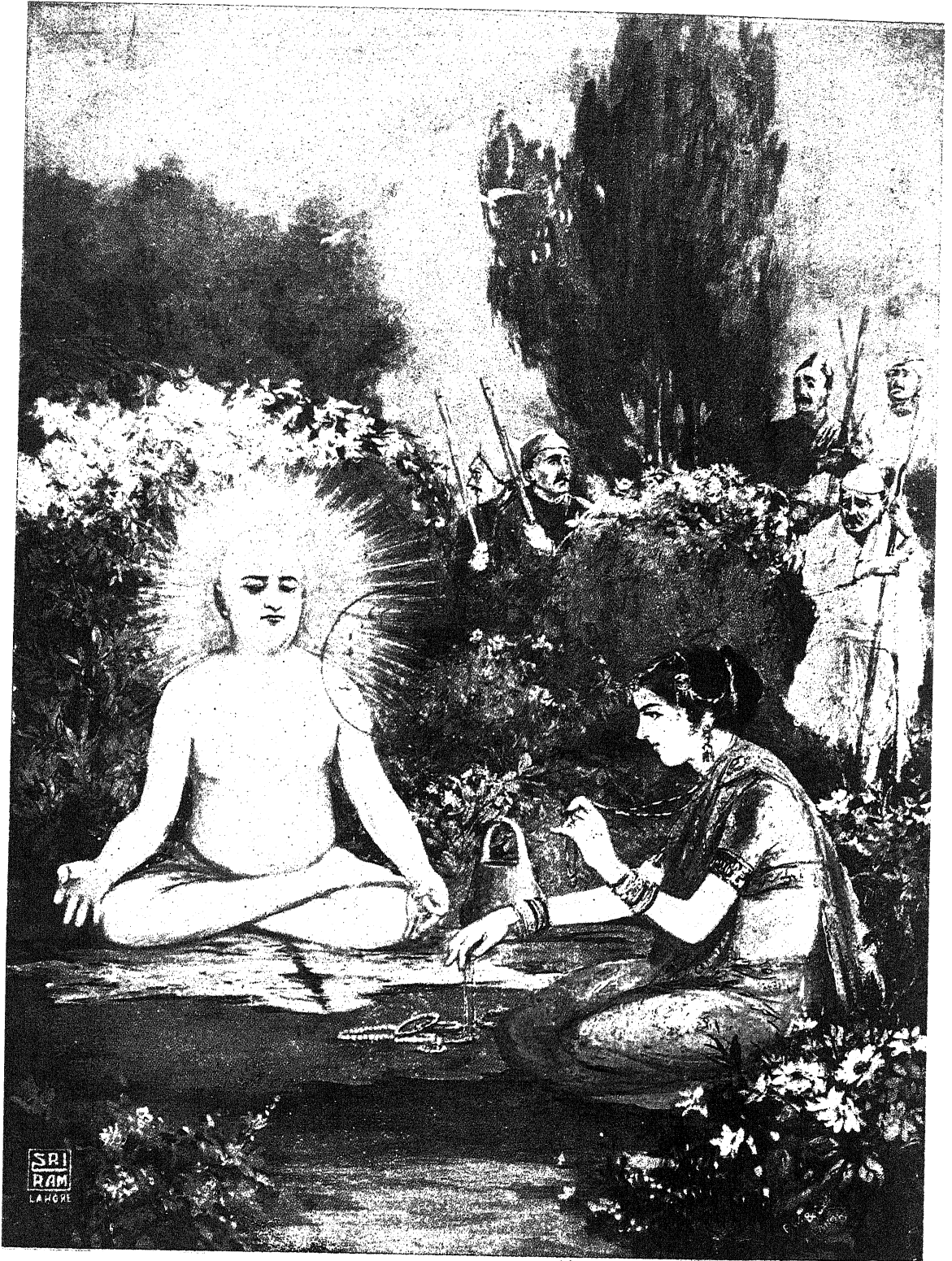
بھلا یہ کب ممکن تھا۔ کہ ان الفاظ میں سوامی جی کو توجہ دلائی جاتی۔ اور وہ کچھ ناٹل کرتے۔ فوراً مسٹر اینجے۔ پنڈت دیوی پر شاد ڈپٹی کلکٹر نے آپ کی رہائش کا انتظام رادھا باغ میں کر دیا۔ سوامی جی نے شہر بھر میں استشارات لگا دیئے۔ ان استشارات میں تخریب تھا۔ کہ مورتی پوجا، تلک اور کنشی دید کے خلاف ہیں۔ جس میں تحت ہو سامنے آئے۔ ایک تحریری نوٹس رنگا چاریہ کو بھیجا۔ کہ مورتی پوجا کرنا کنشی پہنتا۔ اور تلک لگانا تم دھرم کے رو سے جائز بتاتے ہو۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو ایک عام شاستر آتھم میں ان باتوں کو ثابت کرو۔ ورنہ انہیں چھوڑ دو۔

یہ نوٹس ایک چیلنج تھا۔ اس کی نقل رنگا چاریہ کے دروازہ پر بھی چسپاں کی گئی۔ رنگا چاریہ نے اس وقت یہ کہہ کر چھٹکارا کر دیا۔ کہ آج کل میلہ کے دن ہیں۔ میلہ ختم ہو جانے پر ضرور شاستر اردھ کر دے گا۔ سوامی جی نے سبیل ہی میں موتی پیدا کنشی اور تلک، وغیرہ کا کھنڈن شروع کر دیا۔ رنگا چاریہ کو آپ کی درست دلائل کی خبر ضرور پٹھا کرنی۔ میلہ کے خاتمہ پر جب اسے پھر چیلنج کیا گیا۔ تو وہ بیمار بن بیٹھا۔ اور چل شاستر اردھ کا دل نزدیک آنا۔ اس کی بیماری بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ اسی بیماری کے زمانہ سے وہ نہ گھر سے باہر

انکلا اور نہ شا سترارہ کیا۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ رنگا چاریہ نے اُسے کہا۔ اگر دیا بند شا سترارہ تھا
میں ہار گیا۔ تو اس سادہ ہو کا کیا بگڑے گا۔ اگر میں ہار گیا۔ تو ساری غسرت مٹی میں مل جائے گی۔

مسترا میں جب شا سترارہ کو کوئی سامنے نہ آیا۔ تو سوامی جی چلنے کو تیار ہوئے۔ مگر ڈپٹی دیوی پرش
صاحب نے کہا۔ کہ آج رہ جائیے، شا سترارہ ضرور ہوگا۔ سوامی جی ٹھہر گئے۔ مگر شا سترارہ کہاں ہونا
تھا۔ کچھ آدمیوں کے بھڑکانے پر چارپانچ سو پنڈے موٹے موٹے لٹھ لئے سوامی جی کے باغ پر آچڑھے
دو واہ پر کرواس کے راجپوت پہرہ دے رہے تھے۔ ان ہانکے راجپوتوں کے ہاتھوں میں بھی
ڈنڈے تھے۔ اس لئے پنڈے لوگ سڑک پر ہی کھڑے کھڑے گالیاں دیتے رہے
سوامی جی مکان کی چھت پر پہنچے۔ اور اُن کی جہالت کا نمنا مشہ دیکھتے رہے
اور ہنستے تھے۔ پہرہ داروں نے کہا۔۔۔ اجازت ہو تو ان کو درست کریں مگر سوامی جی نے منع کیا اور
بولے۔۔۔ ہمارے ہاں آنے کا اتنا فائدہ تو ہوا ہے۔ کہ ان سستی کے مارے ہوؤں میں جوش پیدا
ہوا۔ یہ بھی کوئی تھوڑی سی بات نہیں ہے۔ اتنے میں دیوی پرشادی ڈپٹی کلکٹر اور دیگر روساء مستر
وہاں آ پہنچے۔ اور پنڈتوں کو شا سترارہ کے لئے بلانے لگے۔ مگر بالمقابل بولنے کا حوصلہ نہ ہوتا
وہ تو صرف نکالی گلوچ اور لاٹھی کا پرمان رکھتے تھے۔ اس لئے ڈپٹی صاحب نے انہیں منتشر کر دیا۔

شا سترارہ کا حوصلہ نہ پا کر مسترا کے کچھ بڑے پنڈوں نے سوچا۔ کہ ایسی تجویز کریں، جس سے سوامی
دیبا بند بیک کی نظروں سے گر جائیں۔ آپس میں صلاح مشورہ کے بعد ایک دیشیا کو اس کا ذریعہ بنا یا۔
اُسے کہا گیا۔ کہ اگر کسی طریقہ سے سوامی دیبا بند کا بڑبھج یہ بھنگ کر دے۔ تو جو مانگیگی دیں گے۔ اُس نے
پانچ سو روپیہ مانگا۔ جو منظور ہو گیا لیکن اُس نے کہا۔ کہ میں لٹیگی لونگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وہ عورت زیور
اور کپڑوں سے آراستہ پیراستہ ہو کر علی الصبح سوامی جی کی رہائش گاہ پر آئی۔ پنڈے لوگ باہر بٹھیرے۔ کہ
ابھی شور شرابہ کا موقع ملے گا۔ سوامی جی سما دھی لگائے بیٹھ گئے۔ اُن کے چہرے سے جلال ٹپک رہا
تھا۔ دیشیا اُس کی تاب نہ لاسکی۔ دبے پاؤں لوٹ آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ مجھے تو ڈر
لگتا ہے۔ اُنہوں نے مخول کرتے ہوئے اُسے پھر حوصلہ دیا۔ وہ اندر گئی۔ مگر سما دھی نہ کھلی تھی۔ اب کی دفعہ
اُس کے دل میں سوامی جی کے لئے عقیدت کا جذبہ پیدا ہوا۔ سوچنے لگی۔ میں نے اس مہمان کو بدنام کرنے کا
ارادہ کر کے بڑا پاپ کیا ہے۔ تب اُس نے اپنے زیور انار نے مشروع کئے۔ سوامی جی نے آنکھ کھولی۔



نواستری کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اُس نے زار و قطار روتے ہوئے معافی مانگی۔ اور بولی سدا راج میں باپن روپے وزیر کی خاطر اپنا دھرم گنوا تی رہی۔ اب بھی زیور کے لالچ سے میں باپن ہنٹاری یہاں آئی تھی۔ مگر یہاں آکر میرا رادہ بدل گیا ہے۔ زیور اب آپ کے آپن ہیں۔ میرے باپ کو کشتما کیجئے پو سوامی جی نے کہا۔ دیوی! ہمیں اس زیور کی خواہش نہیں۔ تو اسے لے جا اور اپنے کام میں لگا۔ پرمانتا کرے تیرا دل اس طرح نیک بنا رہے۔

مسخراسے چل کر آپ الہ آباد آئے۔ یہاں آتے ہی آپ نے عام نوٹس دیا۔ کہ جو کوئی کسی بھی مذہبی معاملہ پر بات چیت کرنا چاہے۔ آکر کر لے۔ مگر کوئی بھی مقابلہ پر نہ آیا۔ یہاں آپ کے بیکچروں کا میوہ کالج کے طلباء پر اچھا اثر پڑا۔ اُن میں سے کئی ایک آپ کے بھگت بن گئے۔ یہاں دو بیٹے کے قہام میں راجہ جیکرٹن داس سی ایس آئی کو ستیا رتھ پر کاش لکھو اگر آپ جبل پور روانہ ہو گئے۔ جبل پور پہنچنے پر وہاں کے پنڈت لوگ اکٹھے ہوئے۔ اور مورتی پوجا پر شاستر ارتھ کرنے کی تجویز کی۔ مگر اُس وقت پنڈتوں کو مورتی پوجا کے ثبوت میں دید کا کوئی منتر نہ مل سکا۔ ایک دیا کھیان دیکر سوامی جی آگے روانہ ہوئے۔

ناسک پہنچ کر مورتی پوجا پر مٹھوی پوجا اور کش پوجا کا خوب کھنڈن کیا۔ یہاں ۵۔ ۷ ہزار بھیک مانگنے والے برہمنوں کی روزی پاکھنڈ کے سبب بنی ہوئی تھی۔ اُن میں بچل مچ گئی۔ لگے سوامی جی کو گایا دل دینے۔ سوامی جی چہند روز یہاں بٹھیر کر بمبئی روانہ ہو گئے۔

بمبئی میں

سوامی جی ۲۶ اکتوبر ۱۸۷۴ء کو بمبئی پہنچے۔ اُس وقت بمبئی آج کل کا سانہ تھا۔ آج کل کی طرح بمبئی اُس وقت بھی تجارت کا مرکز تھا، مگر اُس زمانہ میں وہاں تعلیم کا اتنا پرچار نہیں تھا۔ جتنا اب ہے۔ تھوڑے سے پارسیوں کو چھوڑ کر اُن دنوں وہاں کی دوسری نواذوں میں تعلیم کا بہت کم پرچار تھا۔ بلکہ آجادیہ مت والوں کا بہت زور تھا۔ اس مت کے آچاریہ اپنے چیلوں اور چیلیوں کا شادی کے وقت تن۔ من۔ دھن آپن کرا کے برہم سمبندھ کراتے ہیں۔ یعنی شادی کے وقت اس مت کے دولہا دولہن کو اپنے مت کے آچاریوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اور مندر کا پجاری پہلے اس دولہن سے رز آچار کرتا ہے۔ علاوہ انہیں چند تعلیم یافتہ اصحاب نے وہاں برہم سماج اور پراکھنا سماج قائم کر رکھے تھے۔ سوامی جی نے وہاں پہنچتے ہی گجراتی۔ مراٹھی اور انگریزی استھانرات

دے دیتے۔ کہ جس کسی کو سچ جھوٹ کا فیصلہ کرنا منظور ہو وہ اگر بات نہ جیت کر لے۔ ان ہشتار کے تقسیم ہوتے ہی شہر بھر میں پھیل چُک گئی۔ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ کہ شاسترارہ کرے۔ آخر کار دھولی تالاب پر تقریباً دس ہزار کی حاضری میں سوامی جی نے مورتی پوجا کے کھنڈن پر ایک ٹیکچر دیا۔ دوسرے دن سوامی جی نے بیچہ سمپہ داسے کے آچاریوں کے خلاف زبردست آواز بلند کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کو اس پاکھنڈ کا علم ہو گیا۔ اور گو سائیں جیون جی کی رزق ماری ہونے لگی۔ گو سائیں جی نے سوامی جی کے ملازم بلدیو سنگھ کو بلا کر کہا۔ کہ اگر تم نہ مردے کر یا کسی دوسرے ذریعہ سے سوامی جی کو ہلاک کر دو۔ تو ہم ایک ہزار روپیہ دیں گے۔ اور صرف وعدہ ہی نہ کیا۔ بلکہ اس مطلب کی دستخطی تحریر بھی دے دی۔ نیز پانچ روپے نقد اور پانچ سیر مٹھائی اُسی دقت دے دی۔ سوامی جی کو کسی نے آکر خبر دی۔ کہ آپ کا رہو یا گو سائیں جی کے پاس کھڑا ہے۔ بلدیو سنگھ لوٹ کر ڈیرہ پر گیا۔ تو سوامی جی نے پوچھا۔ آج تم گو کلیوں کے ہاں گئے تھے؟ بلدیو سنگھ نے جواب دیا۔ ہاں گیا تھا۔

سوامی جی نے پوچھا۔ سچ کہو کیا فیصلہ کر کے آئے ہو؟ بلدیو سنگھ نے شروع سے لے کر آخر تک سارا واقعہ کہہ سُنایا۔ سوامی جی نے کہا۔ دیکھو جسے پر ماتا نہیں مارتا۔ اُسے مارنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے۔ بنارس میں مجھے نہ ہر دیا۔ پر یاگ میں بھی زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر میں صاف بچ جاتا رہا ہوں۔ اور اب بھی بچ چکا ہوں۔ مردوں کا نہیں۔

بلدیو سنگھ نے سوامی جی کے قدموں گر کر مُعافی مانگی۔ سوامی جی نے مٹھائی پھینکوا دی۔ رُقعہ پھاڑ دیا۔ اور کہا۔ خبردار! آئندہ گو سائوں کے ہاں مت جانا۔

جب اس طریق سے گو سائیں جی کا میاب نہ ہوئے۔ تو چار آدمی مُقرر کئے۔ کہ سوامی جی جب ساحل سمندر پر سیر کرنے جائیں۔ تو آتے جانے موقعہ پا کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ جس سڑک پر سوامی جی روز جاتے تھے۔ اُسی طرف ان بد معاشوں نے بھی جانا شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک دن سڑک پر مقابلہ ہوا۔ مگر سوامی جی کی صورت دیکھ کر مارنا تو گُما، بول بھی نہ سکے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ ”کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟“ اُن کے دل کا کھوٹ ظاہر ہو گیا۔ اور وہ تھر تھرا پٹے

لگے۔ پھر انہوں نے سوامی جی کے پیچھے جانے کا کبھی نام بھی نہ لیا۔ اس واقعہ سے گوسائیں جی بھی ایسے ڈرے کہ وہاں سے جاگ کر مدراس چلے گئے۔

بمبئی کے پنڈتوں کو جب سامنے آکر شاہنشاہ کرانے کی جرأت نہ ہوئی۔ تو ایک گم نام شخص نے ایک اشتہار میں ۲۴ سوالات چھپوا کر شہر کئے۔ جن کا جواب سوامی جی نے اسی طرح چھپوا کر شہر میں مشہر کر دیا۔

اس تمام جدوجہد کے بعد جب پنڈتوں نے دیکھا کہ اس طرح بھی ہماری دال نہیں نکلتی۔ تو انہوں نے آخر سوامی جی کے ساتھ شاہنشاہ کرانے کی جرأت کی۔ بمبئی کی لائبریری میں شاہنشاہ ہوا۔ جیو اور برہم کی ایکتا پر پنڈت جے کرشن ویاس سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ سوامی جی نے شاہنشاہ کے حوالوں اور دلائل سے ثابت کر دکھایا کہ جیو اور برہم ایک نہیں۔ بلکہ جدا جدا جوہر ہیں۔ پنڈت جی کا ویدانت کا نشہ اُتر گیا۔ اس کے بعد سوامی جی نے ”ویدانت دھوانتی نوارن“ کے ”سوامی نارائن مت کھنڈن“ و ”لجھ مت کھنڈن“ نامی کتابیں شائع کیں۔ جس سے بمبئی کی مذہبی دُنیا میں ایک گونہ ہتلمہ چُ گیا۔

احمد آباد

بمبئی میں ابھی کام ختم نہ ہوا تھا کہ احمد آباد کے سیشن جج رائے بہادر گوپال راؤ دیش مکھ ہاں سوامی کو احمد آباد لے گئے۔ یہاں کا ایک بڑا دولت مند رئیس سوامی جی کو سیشن پر لیئے آیا۔ اس نے دو تین لاکھ روپیہ لگا کر اپنا مندر بنوایا تھا۔ راستہ میں اُس نے سوامی جی سے اپنے مندر کی تعریف شروع کی۔ سوامی جی نے یہ سُن کر افسوس ظاہر کیا۔ اور گاڑی میں ہاتھ مار کر بولے — اتنا روپیہ تم نے ایک پتھر پر لگا دیا۔ اگر کسی پائٹھالہ پر خرچ کرتے۔ تو دید کے پڑے ہوئے برہمن جگت کو فائدہ پہنچاتے۔ ایسی ہی مورتی کی بدولت ہم لوگ آج اس دُر دشا کو پہنچ گئے ہیں۔ کہ دید جرمی سے آتے ہیں تب کہیں پڑھنے نصیب ہوتے ہیں۔

اُس نے کہا — میں مورتی پُو جاسدھ کر ادونگا۔ چنانچہ اُس نے راجہ ملار راؤ سے

مشورہ کر کے پنڈت بلائے۔ ایک جج کے باغ میں، جہاں سوامی جی پھیرے ہوئے تھے۔ شاہنشاہ راؤ نے ہونا قرار پایا۔ ۲-۳ سو پنڈت اکٹھے ہوئے۔ پانچ گھنٹہ تک شاہنشاہ ہوتا رہا۔ آخر کو جب

مورتی ہو جا سدا نہ ہو سکی۔ تو گئے کچا بیاں دیتے گئے۔ تب گوہالی راج نے کہا۔۔۔۔۔ مورتی
یوچا حقیقت میں دیدے تو ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں اس کا ماننا نہ ماننا یہ بات اپنی مرضی کی ہے۔
احمد آباد سے آپ اس وقت لاہور آکر آجکل پہنچے۔ ان دنوں گورنر صاحب بھی تشریف
لائے ہوئے تھے۔ یہاں آپ نے ۱۲ لیکچر دیے۔ ایک لیکچر میں آپ نے یہ ثابت کیا تھا۔ کہ آریہ لوگ
امریکہ گئے تھے۔ ارجن کا بیاد وہیں ہوا تھا۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ امریکہ کو گولڈس نے دریافت
کیا یہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ آریہ لوگ پہلے ہی سے جانتے تھے۔ آگ کی گاڑی یعنی ریل پہلے بھی تھی۔
اس کی تائید میں آپ نے کئی دید منظر کے حوالے دیے اور کہا۔ کہ انگریزوں کی یہ نئی ایجاد نہیں ہے
۲۲ جنوری ۱۸۵۷ء کو سوامی جی احمد آباد آئے۔ یہاں سے ۲۹ جنوری کو پھر دوسری مرتبہ
بہنٹی پر چارے بھگت لوگوں نے اب کی دفعہ بڑے جوش سے خیر مقدم کیا۔ پہلی دفعہ کے ایہ بھول
سے وہاں کے لوگوں میں سماج قائم کرنے کا خیال ہو گیا تھا۔ مگر آپ کے احمد آباد چلے جانے سے
وہ خیال کا خیال ہی رہا۔ اب آپ کی دوبارہ تشریف آوری پر لوگوں میں سماج قائم کرنے کے
خیال نے پھر جوش مارا۔ اور لوگوں نے سوامی جی کے مشورہ سے سماج کے اصول بنائے
کچھ دنوں تک ان پر غور و خوض اور بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ آخر جب بہت مباحثوں سے ان کی
صحت ہو گئی۔ اور آپ نے بھی ان کو منظور کر لیا۔ تو ۱۰ اپریل ۱۸۵۷ء کو وقت شام گرگاؤں
(دہلی) میں مسٹر گردھاری بعل دیال داس کو ٹھہاری بی اے ایل ایل بی کی صدارت میں ایک
عام جلسہ ہوا جس میں یہ اصول پڑھ کر سنائے گئے۔ اور اتفاق رائے سے پاس ہوئے۔ اسی روز
سے آریہ سماج قائم ہوا۔ اصول جو پاس ہوئے حسب ذیل تھے :-

اسب مشنوں کے لئے آریہ سماج کا وجود لازمی ہے

۱۲۷۔ اس سماج میں کیوں وید کا پرمان مانا جائیگا۔ شہادت کے لئے، ویدوں کے گویان اور اسی طرح آریہ انہاس کے لئے شتھ پتھ وغیرہ براہمن، چھ ویدانگ، چار آب وید، چھ درشن اور ۱۲۷ ویدوں کی تشریح رچہ جی شاخل کو بھی وید کے مطابق ہونے سے ثبوت تسلیم کیا جائے گا۔

۱۷۔ اس سماج میں ہر ایک خصوصاً بین ایک سنٹرل سماج ہو گا۔ اور دوسرے سماج اس کے ماتحت ہوں گے۔

۴۔ سب سماجوں کی دیوستھائینٹرل سماج کے مطابق ہوگی ۵۔

۵۔ سنٹرل سماج میں دید انوکول سنکرت اور آریہ بھاشا میں کئی قسم کی کتابیں موجود رہیں گی۔ اور سماج کے اصولوں کے پرچار کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار آریہ پرکاش، شلٹ ہوگا۔

۶۔ ہر ایک سماج میں ایک پردھان ہوگا۔ ایک منتری اور دوسرے استری پریش سب بھاسد ہو گئے۔

۷۔ پردھان سماج کی ویسٹھا کا خیال رکھیں گے۔ اور منتری سب پرکار کی خط و کتابت کرے گا۔

۸۔ ست پریش، آتسا ہی، سدا چاری، اور پراچاری اشخاص ہی اس سماج کے ممبر ہو سکیں گے۔

۹۔ ہر ایک گھر مسیحی ممبر کو واجب ہے کہ گھر کے کاموں سے فرصت ملنے پر جس طرح گھر کے کاموں میں محنت کرتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ محنت اس سماج کو ترقی دینے کے لئے کرے۔ جو ممبر گھر مسیحی نہ ہوں۔ وہ اپنی تمام تر کوششیں اس کام میں صرف کریں۔

۱۰۔ ہر آٹھویں دن پردھان، منتری اور سب بھاسد سماج مندر میں اکٹھے ہوں۔ اور سب کاموں

سے اسے مقدم جانیں۔

۱۱۔ اکٹھے ہو کر پریم سے وارثا لاپ کریں پھر سام دید پریشور، ست دھرم، ست آپدیش سے متعلق مضامین پر اجلاسے بھین لگائیں۔ اور انہی مضامین پر ویسٹھوں کے ارتھوں کی تشریح کی جائے۔

۱۲۔ ہر ایک بھاسد ویسٹھاری اور نیک بیتی سے جو روپیہ کمائے۔ اس میں سے ایک فیصدی آریہ سماج، آریہ ویڈالیہ اور آریہ پرکاش کے پرچار کے لئے آریہ سماج کو چھند دے۔

۱۳۔ جو شخص ان کاموں کے لئے جتنی زیادہ محنت کرے، اس کی اتنی ہی زیادہ عزت حوصلہ فرائی کے لئے ہونی چاہئے۔

۱۴۔ اس سماج میں دیدوں کے مطابق ایک ہی پریشور کی ستی یا پراہتھنا اور آپاسنا کی جائی۔ ستی سناکارا، سرو شکتیمان، نیباٹے کاری، اجنا، انت، بزوکار، انا دی، انولیم، ویالو، سرو آدھارا اور ست، چیت اور آند وغیرہ گنوں والے پرمانتا کا بھجن کیرتن، اسی سے پراہتھنا کرنا، اسی سے سب نیک کاموں میں امداد چاہنا۔ اور آپاسنا سے اس کے آند سروپ میں محو ہونا ہے۔ پس ایسے پریشور کی ہی بھگتی کرنی چاہئے۔ اس کے سوائے اور کبھی کسی دیوی دیوتا کی نہ جانہ کرنی چاہئے۔

۱۵۔ اس سماج میں تمام سنسکار ویدک ریتی سے لئے جائیں گے۔

۱۶۔ اس سماج کی طرف سے شریف اور قابل لوگ آپدیش کے لئے وقتاً فوقتاً باہر بھیجے جایا کریں گے۔

۱۷۔ استری اور پُرش دونوں کے لئے الگ الگ آریہ دویالے جاری کئے جائیں گے۔ استریوں کے لئے ادھیا پکا وغیرہ کا کام استریوں ہی کے سپرد ہوگا۔ اور پُرشوں کے دویالے میں سب کام پُرش کریں گے۔

۱۸۔ اس سملج میں پردھان وغیرہ سب سمجھا سوں کو پر سپر پریم پریتی سے، عزور، تعصب، ضد اور غصہ چھوڑ کر نیک دلی سے ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے۔

۲۰۔ جو آدمی ان اصولوں کے بموجب زندگی بسر کرنے والا، دھرماتما، شریف ہو۔ اُس کو اعلیٰ ممبران میں داخل کیا جائے۔ جو ایسا نہ ہو۔ اُسے عام ممبر رکھا جائے۔ اور جو صاف طور پر بدچلن ہو، اُس کو سماج سے نکال دیا جائے۔ مگر یہ دونوں کام کچھ بات یعنی رو رعایت سے نہیں۔ بلکہ شریف ممبران کے مشورہ سے کیا جائے۔

۳۔ جب بیاہ، پیدائش، موت یا کوئی اور دلان کا موقعہ ہو تو آریہ سماج کا خیال رکھا جائے۔ دھرم کا ایسا کام کوئی دوسرا نہیں۔ یہ سمجھ کر آریہ سماج کو کبھی فراموش نہ کریں۔

۴۔ ان اصولوں میں اگر کسی پرکار کی کمی پیشی کرنی ہوگی تو سب ممبران کے مشورہ سے اور سب کو اطلاع دے کر کی جائے گی۔

ان کے علاوہ چند اور بھی اصول وضع کئے گئے تھے۔ جن پر لوگوں نے دستخط کر کے یہ پر تگیا کی۔ کہ ہم لوگ تن۔ من اور دھن سے آریہ دھرم کا پرچار کریں گے۔

شاسترارتھ بمبئی

بمبئی میں آریہ سماج قائم کر کے سوامی جی احمد آباد چلے گئے۔ لوگوں نے سمجھا۔ کہ اب وہ پھر بمبئی نہیں آئیں گے۔ اور چونکہ وہاں آریہ سماج بھی باقاعدہ کام کرنے لگ گیا تھا۔ اس لئے بھی وہاں کے پنڈتوں نے اپنی فضیلت کی ڈینگ مارنے اور آریہ سماج کو کمزور کرنے کی نیت سے یہ مشورہ کر دیا کہ ہم سوامی جی کے ساتھ شاسترارتھ کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ مگر افسوس کہ وہ بغیر اطلاع دیئے چلے گئے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے اس مطلب کے اشتہارات بھی شہر میں چسپان کرادیئے۔ اس پر بمبئی آریہ

سماج نے مناسب خیال کیا۔ کہ سوامی جی کو پھر بمبئی بلایا جائے۔ چنانچہ منتری سماج نے آپ کو تار دیا اور سوامی جی واپس تشریف لے آئے۔ اور آتے ہی پنڈت لوگوں کو چیلنج دے دیا۔ جب انہوں نے

سننا۔ کہ سوامی جی سچ بمبئی پہنچ گئے ہیں۔ تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ لگے اور مرمنہ چھپانے

مگر بمبئی آر یہ سماج انہیں اس طرح کب خاموش بیٹھنے دیتا تھا۔ سماج نے ایک وکیل کی معرفت وہاں کے مشورہ پنڈت کنول نین کو شاسترارتھ کے لئے لکھا را۔ اب تو پنڈت صاحبان کو شاسترارتھ سے انکار کرنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء کو سینچر کے دن فرام جی کاؤس جی انسٹیٹیوٹ میں شاسترارتھ ہونا قرار پایا۔

سینچر وار کو لوگ وہاں مقررہ وقت سے پہلے ہی جمع ہونے لگے۔ شہر کے قریباً قریباً تمام سیٹھ، پنڈت اور معزز لوگ تشریف لائے۔ سوامی جی ٹھیک تین بجے ہاں میں داخل ہوئے۔ سٹیج خوب سجائی گئی تھی۔ ایک اوسنی جگہ پر دو کرسیاں بچھی تھیں، ایک سوامی جی کے لئے، دوسری پنڈت جی کے لئے۔ ان دو نوکر سیدیوں کے درمیان کوئی ڈیڑھ سیرکتا ہیں حوالہ جات کے لئے رکھی گئی تھیں۔ پلیٹ فارم کے نیچے آٹھ کرسیاں اخبارات کے نامہ نگاروں کے لئے رکھی تھیں۔ سوامی جی کے آنے کے آدھ گھنٹہ بعد پنڈت مکمل من تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ۲۵-۳۰ شاگردوں کے علاوہ کئی مارواڑی سیٹھ ساہوکار تھے۔ صدر جلسہ راؤ بہادر سیٹھ بیچمراس قرار پائے۔ انہوں نے ایک مختصر تقریر میں کہا۔ کہ ہم سب مورتی پوجک ہیں۔ اور میں خود بھی ایک مورتی پوجک ہوں۔ سوامی دیا آج یہ ثابت کریں گے۔ کہ مورتی پوجا وید کے خلاف ہے۔ یہ سن کر کسی کو غصہ کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ آپ لوگ بڑے غور سے سوامی جی کی تقریر کو سنیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ سچا راستہ کونسا ہے۔ اس کے بعد مکمل عین جی کھڑے ہو کر بولے۔ ————— پیشتر اس کے کہ شاسترارتھ شروع ہوا، یہاں بیٹھے تمام پنڈت لوگ یہ بتا دیں۔ کہ وہ کس عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں، لوگوں نے بہت کہا۔ کہ اس بات کا مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ آپ کا اس سے کوئی مطلب حل ہو سکتا ہے۔ مگر پنڈت جی اپنی حود پر قائم رہے۔ صدر جلسہ نے بھی پنڈت جی کے اس مطالبہ کو بغیر ضروری قرار دیا۔ اب پنڈت جی نے صدر کا سوال چھیڑ دیا۔ اور بولے۔ صدر وہ شخص ہونا چاہئے۔ جو کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھے۔

پنڈت جی کو نیتر ابد لئے دیکھ سوامی جی بولے۔ ————— مکمل عین جی! آج کا دن بڑا مبارک ہے۔ کہ آپ سچ جھوٹ کا فیصلہ کرنے کے لئے یہاں تشریف لائے ہیں۔ اور اس قدر لوگ جو اسٹے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اس خیال سے آئے ہیں۔ کہ سچ جھوٹ کا فیصلہ کر سکیں۔ اگرچہ فیصلہ کے لئے

غیر جانب دار صاحب صدر میر جو وہ ہیں، لیکن اُن سے بھی بڑے منصف چاروں وید ہیں۔ جو یہاں میز پر رکھے ہیں۔ آپ کرپاکر کے ان ویدوں میں سے پران پر تشٹھا (جس سے مورتی میں پران آجاتے ہیں) آدھن (جس سے اُن کو بلایا جاتا ہے)، و سرجن (جس سے اُن کو دواغ کیا جاتا ہے)۔ آپ جو جس سے اُنہیں پرین اور آسندت کیا جاتا ہے، وغیرہ کے متعلق کوئی منتر نکال کر اس کا ارتھ کھینچئے۔ تاکہ سچ اور تھوٹ کو لوگ معلوم کر سکیں۔ نیز میں اور آپ جو تقریریں کریں گے۔ اُن کو پنڈت لوگ نکھتے جائیں گے۔ اور بعد میں صدر میر سے اور آپ کے دستخطوں سے اُن کو شائع کر دیا جائے گا۔

پنڈت جی نے کسی بھی معقول بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جب لوگوں نے پنڈت جی کو اس طرح شاستر ارتھ سے گریز کرتے دیکھا۔ تو زور زور سے آوازے کئے گئے۔ پنڈت جی کو بھاگنے کا موقع مل گیا۔ اور وہ اٹھ کر چلنے لگے۔ صدر جلسہ نے کہا۔۔۔ ہمارا ج! آپ بغیر بولے چلے جاتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ دیکھو ہزاروں آدمی اس لئے آئے ہیں۔ کہ آپ مورتی پوجا کو ویدوں سے ثابت کریں گے۔ اور سوامی دیانتہ اس کی تردید میں حوالہ جات دیں گے۔ اور آخر میں کھراکھوٹا پرکھا جائے گا۔ آپ کے اس طرح بلاوجہ چلا جانے سے لوگ سمجھیں گے۔ کہ آپ کا پیش کمزور ہے۔ اور مورتی پوجا وید کے خلاف ہے۔

سوامی جی نے کسل نہیں جی سے کہا۔ کہ اس وقت مورتی پوجا سے لاکھوں آدمیوں کی روزی چلتی ہے۔ اگر آپ اس موقع پر ویدوں سے اس کا ثبوت نہ دیں گے۔ تو کیوں کر اُن کی روزی بنی رہ سکتی ہے۔ آپ مورتی پوجا کو سدھ کرنے سے گریز کریں گے۔ تو مجھے لازمی طور پر اس کا کھنڈن کرنا پڑیگا۔

پنڈت جی نے ان تمام باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا۔ اور اپنے چیلوں سمیت ہال سے باہر نکل گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے مجمع پر سوامی جی کی سچائی چھا گئی۔ اور لوگوں کا دل مورتی پوجا سے ہٹ گیا۔

سوامی جی ابھی بیٹھی ہی میں تھے۔ کہ ضلع ہوشیار پور پنجاب کے موضع حریبانہ کی مائی بھگونی نے سوامی جی کا اکھا ستیا رتھ پر کاشن پڑھا۔ مائی جی کے خیالات و دیانت کی طرف مائل تھے۔ اور وہ جوانی ہی میں گھر چھوڑ بیٹھی تھیں۔ ستیا رتھ پر کاشن کے مطالعہ سے مائی جی کے خیالات و دیانت سے یکاظم ہو گئے۔ ساتھ ہی سوامی جی کے درشنوں کی خواہش پیدا ہوئی۔ آخر کار اپنے بھائی چونی لال کو ساتھ

لے کر آپ لمبھی جا پہنچیں۔ سوامی جی استریوں کو اپدیش نہیں دیتے تھے۔ مگر اتنی دور سے آئی دیکھ کر سے پردہ کی اوٹ میں بیٹھ کر بات چیت کرنا سوامی جی نے منظور کر لیا۔ سوامی جی خیمہ کے اندر رہے اور مائی جی کو باہر بیٹھنے کی آگیا دی۔ چند ایک سوالوں کا تسلی بخش جواب پکڑائی جی کی تمام شکائیں دو ہو گئیں۔ مائی جی نے چلتے وقت کہا — مہاراج! میرے یوگیہ سیوا ہو تو آگیا کریں۔ سوامی جی بولے — سیوا یہی ہے۔ کہ جتنی تمہت ہے، اس سے اپنی بہنوں کو جگاؤ۔ اور ان میں دو بیا بھیاؤ چنانچہ مائی جی نے ہر بانہ واپس آنے ہی پاٹھشالہ جاری کر دی۔ اور آخری دم تک پرچار کا کام کرتی رہیں لمبھی کے قیام کے دوران ہی میں سوامی جی نے سنسکار وودھی، اور آرمیہ بھو نے، نامی دو کتابیں شائع کیں۔ اور وید بھاشیہ کا کام بھی شروع ہو گیا۔

پونے کا سوانگ

پونا ہائی کورٹ کے جج شری گووند راناڈے نے سوامی جی سے پونا آنے کی پرارحمت کی۔ اس پر رقتنا پر سوامی جی یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو لمبھی سے پونا پہنچے۔ یہاں سوامی جی نے پندرہ لیکچر دیئے۔ ان لیکچروں نے پیشواؤں کی را جدھائی پونا کو بیدار کر دیا۔ پونا کے لوگ آپ کے اپدیش پر ایسے لٹو ہوئے۔ کہ ایک دن آپ کی عزت کے لئے نگر گیر بن گیا۔ سوامی جی کی سواری کے تمام استقامات راناڈے کے ذمہ تھے۔ سوامی جی کو ہاتھی پر سوار کیا گیا۔ آگے باجے گا جے اور بھجن ہوتے تھے۔ جج ہاشٹ اور ہزار ہا لوگ ساتھ تھے۔ اسی طرح سارا شہر پھرے۔ مخالفوں کو یہ دیکھ کر آگ لگ گئی۔ دوسرے دن ایک آدمی کا منہ کالا کر گدھے پر چڑھا کر سارے شہر میں پھرایا۔ اور اس کو سوامی دیباچہ کے لکھنے پر اینٹ پتھر پھینکنے۔ اور اس کو گالیاں دیتے ہوئے جا رہے تھے۔

آریوں کے پاس ہاتھی تھا، بھجن تھے، باجے تھے، انہوں نے یہ سچ دھج دکھائی۔ مخالفوں کے پاس گدھا تھا، گالیاں بھجیں، پتھر تھے، انہوں نے اُسی سے نگر گیر بن کیا۔

یہ لیکچر پونا کے مریٹی دیبان کے ایک رسالہ ”لوک ہمت دادی“ میں شائع ہوئے تھے۔ بعد ازاں سوامی

شروہا سہجی نے انیس اپدیش منجری کے نام سے اردو و ہندی میں ترجمہ کیا۔ لیکچروں کا یہ مجموعہ آرمیہ

پستکالیہ دسرسوئی آسٹرم لہور سے شائع ہے۔

کسی بھگت نے سوامی جی کو خبر دی، کہ بازار میں یہ شور و غل مچا ہوا ہے۔ سوامی جی ہنسنے اور ایک ایک بات کا جواب نہایت فراخ دلی سے دیا، جو سننے لائق ہے۔

بھگت۔ مخالف لوگ آپ کو گالیاں دیتے ہیں۔

سوامی جی۔ اچھا ہے، گالیوں سے پیٹ خالی ہو لیگا۔ تو اچھے الفاظ کہیں گے۔ لہذا اس میں میری بڑائی ہے۔

بھگت۔ ایک آدمی کا منہ کالا کر دے پر چڑھا دیا ہے۔ اور آپ کے نام سے پکارتے ہیں۔

سوامی جی۔ سچے دیانتہ کو کوئی سیاہی نہیں لگی۔ اور بناوٹی دیانتہوں کا منہ کالا ہونا ہی ہوا۔

بھگت۔ آپ کا نام لے کر پتھر پھینکتے ہیں۔

سوامی جی۔ کل پتھر پرتے تھے، آج پھینکتے ہیں۔ لہذا میری بات مان گئے۔

بھگت۔ آپ کو جنم سے بیچ کہتے ہیں۔

سوامی جی۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ کہ جنم سے سب بیچ ہیں۔ جس نے پڑھا پڑ لایا۔ وہ برہمن ہو گیا۔ دھرم کے لئے لڑا تو کھشتی ہوا۔ ہوبار یا کھیتی کی تو ویش ہوا۔ ورنہ شودر۔ میں نے براہمن کے گھر جنم لیا تھا۔ براہمن کے بیٹے کو جنم سے بیچ مانا۔ تو میرے ہی سداوت پر آئے۔ مجھے تو یہ بات سن کر خوشی ہوئی ہے۔

اس طرح مخالفین کی لعن طعن کے بھی اچھے معنی نکالتے اور ہنستے رہے۔ آخر کار پونا میں بھی آئیہ سماج قائم ہو گیا۔

پونا میں سوامی جی نے بڑی جرأت سے مورتی پوجا کا کھٹن کیا۔ اور عزت زین و تعلیم یافتہ لوگوں کی ددیا اور سچائی کے قائل ہو گئے۔ مگر مندروں کے پجاری اور برہمن خفیہ سازشوں میں دن رات لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دن سوامی جی نے ایک مندر میں ان کو اکٹھے پایا۔ خوف تو کبھی نزدیک تک نہ پھٹکا تھا۔ وہیں مندر کے سامنے پتھر پر کھڑے ہو گئے۔ اور زور سے انہیں پکار کر کہنے لگے۔ اچھا بتاؤ۔ اس مورتی میں جو اندر ہے۔ اور اس پتھر میں جس پر میں کھڑا ہوں فرق کیا ہے؟ سوامی جی کی گرج سنکر مخالف لوگ یہ جا وہ جا ہو گئے۔

دواہ کے قیام کے بعد سوامی جی پھر بمبئی پر حارے۔ اب کی بار آپ نے سماج مندر میں ڈیوہ لگا دیا۔

یہاں آپ کے پاس برہم سملج کے لیڈ یا یونین چندر لائے، بابو پر تاپ چندر موزدار اور ڈاکٹر
بھنڈار کرے مختلف مضامین پر گفتگو ہوتی رہی ۛ

بہی کے بڑے پادری ولسن صاحب کو سوامی جی نے کئی بار دھرم چرچا کے لئے بلایا۔ مگر وہ
سامنے نہ آیا۔ تب آپ نے سوالات لکھ کر اس کے پاس بھیجے۔ اس پر بھی وہ چپ رہا۔ آخر کار سوامی
جی خود ایک روز اس کے مکان پر پہنچے۔ وہ بڑے تپاک سے ملا۔ سوامی جی نے بات چیت کا سلسلہ
شروع کیا۔ تو اس نے عدم فرصت کا بہانہ کر کے ٹال دیا۔ کہ میں خود آپ کے پاس کسی دن حاضر ہوں گا۔
تو بات چیت کرونگا۔ بعد ازاں جب تک سوامی جی بہی میں رہے۔ پادری صاحب نے شکل تنگ دکھائی
بلکہ شہر ہی سے باہر چلے گئے ۛ

انہی دنوں سوامی جی کو جرمنی سے مسٹر میکس مولر کی چٹھی موصول ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے
سوامی جی کو جرمنی آنے کی درخواست کی تھی۔ اور لکھا تھا۔ کہ وہ ملک بڑا خوش نصیب ہے۔ جہاں آپ
کا جنم ہوا ہے۔ سوامی جی نے جواب میں لکھا۔ کہ میرا آنے کا ارادہ تو تھا۔ مگر یہاں کے لوگ ابھی مجھے
نہ تک کہتے ہیں۔ جب تک میں اس ویش کر یہ نہ بتا دوں۔ کہ میں کیسا ناستک ہوں۔ تب تک
کسی دوسرے ملک میں نہیں جاسکتا ۛ

بعد ازاں نسخہ آباد، قائم گنج، کاشی، جون پور، اجودھیا، لکھنؤ ہوتے ہوئے سوامی جی
ملشی اندر من کی درخواست پر دسمبر ۱۸۷۶ء میں مراد آباد پہنچے۔ وہاں ان کو راجہ جے کشن داس
سی، ایس آئی کے بنگلہ میں بھیرایا گیا۔ اسی بنگلہ کے چوتھے پر سوامی جی ہر روز شام کے وقت
سہاگنا نے اور میکچر دیتے تھے۔ گو شہر کے پنڈتوں نے سوامی جی کے خلاف بہت کچھ کوالہل مچایا،
لیکن شاستر اترتھا کے لئے کوئی سامنے نہ آیا ۛ

پادری پارکر صاحب پندرہ روز تک سوامی جی سے تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ یہ تبادلہ خیالات
راجہ جیکشن داس صاحب کے بنگلہ پر تین تین گھنٹے تک جاری رہتا تھا۔ کنور پرمانند، ماسٹر
رُوپ کشور، ماسٹر ہری سنگھ، ڈپٹی امداد علی، بابو رام چندر بوس، ایک انگریز پادری وغیرہ ۴۰-۵۰
آدمی جایا کرتے تھے، آخری دن کا مضمون تھا — مونیاکب بینی ۛ پادری صاحب کا دعویٰ تھا
کہ دنیا کو بتے پانچ ہزار سال ہوئے ہیں۔ سوامی جی اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئے۔ اور وہاں سے

ایک بوری پتھر لاکر سوال کیا۔ کہ آپ لوگ ساٹس جانتے ہیں۔ بتائیے اس پتھر کو اس حالت میں آنے کے لئے کتنے سالوں کی ضرورت ہوگی؟ پادری صاحب نے جواب دیا۔ کئی لاکھ سالوں کی۔ اس پر سوامی جی نے کہا۔ جب دنیا کو بنے پانچ ہزار سال ہوئے ہیں۔ تو یہ پتھر کیسے بن گیا؟ اس پر پادری صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے معاملہ کو ٹالنے لگے۔

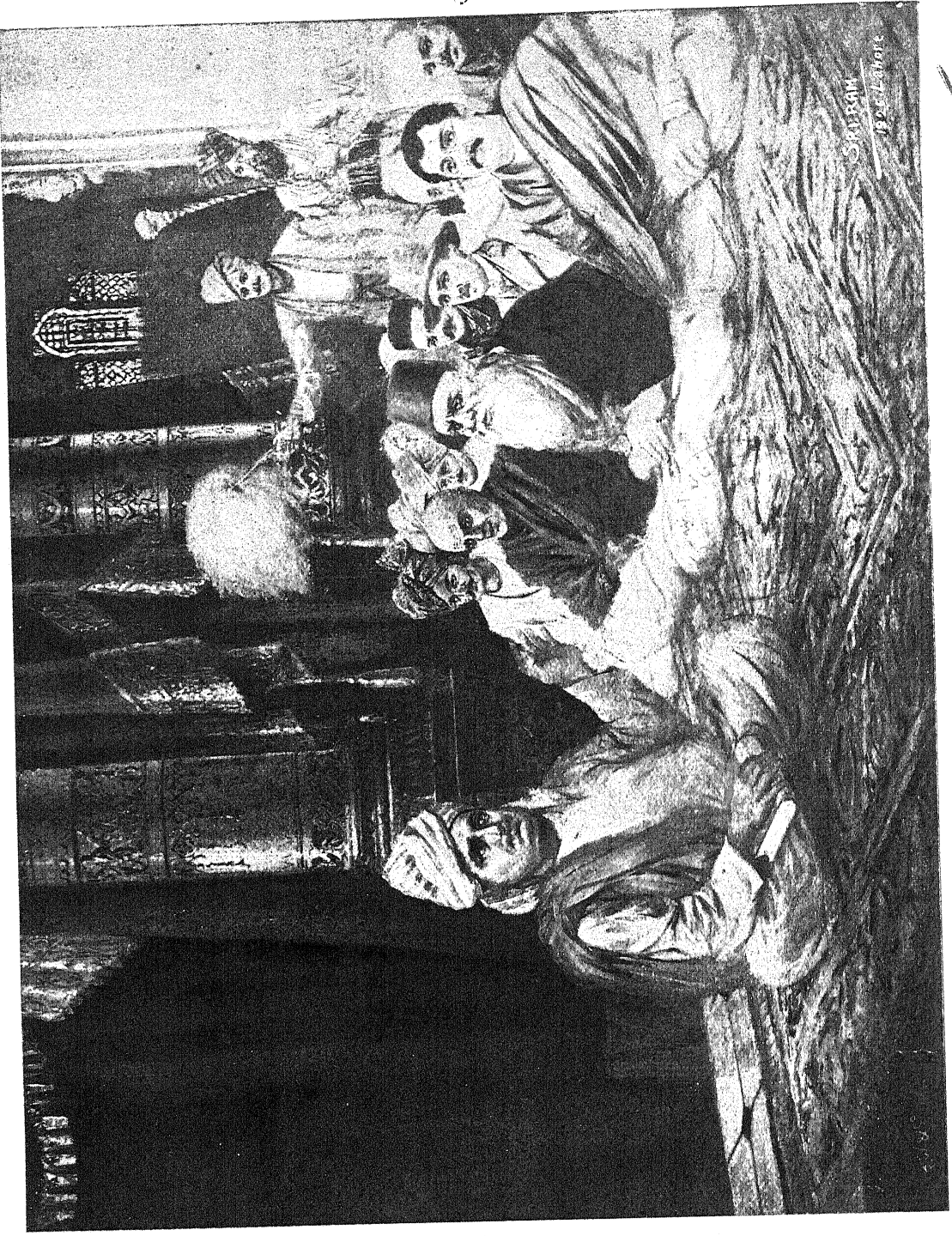
دہلی دربار

۱۷۷۷ء میں لارڈ ولٹن نے دہلی دربار کیا، جس میں ہندوستان بھر کے راجے، رئیس، تمام صوبوں کے گورنر اور انگریز و ہندوستانی شامل ہوئے۔ سوامی جی کو پرچار کی دُھن تھی۔ ایسا بڑا میلہ ہاتھ سے جائے، یہ ناممکن تھا۔ علاوہ ازیں ہمارا جہ اندور نے بھی سوامی جی کو اس موقع پر دہلی تشریف لانے اور پرچار کرنے کا مشورہ دیا۔ اُن کا ارادہ تھا۔ کہ والیان ریاست کے کیمپ میں بھی سوامی جی کے لیکچر کا انتظام کیا جائے۔

سوامی جی دسمبر ۱۷۷۷ء کے اخیر میں ٹھاکر مکند سنگھ و دیگر بھگتوں کے ہمراہ دہلی پہنچے۔ اجیمیری دروازہ کے باہر شیر مل کے انار باغ میں آپ کے واسطے پہلے ہی سے شامیانے نصب کئے گئے تھے۔ باغ کے نزدیک ہی راجوں اور رئیسوں کے خیمے تھے۔ سوامی جی کے کیمپ کے دروازے پر ایک بوڑھا لگا یا گیا تھا۔ جس پر موٹے الفاظ میں لکھا تھا۔ ”سوامی دیانند سرسوتی کے رہنے کی جگہ“ راجہ جے کشن داس سی۔ ایس۔ آئی، ٹھاکر مکند سنگھ رئیس چھلیسر۔ ٹھاکر گوپال سنگھ رئیس کرناٹ، حکیم رام پر ساد علی گڑھ، منشی اندر من رئیس مراد آباد، ٹھاکر بھوپال سنگھ رئیس دہلی، پنڈت بھیم سین، بابو ہریش چندر جنتا منی ممبئی، اور کشمی نارائن رئیس بریلی۔ وغیرہ اصحاب بھی سوامی جی کے پاس ہی بٹھیرے۔ جہاں راجوں کے کیمپوں کی شان تھی، وہاں سوامی دیانند سرسوتی کے ڈیرے کی بھی دُھوم تھی۔ آپ نے وہاں اُپدیشوں کی جھڑی لگا دی۔ شہر میں جا بجا اشتہارات تقسیم کرائے گئے، اور راجاؤں کے ڈیروں پر بھی لکوا دیے۔ ایک ایک گاہی ہر ایک راجہ ہمارا جہ اور رئیس تعلقہ دار کے پاس بھی خاص طور پر بھیج کر یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ یہ اچھا موقع ہے۔ اپنے پنڈتوں کے ساتھ شاسترا رتھ کرا کے سچ جھوٹ کا فیصلہ کر لیں۔ اور جو سچ ہو۔ اُسے قبول فرمائیں۔ ہمارا جہ اندور نے بھی کوشش کی۔ کہ ایک دن بھارت کے تمام راجگان اکٹھے ہو کر

آغا شہزادہ شریعتیہ کے راز و دل

”میں نے آغا شہزادہ شریعتیہ کو بہت سے بار دیکھا ہے۔ وہ ایک بہت ہی دلکش اور دلکش شخص تھا۔“



آغا شہزادہ شریعتیہ کے راز و دل

سوامی جی کا آپدیش سن لیں۔ لیکن راجاؤں کی عظیم الفرستی کے باعث یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔
 ہندوستانی راجاؤں سے اپنی خواہش پوری نہ ہوتے دیکھ کر سوامی جی نے ایک دن ہندوستان
 کے مختلف جاتیوں اور دھرموں کے کارکنان کو اپنے ڈیرے پر مدعو کیا۔ چنانچہ سرسید احمد خاں، بابو کیشو
 چندر سین، بابو لالوین چندر رائے، بابو ہریش چندر چٹنا منی، منشی کنہیا لال الکھ دھاری، منشی انور من
 یہ چھ اصحاب تشریف لائے۔ ساتویں سوامی دیباچہ تھے۔ سب نے مل کر ہندوستان کی بہتری پر غور
 کیا۔ سوامی جی نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ”ہم سب اس وقت مذہبی اصلاح کے کام میں لگے ہوئے
 ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے اپنے شکوک رفع کر کے سچے ویدک دھرم کو بنک بنیتی سے قبول کریں۔ اور
 سب مل کر ایک ہی طریقہ سے اصلاح کریں۔ تاکہ ملک کا جلد سدھار ہو جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا۔
 کہ علیحدہ علیحدہ سبائیں قائم کرنے کی بجائے اگر ہم مل کر ایک ہی دھرم کا پرچار کریں۔ تو ٹھیک ہوگا“
 افسوس کہ سوامی جی کی یہ تقریر سن کر بھی لیڈر لوگ اپنی تنگ دلی کو نہ چھوڑ سکے۔ اور ایک دن ہوئے۔
 ایک دن بابو کیشو چندر سین نے سوامی جی کو یہ مشورہ دیا۔ کہ اگر آپ کہہ دیں۔ کہ ”میں جو کچھ کہتا
 ہوں۔ ریشور کی طرف سے کہتا ہوں۔ اور ایسا ہی آپدیش کریں۔ تو بڑی کامیابی ہوئے“ سوامی جی نے
 اس پیچیری ڈھونگ کو اختیار کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کہا: ”ریشور سردانتر بامی ہے، کیا وہ
 کسی کے کان میں کچھ کہنے آتا ہے۔ میں ایسا جھوٹ نہیں کہہ سکتا“

دہلی میں سوامی جی کے درشن کر کے اور یکپہر سن کر پنجابی لوگ بہت خوش ہوئے۔ اپنے صوبہ کے
 لوگوں کو سوامی جی کے خیالات سے مستفید کرانے کی غرض سے ایک دن جالندھر کے رئیس
 سردار بکرم سنگھ، منشی کنہیا لال صاحب الکھ دھاری رئیس لدھیانہ وغیرہ اصحاب نے سوامی جی
 سے پیرارتنہا کی۔ کہ پنجاب پر بھی کر پا کریں۔ سوامی جی نے انکی بات کو بخوشی منظور کیا۔ اور بولے کہ۔
 اب ہم جلد آپ کے دیش میں آئیں گے۔

میرٹھ اور سہارنپور

دہلی سے چل کر سوامی جی ۶ جنوری کو بھیم سین کے صہرا، میرٹھ پہنچے۔ اور ڈپٹی مہتاب سنگھ کی
 کوٹھی واقعہ سورج کٹھ میں پھیرے۔ لوگ آنے جانے لگے۔ اور بحث مباحثہ کر کے اپنے شکوک رفع
 کرنے لگے۔

اُن دنوں سوامی جی حَقّہ پیکرتے تھے۔ ایک دن پنڈت بھاگیرتھ لال نے پوچھا ”آپ حَقّہ پیتے ہیں۔ یہ وید میں کہاں لکھا ہے؟“ سوامی جی بولے — ”اُس کی ممانعت بھی تو وید میں کہیں نہیں لکھی ہے۔“ تب پنڈت جی بولے — ”آپ سنیاسی ہو کر حَقّہ پیتے ہیں۔“ سوامی جی بولے — ”اگر آپ کو حَقّہ بُرا معلوم دیتا ہے۔ تو لیجئے۔ میں آج سے چھوڑتا ہوں۔“ یہ کہنا اور حَقّہ چھینک کر توڑ ڈالا۔

میرٹھ میں سوامی جی علی الصبح صبح نہ اُٹھتے تھے۔ اور شرت کی سروری ہونے پر بھی محض ایک نگوٹ پہن کر تنگے بدن ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈہ لئے باہر جایا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ باہر سے نیچے کی طرف آ رہے تھے۔ تو آگے ادبھی سڑک پر ایک سپاہی پہرے پر کھڑا تھا۔ ایک غیر معمولی لمبے گرانڈیل آدمی کو ڈنڈا ہاتھ میں لئے وگ بڑھاتے آتا دیکھ کر سپاہی دوسری طرف کمرہ ہونے ہی لگا ہی تھا۔ کہ سامنے والا قوی ہیکل دیو سڑک کے اوپر کو چڑھنے لگا۔ سپاہی کی گنگھی بندھ گئی۔ اور دھڑام سے زمین پر آ رہا۔ سنیاسی نے نرس کھا کر قدم بڑھایا۔ اور سپاہی کو اٹھانا چاہا۔ جس پر سپاہی اور گھبراہٹ آخو سار کچھ آدمی اور دھڑام آ گئے۔ جو چار پائی پر اٹھا کر اُسے تھانہ میں لے گئے۔ سپاہی نے بعد میں بیان کیا۔ کہ جوش آنے پر جب اُسے معلوم ہوا کہ ایک بڑے مہاتما سامنے آئے ہو سکتے ہیں انہیں دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ تو وہ ہماراج کے درختوں کو گیا۔ اس کے بعد وہ رقیہ پراتہ کال کے بھرمین سے واپس آنے ہوئے ہماراج کو پرنام کرنا۔ اس طرح جہاں بال برہمچاری کے جسمانی جلال کا بحد رعب طاری ہوتا تھا۔ وہاں اُن کی روحانی بزرگی کا سکّہ آپ سے آپ جم جاتا تھا۔

ایک دن سکات صاحب نے پوچھا — ”ہماراج! سنا جاتا ہے کہ سوامی شکر آچار یہ اپنی روح کو اپنے جسم سے نکال کر دوسرے کے جسم میں داخل کر دیتے تھے؟“ سوامی جی بولے — ”اتنا تو میں بھی کر سکتا ہوں۔“ اگر تمام جسم سے ساری جیون شکنی کو کھینچ کر جسم کے ایک حصہ میں جمع کر دوں۔ اور باقی سارا جسم مُردہ معلوم دے۔ ابھی اس چھوڑے عرصہ ہو گیا۔ تاہم جب کو یہ عمل دیکھا سکتا ہوں۔ جب میرے جیواوسط درجہ کا ابھاسی بھی اس قدر کر سکتا ہے۔ تو ایک قدم آگے بڑھانے پر دوسرے جسم میں آنا کو داخل کر سکتا نامکن نہیں معلوم ہوتا۔ باقی رہا یہ کہ شکر آچار یہ نے ایسا کیا تھا یا نہیں۔ یہ تاریخی واقعہ ہے۔ میرا ذاتی علم اس بارے میں کچھ نہیں ہو سکتا۔

یہاں بھی مخالفوں نے مخالفت پر کمر باندھی۔ مولوی عبدالغنی اور عبدالمد صاحب نے مباحثہ کے لئے علیحدہ علیحدہ خط و کتابت کی۔ ادھر عیسائیوں نے بھی چرچا چھیڑی۔ دوسری طرف دھرم رکھشی سبھانے شہر چایا۔ چوتھی طرف شر کے روستاء و پنڈتوں نے مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ مگر سوامی جی نے سب کو راجواب کر دیا۔ اور ہمیشہ بھر خوب پرچار کیا۔ نیکچر دیجے، سوالات کے جوابات دیجے اور مباحثوں کے مخالفوں کی لمبی چوڑی خط و کتابت کا خاطر خواہ جواب دیا۔ سوامی جی کی قابلیت کا لوہا سب مانتے تھے۔ کسی کو سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ لوگوں پر سوامی جی کی سچائی نے اثر کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں بھی آریہ سماج قائم ہو گیا۔ اور اول ہی اول ممبران کی تعداد سو سے بھی بڑھ گئی۔

یہاں لوگوں کو اپنے امرت رُوپی آپدیشوں سے نہال کر کے سوامی جی ۴۴ فروری ۱۸۸۷ء کو سکھان پور پہنچے۔ یہاں لالہ کشنیا لال کے سزاوہ اور چندر پنتا کے مندر میں آریہ کون تھے۔ اور کہاں سے آئے۔ کشنیا کی مہاشا کشنیشی آپنتی، دیکھی دیکھی کن ہے؟ دہنہ مضامین پر آپ کے زبردست نیکچر دیجے عام پبلک میگزین شہر۔ بڑی تعداد میں نیکچروں میں شامل ہوتے رہے۔ سکھی دکھی آدمی کی تشریح کرتے ہوئے سوامی جی نے ایک بڑے سا ہوکار کی مثال دی۔ کہ جس پر عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا۔ مینٹی کے روز سا ہوکار پانکی میں سوار ہو کر گیا۔ جوں جوں کچھری نزدیکی آتی تھی۔ پانکی اٹھانے والے مزدور خوش ہو رہے تھے۔ مگر سا ہوکار کا دل گھبرا رہا تھا۔ کہ نہ معلوم آج کیا فیصلہ ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے۔ کہ محض دھن سے شکہ نہیں ہوتا۔ شکہ دل کی حالت پر منحصر ہے۔ لہذا دھن پر ابھیمان کرنا موزوں کھول ہی کا کام ہے۔ نہ کہ عقل مندوں کا۔ ایک دن کے نیکچر میں سوامی جی نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ دھرم کی قید میں رہنا اچھا ہے۔ یا آزاد رہنا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ ہم کسی کی قید میں نہیں ہیں۔ ان کا یہ کہنا سراسر غلط ہے۔ کیونکہ دنیاوی آدمی کسی نہ کسی بندھن (قید) میں ضرور رہتے ہیں۔ اس لئے سب بندھنوں سے دھرم کا بندھن اچھا ہے۔ اُسی دن کے لالہ ہرنش سنگھی جی نے دھرم کے بندھن میں رہنا قبول کیا۔

میلہ چاند پور

ادھر ساران پور میں سوامی جی گرج رہے تھے۔ ادھر شاہ جہان پور سے پانچ کوس کے فاصلے پر چاند پور نامی گاؤں میں بہرم میلہ منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ میلہ کا سارا انتظام شاہ جہان پور

کے مشہور رئیس منشی پیارے لال جی نے کیا۔ ہندوستان بھر کے مذہبی علماء کو دعوت دی گئی۔ چنانچہ
سوامی جی کو بھی ایک دعوتی خط اور اشتہار پہنچا، جس میں اس مذہبی میلہ میں شرکت کے لئے درخواست
کی گئی تھی۔ سوامی جی نے اس موقع کو ہاتھ سے دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور منشی انارمن کو ساتھ لے کر ۱۱
مارچ کو چاندپور میں رونق انسر ہوئے۔

مسلمانوں کی جانب سے مولوی محمد قاسم، سید عبد المنصور صاحب، بیسائیوں کی طرف سے پادری
نوبل، پادری سکاٹ، پادری پارکر، پادری جانن صاحب اور دیگر دھرمیوں کی طرف سے سوامی جی
و منشی اندرمن شامل جلسہ ہوئے۔ میلے کے آغاز سے پیشتر منشی مسلمانوں نے سوامی جی سے کہا کہ ہم
اور آپ مل کر عیسائیوں کا کھنڈن کریں۔ سوامی جی کی حق پسند طبیعت نے اس بات کو منظور نہ کیا۔ آپ
نے کہا۔ یہ میلہ سچ اور جھوٹ کی تحقیق کے لئے کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم سب کو واجب ہے۔ کہ تعصب
کو بالائے طاق رکھ کر سچائی کا اظہار کریں۔ کسی کی مخالفت کرنا ٹھیک نہیں۔ سوامی جی چاہتے تھے
کہ شاستر اور مذہم از کم ایک ہفتہ رہے۔ مگر عیسائی پادریوں نے دو دن سے زیادہ ٹھیکرنا منظور نہ کیا۔
۲۰ مارچ کو صبح کے ساڑھے سات بجے پنڈت مولوی اور پادری صاحبان جلسہ میں تشریف
لائے۔ آدھا دن تو جلسہ کی شرائط طے کرنے میں گزر گیا۔ ایک بجے کارروائی شروع ہوئی۔ حاضرین
کا کچھ ٹھکانہ تھا۔ پچاس ہزار سے کم ہجوم کیا ہوگا۔ سب سے پہلے منشی پیارے لال جی نے اپنے
مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور بولے۔۔۔۔۔ بھائیو! آج کل مت متانزدوں کی ملک میں بارہوی آ
گئی ہے، جس سے سچائی کا تقریباً خاتمہ ہی ہو گیا ہے۔ اگر ہم سچے اور اصلی راستے کا سہارا نہ لے سکتے
ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ تعصبات سے بری ہو کر ہر ایک کو دوسرے کی روح نجات کے لئے سچ اور
جھوٹ کا فیصلہ کریں۔ اُمید ہے آپ سب دو دن کی کمر کھ دیکھا کریں گے۔ جو سچا اور
مطابق مبد ہوگا۔ اور جس پر چل کر ہم اپنے دھرم کی رکشا کر سکیں گے۔

بعد ازاں باہمی مشورہ سے قرار پایا۔ کہ باری باری ہر ایک آدمی پہلے اپنے عقائد کے مطابق
تقریر کرے۔ اور پھر اس میں جس کسی صاحب کو اعتراض ہو، اس کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ سب
پہلے مولوی محمد قاسم صاحب اُٹھے۔ فرمایا۔۔۔۔۔ ہم رام، کرشن، عیسیٰ، وید، بائبل کے مخالف
نہیں ہیں۔ مگر یہ باتیں اب چرائی ہو چکی ہیں جسکی حکومت کا وقت گزر چکا ہو، کسی نے کوئی خدمت کرتا ہے

اور نہ اُس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ لہذا جو اذکار اور پیغمبر پہلے زمانوں میں تھے۔ اور جو جو کتابیں یعنی توریت، زبور، انجیل ان کے عہد میں نازل ہوئی تھیں۔ اب وہ زائد المعیاد ہو چکی ہیں اُس زمانہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صاحب ہوئے ہیں۔ ہم سب کو ان کا ہی حکم ماننا چاہئے۔ اور جو کلام اللہ یعنی قرآن شریف ان کے عہد میں نازل ہوا۔ اُس پر ایمان لانا چاہئے۔ اس کے جواب میں پادری نوبل صاحب نے کہا — محمد صاحب کے پیغمبر اور قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے۔ کیونکہ قرآن میں جو باتیں ہیں۔ وہ سب بائبل سے لی گئی ہیں۔ حقیقت میں حضرت عیسیٰ مسیح خدا کے بیٹے تھے۔ اور ان پر ایمان لانے سے ہی ہماری نجات ہو سکتی ہے۔

مولوی صاحب — ہم حضرت عیسیٰ کو اذکار اور بائبل کو آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ مگر یہ بائبل اصل بائبل نہیں ہے۔ کیونکہ عیسائیوں نے کمی بیشی کر کے اس میں بہت سائنک سرچ لگا دیا ہے۔ اور چونکہ وہ بروئے قرآن شریف منور ہو گئی ہے۔ اس لئے بھی وہ قابل قبول نہیں ہے۔ پادری صاحب۔ راقم کی غلطی سے کہیں پر کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ تو اُس کے درست کر دینے میں بُرائی کیا ہوئی۔ ہم لوگ سچ کو چاہتے ہیں۔ جھوٹ کو نہیں۔ اس لئے ہمارا مذہب سچا ہے۔ مولوی صاحب۔ یہ تو صحیح ہے۔ کہ درست کرنے میں کوئی بُرائی نہیں۔ لیکن جس کتاب میں ایک بات بھی غلط ثابت ہو جائے۔ وہ کتاب کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں رہتی۔

پادری صاحب۔ کیا قرآن شریف میں تخریری غلطی نہیں ہو سکتی؟ لہذا اس بات پر اصرار کرنا اچھا نہیں۔ چونکہ ہم راستی پسند ہیں۔ اس لئے راستی ہی کے متلاشی رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انجیل کی تخریری غلطی کو ہم نے قبول کیا۔

مولوی صاحب — واہ! اگر آپ اتنے ہی راستی پسند ہیں۔ تو تین خدا کیوں مانتے ہیں؟ پادری صاحب۔ ہم تین خدا نہیں مانے۔ بلکہ وہ تینوں ایک ہی ہیں۔ یعنی واحد حقیقی سے مراد ہے۔ عیسیٰ مسیح میں انسانیت اور الوہیت دونوں ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسان کے رُوح سے انسان کا کام اور خدا کے رُوح سے وہ خدا کا کام یعنی معجزہ دکھاتا ہے۔

مولوی صاحب — مگر عیسیٰ نے تو کبھی آپ کو خدا نہیں کہا ہے۔ پھر آپ لوگ اُسے دُبرستی

خدا کیوں بناتے ہو؟

پادری صاحب۔ حضرت عیسیٰ نے ایسے سچرات دکھلائے۔ جن سے ثابت ہے۔ کہ وہ خدا تھے۔
جدا کیا کوئی دانا شخص اپنے منہ سے اپنی تعریف بھی کرتا ہے؟

مولوی صاحب۔ اگر وہ خدا تھا۔ تو اپنے آپ کو بھانسی سے کیوں نہ بچا سکا؟
غرضیکہ پہلے روز مسلمان اور پادریوں کے درمیان ہی شام تک بحث مباحثہ ہوتا رہا۔

سوامی جی کو بولنے کا موقع ہی نہ ملا؟

دوسرے دن پھر تمام اصحاب تشریف لائے۔ اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ مندرجہ ذیل
سوالات جو پیشتر ہی سے منظور ہو چکے تھے۔ پڑھے گئے۔

(۱) دنیا کو پریشور نے کس چیز سے؟ کب؟ اور کیوں بنایا؟

(۲) ریشور ہر جگہ حاضر ناظر ہے یا نہیں؟

(۳) ریشور عادل اور رحیم کس طرح ہے؟

(۴) وہا، ہائیل اور قرآن کے کلام الہی جو نے کیا کیا نبوت ہے؟

(۵) مکتبی یعنی نجات کیا چیز ہے اور کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟

تھوڑی دیر تو اس بات پر جھگڑا ہوتا رہا۔ کہ پہلے کون بولے۔ آخر پادری سکاٹ پہلے سوال

کے جواب میں بولے۔ ”اگرچہ یہ سوال فضول سا ہے۔ اور اس کا جواب دینا گویا قیمتی وقت

کو ضائع کرتا ہے۔ لیکن چونکہ سب کی خواہش ہے۔ کہ اس کا جواب دیا جائے۔ لہذا میں عرض کرتا

ہوں۔ چنانچہ دینا نہیں ہے۔ بنائی۔ کب بنائی یہ ہمیں معلوم نہیں۔ برسوں کی تعداد ہم کو معلوم

نہیں۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ اُس نے یہ دنیا آسمان کے لئے بنائی؟

مولوی صاحب اٹھے۔ بولے۔ ”خدا نے دنیا کو اپنے سے بنایا ہے۔ کب بنایا ہے؟

اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔ رٹی کھانے سے مطلب ہے۔ روٹی کب بنی؟ اس کے لئے فکر نہ

ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ دنیا انسان کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

اب اہی جی کی باری آئی۔ آپ سب کو مخاطب کر کے بولے۔ ”یہ میلہ سچائی کی تحقیقات

کے لئے منعقد ہوا ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے۔ کہ سچا مذہب کونسا ہے۔ تاکہ ہم اُس سے واقف

ہر کسی کو اختیار کریں۔ اور جھوٹے خیالات کو چھوڑ دیں۔ پس اس موقع پر ہار جیت کا خیال کسی کو
کرتا چاہئے۔ اس کے بعد آپ نے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ پرانتا نے دُنیا کو مادہ

سے بنایا۔ یہی لطیف مادہ دُنیا کا کارن ہے۔ جیسے پریشور انادی ہے۔ ویسے ہی دُنیا کا کارن
بھی انادی ہے۔ کیونکہ علت اور معلول کی خاصیتیں جدا جدا نہیں ہو سکتیں۔ اگر دُنیا کی علت
نستی نہیں کی جائے۔ تو معلول بھی نستی ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ پرانتا نے دُنیا کو اپنے آپ سے
بنایا ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے کہا ہے۔ تو یہ دُنیا بھی پریشور سرب ثابت ہوگی۔ جس طرح

گھڑا مٹی سے علیحدہ چسپڑ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دُنیا اور پرانتا ایک ہی چیز کی دو شکلیں،
ہوگی۔ اس حالت میں گتھا بلی، جور، بد معاش ہونے کا الزام پرانتا ہی کے قلم عائد ہوگا
اس لئے جو کہ مادہ کو پرانتا سے الگ تسلیم نہیں کرتے، اُن کا عقیدہ غلط اور سراسر غلط ہے۔

دوسری بات یہ کہ دُنیا کب بنی؟ اس کا جواب بھی دوسرے مذاہب والوں کے پاس
نہیں۔ اور ہو بھی کیسے؟ جبکہ کسی کو جاری ہوئے ۱۸ سو سال ہوئے ہیں۔ کسی کو تیرہ سو۔ کسی کو
پانچ سو۔ کسی کو سات سو، اس کا جواب ہمارے اور صرف ہمارے پاس ہے۔ کیونکہ ہم آریوں کا
مذہب دُنیا کی ابتدا میں ظاہر ہوا تھا۔ نئے دُنیا کو سب سے ایک رب چھپا لے کر ڈاکٹر لاکھ بادل
ہزار نو سو چھ ہتر سال گزرے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ دُنیا کیوں بنائی؟ یہ بھی بتانا ہوں۔ روح اور مادہ کی علت بذات خود
ازلی ہے۔ اور معلول دُنیا اور اُس کے لوگوں کے افعال ازلی ہیں۔ جب پرلے آتی ہے۔ اُس وقت
بھی رُوح کے کچھ افعال باقی رہ جاتے ہیں۔ اُن افعال کا اجر دینے کے لئے پریشور دُنیا کو پھر بناتا
ہے۔ اور مسلسل بدستور جاری رہتا ہے۔

لوگوں نے یہ باتیں پہلے کبھی نہ سنی تھیں۔ اُن کو اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ آریہ دھرم میں بھی
کوئی ایسا وِڈوان ہے۔ جو دوسرے مذاہب والوں کو لا جواب کر سکتا ہے۔ اس لئے لوگ حیران
ہو رہے تھے۔ پادری اور مولوی صاحب بھی اندر ہی اندر گھبرا رہے تھے۔ سو امی جی کے بیٹھ جانے پر
مولوی محمد ناسم صاحب اُٹھے اور سوال کیا۔ جب پانچ تو انادی ہیں۔ تو پھر پریشور کی ضرورت
ہی کیا ہے؟ اُن کے باہمی ملاپ سے دُنیا کی ہستی اور علیحدگی سے پہلے خود بخود ہو جایا کریگی۔

لہذا اس سے ایشور کا ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے ؟

سوامی جی بولے — پانی، مٹی اور ضروری اشیاء کے ہوتے ہوئے بھی جیسے کہ ہمارے بغیر خود بخود گھڑا نہیں بن جاتا، اسی طرح ازلی پانچ عناصر کے رہتے ہوئے بھی ایشور کے بغیر دنیا کی پیدائش و اُس کی پرلے نہیں ہو سکتی۔ لہذا دنیا کو بنانا، پرلے کرنا اور رُوحوں کے افعال کا اجر دینا ایشور کا ہی کام ہے۔ بغیر اُس کے دنیا کی پیدائش ہو ہی نہیں سکتی ۔

راتنے میں گیارہ بج چکے تھے۔ اس لئے پہلے وقت کی سکارو واٹی ختم کر دی گئی۔ تمام لیکچرار اپنے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ ایک بجے بعد دوپہر پھر جملہ مشروع ہوا۔ فیصلہ ہوا کہ چونکہ وقت غھوڑا ہے۔ اور مضامین زیر بحث زیادہ ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ صرف ملتی یعنی نجات کے سوال پر بحث کی جائے۔

تھوڑی دیر اسی بات پر تکرار ہوتی رہی۔ کہ پہلے کون بولے۔ مولوی اور پادری صاحب دونوں پہلے نہ بولنا چاہتے تھے۔ کیونکہ انہیں وہم ہو گیا تھا کہ صبح ہمارا اہلہ اسی لئے حلقہ رہا۔ کہ ہم پہلے بولے تھے۔ جب کوئی بھی نہ اُٹھا۔ تو سوامی جی نے تقریر شروع کی۔ فرمایا — ملتی کہتے ہیں۔ جھوٹ جانے کو۔ یعنی جتنے دکھ ہیں۔ اُن سب سے جھوٹا کہ سجدہ اتنا پرمانتا کے حصول سے ہمیشہ سرور رہنا۔ اور پھر جنم مرن کے بھیرے میں نہ پڑنا ہی ملتی ہے۔ اب وہ کس طرح مل سکتی ہے۔ اس کا پہلا ذریعہ سچ بولنا ہے۔ سچائی کی جانچ تبترا یا ضمیر کی گواہی سے کی جانی چاہئے جس میں آتما (ضمیر) اور پرمانتا کی گواہی نہ ہو۔ وہ جھوٹ ہے۔ فرض نیچے۔ ایک شخص چوری کرتا ہوا پکڑا جانا ہے۔ حاکم پوچھنا ہے کہ تُو نے چوری کی یا نہیں ؟ اگرچہ وہ اپنے آپ کو بے قصور ظاہر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں نے چوری نہیں کی۔ مگر اُس کی ضمیر اندر سے کہہ رہی ہے کہ تُم نے چوری کی ہے جب آدمی کوئی کام کرے لگتا ہے۔ تو اس کی ضمیر صاف بتا دیتی ہے۔ کہ یہ کام مناسب ہے یا غیر مناسب۔ پاک ضمیر کی پکار ہی ایشور کا فرمان ہے۔ جو اپنی ضمیر کی آواز سن کر بھی اُس کے خلاف کام کرتا ہے، اُس کی ملتی نہیں ہوتی۔ اور اُسی کو رکشس یا دوشٹ یا بیچ کہتے ہیں ۔

ملتی کے ذرائع یہ ہیں :-

۱، سچ بولنا - ۲، وید و دیا کو درست طریقہ سے حاصل کرنا۔ (۳) نیک آدمیوں کا سنگ کرنا

۱۴ من اور اندیلوں کو قابو میں رکھنا۔ اور گیان بڑھانا۔ (د) پرمانتا کی عبادت کرنا اور اس کی مہرانیوں کے لئے اس کا شکر یہ ادا کرنا۔ ۶، جھوٹ سے نکال کر سچ میں داخل کرنے، جہالت کے اندھیرے سے چھڑا کر روشنی کے رستے پر چلا لے، اور جنم مرن کے دھول سے چھڑانے کے لئے پرمانتا سے پرارتھنا کرنا۔ غرضیکہ مکتی راست بازی اور نیک چلنی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے بغیر نہیں ۴

پادری سکاٹ صاحب بولے — سوامی جی کہتے ہیں۔ کہ دکھوں سے چھوٹنے کا نام مکتی ہے لیکن مجھے اس سے اختلاف ہے۔ میری رائے میں گناہوں سے بچ کر بہشت میں پہنچنے کا نام ہی ہے اور یہ مکتی عیسائی مسیح پر ایمان لانے پر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ ثبوت موجود ہیں۔ کتنے گنہگار شرابی چور اور دھبچاری عیسائی مسیح پر ایمان لا کر نجات پا گئے ہیں۔ لہذا مسیح پر اعتقاد لانے بغیر مکتی نہیں ہو سکتی مولوی صاحب بھلا کیوں چپ رہتے؟ وہ بھی بولے — ”مکت ہونا ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے۔ حاکم وقت جس مجرم کو چاہے۔ بخش دے۔ اور جس کو نہ چاہے۔ نہ بخشے۔ حضرت محمد صاحب موجود وقت کے حاکم ہیں۔ اور وہی تختار ہیں، جو چاہیں سو کریں۔ جو ان کے احکام پر عمل کرے گا، ان پر ایمان لائے گا، وہی نجات کا حق دار ہو گا۔ دوسرا نہیں ۵

سوامی جی نے دونوں صاحبان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا — آپ لوگوں کی بات بے معنی اور سراسر غلط ہے۔ گنہگار کو بخشنے والا حاکم نہیں ہے۔ بلکہ وہ آپ ہے۔ اگر وہ ہی کوئی گناہ نہ کرے۔ تو وہ خود بخود مکت ہے۔ حاکم کیوں اسے بندھن میں ڈالے گا۔ اور اگر کوئی مجرم ہے تو خواہش رہنے پر بھی حاکم اسے از روئے انصاف مکت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جرم بخشا نہیں جاسکتا۔ جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے سے بچہ بوڑھا، نوجوان، گنہگار اور پرہیزگار بھی جل سکتے ہیں۔ اگر کسی کو معاف نہیں کر سکتی۔ اسی طرح انسان پاکیزہ انحال سے خود ہی مکت ہو سکتا ہے۔ عیسائی یا محمد صاحب کی سفارش کی یہاں ضرورت نہیں۔ پرمانتا ہر جا موجود اور قادر مطلق ہے۔ وہ اپنے کام میں کسی کی امداد نہیں چاہتا۔ اگر سفارش پر ہی کام ہوتا ہے۔ تو خدا میں طرف داری پائی جائے گی۔ اور وہ نیائے کاری نہیں رہے گا۔ مکتی اگر مل سکتی ہے۔ تو اپنے کرموں کے بھروسے پر مل سکتی ہے ۶ اتنے میں چار بج گئے۔ مولوی صاحبان نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ ادھر پادری سکاٹ صاحب سوامی جی کو ایک طرف لے جا کر بات چیت کرنے میں مشغول ہو گئے۔ پنڈال میں کسی نے

کو تسلیم نہیں کرتی۔ کہ وہ مہانتا تھے۔ سوامی نے جواب دیا۔ پورانوں میں شری کرشن پر جو الزام لگائے گئے ہیں۔ وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ لیکن عقل کے تسلیم کرنے کی نسبت کیا کہا جائے عقل اگر یہ ان لیتی ہے۔ کہ خدا کی روح کو ترکی شکل میں مریم پر اُتری اور پھر کنواری کے پیٹ سے مہانتا عیسیٰ پیدا ہو گئے۔ تو اُسے شری کرشن کی لیلانا سننے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ پادری صاحب اپنا سامنہ لے کر چلے گئے ۛ

اُن دنوں کارٹھین صاحب وہاں جوڈیشل اسٹنٹ کھڑے تھے۔ اور سوامی جی کے بیکچروں میں برابر آیا کرتے تھے۔ آپ سوامی جی کے بڑے بھگت تھے۔ آپ نے وید بھاشیہ کی خریداری کے لئے اپنا نام لکھایا۔ اور جس وقت سوامی جی لدھیانہ سے جانے لگے؛ آپ نے ایک لفافہ میں بند کر کے کچھ روپے اُن کی بھینٹ کئے ۛ

لاہور

دہلی دربار کے موقع پر پنڈت من پھول صاحب میرٹھی گورنمنٹ پنجاب اور معشی ہرنیکہ رائے صاحب مالک کوہ نور پور میں نے سوامی جی کو لاہور تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ لاہور کو آتے وقت ہی آپ نے لدھیانہ میں قیام فرمایا تھا۔ چنانچہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء کو لدھیانہ سے روانہ ہو کر اسی دن شام کے وقت لاہور آ پہنچے۔ پنڈت من پھول صاحب سیشن پر موجود تھے۔ سیشن سے سیدھا آپ کو دیوال رتن چند صاحب کے باغیچے میں لے جایا گیا۔ وہاں رہائش وغیرہ کا انتظام پہلے سے ہی ہو چکا تھا۔ اس وقت سوامی جی کے پاس اتنی کتابیں تھیں۔ کہ صرف اُن کے لئے ایک چوبیس گناڑی کی ضرورت پڑی ۛ لاہور میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنا نا نا پھیل گئی۔ لوگ پہلے ہی آپ کا نام سن چکے تھے۔ علاوہ انہیں براہمنوں نے جا بجا مشہور کر رکھا تھا۔ کہ عیسائیوں کا ایک آدمی یہاں آپریشن کر لے آ رہا ہے۔ ظاہر ہوا اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ عیسائی ہے۔ مودرتی پوجا، شراذھ، اوتار، اور تیرتھ کا کھنڈن کرتا ہے۔ انگریز لوگ خفیہ طور پر اُس کی امداد کرتے ہیں۔ اور ولایت سے ایک خاص رقم ماہوار اُس سے اس کام کے لئے ملتی ہے ۛ

سوامی جی کا پہلا ایکچر اولی صاحب میں ہوا۔ مضمون تھا ”دہاد اور ویدوکت و دھرم“ ایکچر کا وقت شام کے چھ بجے تھا۔ مگر جگہ بہت دیر پہلے پُر ہو گئی۔ ہزاروں آدمی آچکے تھے۔ اور ہزاروں چلے آ رہے تھے

سوامی جی نے ویدوں کی فضیلت، یگیہ کے فوائد وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ پورانوں کے گپوڑوں کا زبردست کھنڈن کیا۔ دوسرا لیکچر ۲۷۔ اپریل کو اسی مقام پر ہوا۔ حاضری کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ پولیس کا انتظام بھی خاطر خواہ تھا۔ سوامی جی کے ان دو لیکچروں نے شہر میں کھلبلی پیدا کر دی سوامی جی کو لاہور بلائے میں زیادہ تر ہفتہ برہم سماجیوں کا تھا۔ ان کے رہنے کا انتظام بھی وہی کرتے تھے مگر سوامی جی اپنے اصول کے ایسے پکے تھے کہ لیکچر کے وقت اپنے مددگاروں کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ باولی صاحب کے بعد دو لیکچر برہم سماجیوں نے اپنے سندر واقعہ انارکلی میں کرائے۔ برہمہ لوگوں کا خیل تھا۔ کہ سوامی جی وہاں برہم دھرم کا پیش اور مورتی پوجا و شرادھ وغیرہ کا کھنڈن کریں گے۔ لیکن جب سوامی جی نے پہلے لیکچر میں یہ ثابت کیا۔ کہ ویدائشور کا گیان ہے۔ اور دوسرے میں تناسخ کا مسئلہ ثابت کیا، تو ان لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ کیونکہ یہ دونوں لیکچر برہم سماج کے اصولوں کے خلاف تھے۔ برہمہ لوگ سوامی جی سے بگڑ گئے۔

ادھر لاہور کے برہمنوں نے ایک سبھا کی اور دیوان رتن چند سے جا کر شکایت کی۔ کہ جو شخص مورتی پوجا کا کھنڈن کرتا ہو، اور براہمنوں اور دیوتاؤں کی تند کرے، اُسے اپنے مکان پر پھینک دیا جائے۔ دینا ٹھیک نہیں، چنانچہ دیوان صاحب مکان خالی کرائے پر مائل ہو گئے۔ سوامی جی سے مکان خالی کر دیئے کو کہا گیا۔ چنانچہ سوامی جی کے بھگت انہیں ڈاکٹر رحیم خان کی کوٹھی میں لے گئے۔ یہ کوٹھی بھگت چھو کے چوبارے کے نزدیک اور میوہ سپتال کے سامنے واقع تھی۔ وہاں پر سوامی جی نے بے دھڑک پورانوں کی گپوڑاں اور خود غرض برہمنوں کا پردہ ناس کرنا جاری رکھا۔

شہر میں اس وقت سوامی جی کی مخالفت زوروں پر تھی۔ برہمن لوگ سمجھتے تھے۔ کہ سوامی جی ہماری عمر بھر کی کمائی بند کرتے ہیں۔ مگر کھ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ سوامی جی تو ان کی جڑ ٹھ مضبوط کرتے ہیں۔ اور ان کو اس لائق بناتے ہیں۔ کہ زمانہ حال میں بھی ان کی سچی قدر و منزلت ہو۔ بھائی مندگوپال کی دہم سالہ میں پنڈتوں نے سوامی جی کے خلاف بہت زہر اگلا۔ ایک شخص نے سوامی جی کے متعلق بڑی بری بات منہ سے نکالی۔ یعنی خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ جاہل لوگ کہیں سوامی جی کی جان کے درپے نہ ہو جائیں ایک دن من پھول جی نے سوامی جی سے پرارتھا کی۔ شہر کے تمام لوگ مورتی پوجا کے کھنڈن سے ناراض ہیں۔ اب آپ اس کا کھنڈن نہ کیا کریں۔ ایسا کرنے سے مہاراجہ جیوں و کشمیر آپ پر بہت

خوش ہو گئے۔ سوامی جی نے بھرتری کا مشورہ شک سنا یا۔ جس کا مطلب ہے کہ دُنیا کے لوگ رندا
اکریں۔ یا تعریف۔ دولت حاصل ہو یا چلی جائے۔ ابھی موت نصیب ہو یا ایک یگ تک جینا ہو۔ متل
مزاج لوگ راہِ راست سے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ شک سنا کر سوامی جی نے کہا — میں
ماراجہ جھول کشمیر کو خوش کروں۔ یا ایشور کے احکام کا، جو دیدوں میں مندرج ہیں، پالن کروں۔
کچھ بھی ہو، میں وید کی سچائی سے منہ نہیں موڑ دوں گا۔ اس پر من پھول جی ناراض ہو گئے۔ اور تب
سے سوامی جی کے پاس آنا چھوڑ دیا *

ڈاکٹر رحیم خاں کی کوٹھی پر جا کر سوامی جی نے یہ قاعدہ متدکر کیا۔ کہ ایک روز لیکچر دیتے تھے۔
اور دوسرے روز بحث کرتے تھے۔ ہزار ہا لوگ روزانہ لیکچر دل میں شامل ہوتے۔ پادری۔ پنڈت
مولوی وغیرہ بحث مباحثہ میں کافی دلچسپی لیتے تھے۔ ایک دن پادری ہویز صاحب تشریف
لائے اور بعد اختتام لیکچر سنسکرت میں دو سوالات کئے۔ پہلا سوال — دیدوں میں جواشو
میدھ اور گئو میدھ کی کیا بیان آتا ہے، آپ اس کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟

سوامی جی نے جواب دیا — دید میں جانور کی قربانی دیے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اشو میدھ
کے معنی انصاف کی حکومت ہے۔ گئو میدھ کے معنی اناج جمع کرنا، اندریوں کا پوتہ کرنا، اور
زمین کو صاف رکھنا ہے۔ پُرمش میدھ کے معنی مرے ہوئے کو جلانا ہے *

پھر دوسرا سوال پادری صاحب نے دیدک وران دیو ستھا پر بنا۔ سوامی جی نے جواب میں کہا
دید میں وران گن (خوبیوں) کرم دافعال، پر منحصر ہے۔ پادری صاحب بولے — اگر میرے گن کرم اچھے
ہوں۔ تو کیا میں برہمن کہلا سکتا ہوں؟ سوامی جی نے کہا — بیشک! اگر آپ کے گن کرم برہمن ہونے
کے لائق ہیں۔ تو آپ بھی برہمن کہلائے جاسکتے ہیں *

ایک روز لاہور کے ایک پنڈت صاحب سوامی جی سے مورتی پوجا پر شاسترا تھہ کرنے لگے۔ اور
ایک شک پڑھ کر بولے — منوسمرتی میں بھی مورتی پوجا کی آگیا دی ہوئی ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ اگر
یہ شک منوسمرتی کا نہ ہو۔ تو کیا آپ مورتی پوجا کو چھوڑ دیں گے؟ منوسمرتی مٹوا لی گئی۔ مگر پنڈت جی
نے کہا۔ کہ ہم آپ کی پستک کو پرمان نہیں مانتے۔ آپ نے گھر جا کر منوسمرتی لادیں گے۔ سوامی جی نے اس
بات کو منظور کر لیا۔ تیسرے روز پنڈت جی نے درشن دیئے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ کہ وہ شک منوسمرتی

ہیں نکلا کہ نہیں؟ پندت جی چپ رہ گئے؟

سوامی جی کے سرت آپدیشوں سے لوگوں کے دل مورتی پوجا سے ہٹ گئے۔ کئی ایک صاحبان نے مورتیوں کو اٹھا کر اماہوں میں منتقل کر دیا۔ بعض نے چپکے سے جا کر راوی میں چھوڑ دیں۔ لالہ بالک رام جیسے کئی ایسے بھی نکلے۔ جنہوں نے براوری کا مطلقاً کوئی خوف نہ کرتے ہوئے مورتیوں کو سر بازار بھینک دیا۔ اس سے تمام شہر میں ایک شور سا بہا ہو گیا۔ چنانچہ کوہ نور مندر ۱۶ جون میں مندر جذیل سطور شائع ہوئی۔ "سوامی دیانند سرتی کی سسی بلینج کا نتیجہ اُن کے پیروں کے علاوہ فریق ثانی کے حق میں بھی گویا اکسیر اعظم بن پڑا۔ یعنی ایک گروہ اشخاص تازہ خیال نو تعلیم یافتہ سہولیت پسندوں کا اُن کے قابو میں آ گیا ہے۔ اور اُن کے آپدیشوں کا اثر یہاں تک سار گر ہوا ہے۔ کہ اس ہفتہ میں ایک شخص لالہ بالک رام نے اپنے بھاکروں کی چوکی سر بازار سڑک پر پٹنگ دی؟

ایک دن سوامی جی نے دوران یکچہر میں کہا۔ کہ آریہ دھرم کی ترقی تب ہی ہو سکتی ہے کہ شہر بہ شہر گاؤں بہ گاؤں آریہ سماجیں قائم ہو جائیں۔ چونکہ سوامی جی کے پرچار سے بہت سے لوگ اُن کے ہم خیال بن چکے تھے۔ سب نے اس بات کو منظور کیا۔ اس سے پہلے بمبئی اور پونا میں آریہ سماجیں قائم ہو چکی تھیں۔ اور اُن کے اصول بھی بن کر مشہور ہو چکے تھے۔ چونکہ وہ اصول اس قسم کے تھے۔ کہ اُن میں انتظامیہ کمیٹی کے قواعد بھی شامل کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے یہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے سوامی جی کو مشورہ دیا۔ کہ سماج کے نچوڑ اور اُپ نیوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے چنانچہ دس اصول چنے گئے۔ جو آج تک برابر قائم ہیں۔

قائمی سماج کی کارروائی ڈاکٹر رحیم خاں صاحب کی کوٹھی پر ہی ہوئی۔ رائے صاحب مولراج ایلم۔ اسے سماج کے پردھان اور لالہ سائیں داس جی جنرل سکرٹری مقرر ہوئے۔ پہلے جلسہ کی کارروائی دیکھ کر سوامی جی نے آشیروداد دیا۔ کہ اب یہ سماج چھوٹے پھیلے گا۔

لاہور آریہ سماج کی قائمی سے برہم سماج کو بہت دھکا پہنچا۔ آریہ سماج میں جو لوگ شریک ہوئے۔ ان میں ایک خاصی تعداد اُن اشخاص کی تھی۔ جو یا تو برہم سماج کے ممبر تھے۔ یا برہم سماج کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ اور اس ہمدردی کے باعث وہ اکثر اس کو مالی امداد بھی دیا کرتے تھے۔ ایسے حالات میں برہم سماجیوں سے اور تو کچھ نہ بنا۔ انہوں نے کھینٹنے سے چند دید منتر مع ترجمہ و شرح اس

غرض سے منگوئے۔ کہ سوامی جی کے ساتھ شاسترارتھ میں لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ کہ وید اہامی کتاب نہیں برہم سماج کے ممبران میں چونکہ سدرت کوئی نہ جانتا تھا۔ اس لئے انہوں نے پنڈت بھانودت کو اپنی طرف سے کھڑا کیا۔ انارکلی کے سماج مندر میں شاسترارتھ ہوا۔ پنڈت جی نے منتروں کو پڑھکر اُن کے معنی سنائے۔ اور اُسی پر برہم سماج والوں کے اعتراضات دوہرائے۔ جواب دینے سے پہلے سوامی جی نے پنڈت جی سے پوچھا۔۔۔ جو معنی وید منتروں کے پڑھے گئے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صحیح ہیں؟ پنڈت جی نے جواب دیا۔۔۔ منتروں کے جو معنی پڑھے گئے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ غلط ہیں۔ میں تو برہم سماجوں کی طرف سے بول رہا ہوں۔ اس پر لوگوں نے تاہیاں بجانا شروع کر دیں برہم سماج والوں نے پنڈت جی کو بٹھا دیا۔ اور خود اپنے اعتراضات کو دوہرایا۔ سوامی جی نے اُن کا تسلی کنجش جواب دیا۔ منتروں کے صحیح معنی کر کے لوگوں کے دلوں پر دیدوں کی عظمت کا سکہ بٹھایا۔

آریہ سماج لاہور کے ہفتہ واری اجلاس میں ایک شخص نے تجویز پیش کی۔ کہ سوامی جی کو سماج کی طرف سے مرتبی یا اُدی و نیزہ کا کوئی خاص خطاب دیا جائے۔ سب لوگوں نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ سوامی جی نے مُسکراتے ہوئے کہا۔۔۔ مجھے اس لفظ سے گور و ڈم کی بُلا آتی ہے۔ اور میرا مُد غا گور و ڈم کو توڑنے کا ہے۔ نہ کہ خود گور و بن کر ایک نیا پنٹھ قائم کرنے کا۔ غلامہ ازہیں اس خطاب کو پا کر اگر میں ہی کل کو اہیمانی بن جاؤں۔ یا میرا جانشین ہی معزور ہو کر کچھ گرا بڑ کر گئے۔ تو پھر تم لوگوں کو بڑی دقت پیش آئیگی اور وہی حزابی پیدا ہوگی۔ جو دوسرے نوین پنٹھوں کو درمیش ہے۔ اس لئے اس قسم کی ہرگز کوئی تجویز نہ ہونی چاہئے۔

اس پر بابو شاردنا پر ساد جی نے تجویز پیش کی۔ کہ سوامی جی کو اس سماج کا برہم مائیک بنایا جائے سوامی جی نے فرمایا۔۔۔ اگر آپ نے مجھے برہم سہماک مانا۔ تو اُس سر و شکتیمان جگدیشور کو کیا مانو گے اگر آپ میرا نام نکھنا ہی چاہتے ہیں۔ تو میں اپنا نام بطور ممبر درج کرا سکتا ہوں۔ جیسے دیگر لوگ ممبر ہیں۔ ویسے ہی میں بھی ایک ممبر نہ ہوں گا۔

ایک دفعہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک اردو اخبار میں کچھ سوال آریہ سماج لاہور سے ایسے کئے تھے۔ جن کا سوامی جی کے کسی خاص اُپدیش سے تعلق تھا۔ لالہ جیون داس جی نے جوابدہوں لاہور آریہ سماج کے سکریٹری تھے۔ مرزا صاحب کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اسی اخبار میں لکھ دیا

کہ یہ سوال براہ راست سوامی جی سے کرنے چاہئیں۔ کہ وہی اپنے آپدیش کے ذمہ دار ہیں۔ اور یہ بھی لکھ دیا۔ کہ یہ سماج سوامی جی کو اپنا گورو نہیں مانتا ہے۔ اس جواب کے چھپنے پر سماج کے عہدہ دار لالہ جیون داس جی سے بہت ناراض ہو گئے۔ اور انہیں کہا گیا۔ کہ انہوں نے جو اپنے لیکھ میں سوامی جی کو گورو ماننے سے انکار کیا ہے اس کی نزدیک اسی اخبار میں چھپوا دیں۔ اس پر عہدہ داران سماج نے بہت صراہ کیا۔ لیکن سکرٹری نے نہ مانا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ سوامی جی سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ سوامی جی نے طرفین کی دلائل سن کر سکرٹری کے حق میں فیصلہ دیا۔

امرت سر

لاہور نواسیوں کو ست آپدیش سے نہال کر کے سوامی جی مہاراج ۱۵ جولائی ۱۸۸۷ء کو امرت سر تشریف لے گئے۔ سردار دیال سنگھ مجبھیہ نے دروازہ رام باغ کے باہر میاں جان محمد کی کوٹھی میں سوامی جی اتارے کا پر بندھ کیا۔

امرت سر میں آپ کا نام پہلے ہی کافی مشہور ہو چکا تھا۔ لوگوں کو آپ کی آمد کا پتہ لگا۔ توجہ درجن درجن لوگوں کو آنے لگے۔ لوگوں کے اندر دھرم کی پیاس دیکھ کر سوامی جی نے وہاں لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ امرت سر کے رئیس لالہ صاحب دیال صاحب، سردار بھگوان سنگھ صاحب وغیرہ رؤساء و امراء برابر لیکچروں میں آنے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔

لاہور کی طرح یہاں بھی براہمنوں نے آپ کو عیسائیوں کا لازم۔ اور لوگوں کو ہندو دھرم سے ہٹ کر لے والا کرانی مشہور کر دیا۔ مراد یہ تھی۔ کہ کوئی شخص سوامی جی کے لیکچروں میں شامل نہ ہو۔ لیکن ٹکا پنچیتوں کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ آٹھ لوگ مورتی پوجا سے متفر ہوئے۔ اور بعض نے مورتیوں کو اٹھا کر پھینک دیا۔ مورتیوں کی اس طرح بے ہوتے دیکھ امرت سر کے پنڈتوں نے وہاں سے مشہور پنڈت رام دت پر زور ڈالا۔ کہ جس طرح بھی ہو دیا مند سے شاستر اڑھ کریں۔ مگر پنڈت جی نے جواب دیا۔ کہ میں نہ تو دید جاتا ہوں۔ اور نہ مجھے میں اتنی مياقت ہے۔ کہ اُن کے ساتھ مباحثہ کروں۔ مگر پنڈتوں نے رام دت جی کو دق کرنا شروع کیا۔ کہ ہماری عزت مٹی میں ملی جاتی ہے۔ آپ ضرور شاستر اڑھ کریں۔ آخر کار پنڈت جی کو چھوڑ کر سردار بھگوان پڑا۔ تب کہیں چھٹکارا ہوا۔ ایک دن لیکچر ہو رہا تھا۔ کہ یکایک اینٹوں اور زردلوں کی بارش شروع ہو گئی۔ سوامی جی کو تو ایک

بھی نہ لگی۔ لیکن اور کئی بھلے ماٹوں کو چوٹ آئی۔ سبھامیں کھلبلی مچ گئی۔ سوامی جی نے حاضرین کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا: ”صاحبان! گھبراہٹ مت۔ یہ بھولوں کی باریش ہے۔“

بعد میں بھید کھلا۔ اینٹ اور روڑے پھینکتے ہوئے چند لڑکوں کو پولیس نے پکڑ لیا تھا۔ بیکچر کے اختتام پر وہ لڑکے سوامی جی کے سامنے لائے گئے۔ لڑکے زار زار رو رہے تھے۔ سوامی جی نے بڑے پریم سے اُن لڑکوں کو بیکچر کر دلا سا دیا۔ اور پوچھا: ”کیوں بچو! تم نے ایسا کام کیوں کیا تھا؟“ اُنہوں نے مانتے مانتے بتلایا۔ کہ سکول کے ماسٹر صاحب نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ بیکچر میں خوب اینٹ پتھر برسا نے پر لڑو دیئے جائیں گے۔

سوامی جی کا دل بھرا۔ اُنہوں نے اُسی وقت لڈو منگو کر اُن میں تقسیم کر دیئے۔ اور کہا: —
تمہارا ماسٹر تو شاید تمہیں لڈو نہ دے۔ میں ہی دے دیتا ہوں۔“ بعد ازاں سوامی جی نے لڑکوں کو پولیس کے شکنجے سے رہا کر دیا۔

امر تھریس سوامی جی عیسائی دھرم پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ اس دھرم کی ناممکن توقع اور بعد از غفل کہانیاں سنا کر لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ اور وہ دھرم کے ساتھ مناجارہ کر کے اُسے غلبہوں سے بھر دھرم ثابت کر دیا کرتے تھے۔ آپ ہی کے بیکچروں کا نتیجہ تھا۔ کہ مشن سکول کے چالیس طالب علم عیسائی ہوتے ہوئے بچ گئے۔ ایک دن پادری کلارک صاحب آکر بولے: — ”آئیے ہم اور آپ ایک میز پر کھانا کھائیں“ سوامی جی نے پوچھا: — ”اس سے فائدہ کیا ہوگا؟“ جواب دیا: — ”دوستی بڑھے گی“ سوامی جی نے کہا: — ”شیعہ اور سنی مسلمان ایک ہی برتنوں میں کھاتے ہیں۔ آپ اور وہ من کیجھو ملک لوگ ایک ہی میز پر کھاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپس میں کیسی دشمنی ہے؟“ یہ سن کر پادری صاحب کی زبان پر تالا لگ گیا۔

ایک ماہ کے لگاتار پرچار کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چند پرستار تھی اور دھرم پریمی لوگ آریہ سماج قائم کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ چنانچہ ۲۲۔ اگست ۱۹۴۷ء کو آریہ سماج لاہور کے چند ممبران کی موجودگی میں سبیاں جان محمد صاحب کی کوٹھی میں آریہ سماج کا پہلا ست سنگ ہوا۔ پہلے سوامی جی نے آپاسنا کر کے سست اپدیش دیا۔ بعد ازاں لاہور کے بابو ساردا پر ساد جی کا دیا کھیان ہوا۔ تقریباً پچاس آدمی سماج کے ممبر بنے۔ اس جگہ سوامی جی نے آریہ ادیش رتن، الالانامی ٹریکٹ

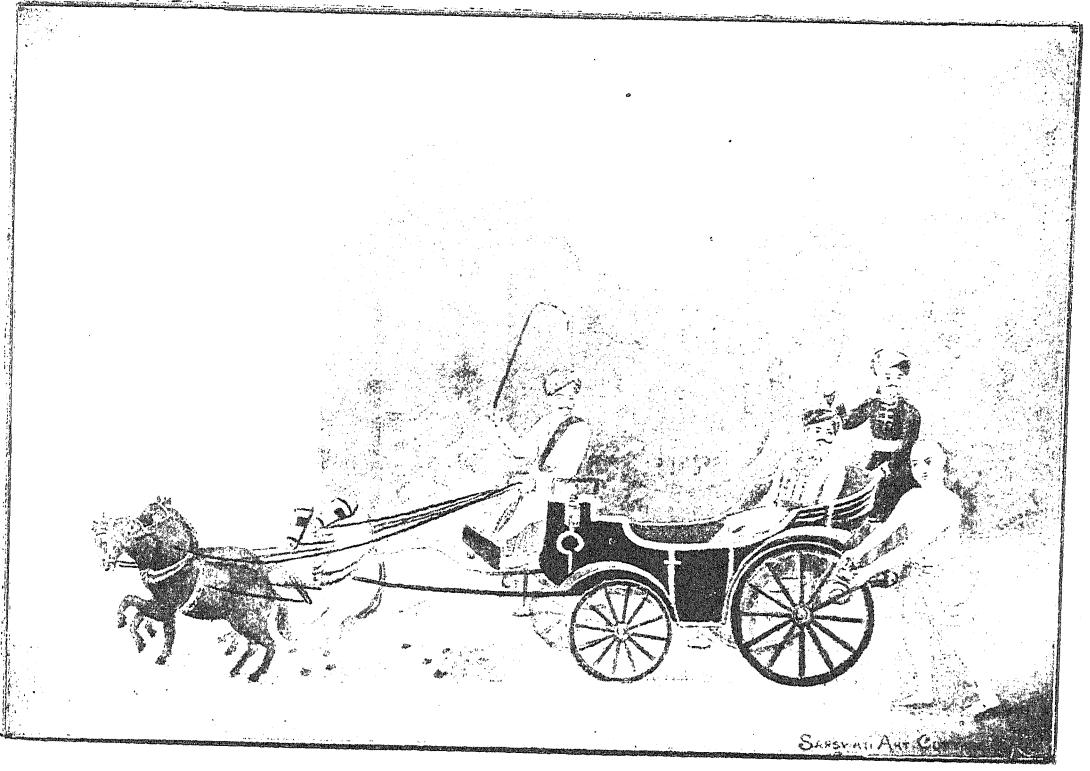
شاہنشاہ گریبا

گورداسپور

گورداسپور کے ڈاکٹر ہارسی لال جی نے سوامی جی کے بیکچروں کی تعریف سنی۔ گورداسپور
 مانگو کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کو گاڑی دے کر امرتسر بھیجا۔ کہ جا کر سوامی جی کو لے آؤ۔ ۱۸۔ اگست
 ۱۹۰۷ء کو سوامی جی گورداسپور پہنچے۔ شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر شہر کے معززین چھوٹے
 جڑے سرکاری عہدیدار اور عوام سب استقبال کیلئے آئے۔ ڈاکٹر جی نے اپنے مکان پر سوامی جی کی رہائش
 کا انتظام کر رکھا تھا۔ یہاں آپ نے مورنی پوجا، ایشور کی ہستی، تاسخ اور شراہ وغیرہ مضامین
 پر زبردست بیکچر دیئے۔ لوگوں نے بہت مخالفت کی۔ مباحثہ کے واسطے پنڈتوں کو تیار کیا۔ مگر کوئی
 سامنے نہ آیا۔ اور اس پر چار کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گورداسپور میں ۲۴۔ اگست کو آریہ سماج قائم ہو پشٹی سورہ
 سرانم نصف پردھان اور دیوان کرشن داس منتری چنے گئے۔

جالدھر

گورداسپور سے بٹالہ اور بٹالہ سے اسی دن چل کر سوامی جی دونے جالدھر پہنچے۔ اور سردار بکرم
 سنگھ کی کوٹھی میں ٹھہرے۔ آپ کا یہاں پہلا بیکچر کنور سمیت سنگھ کے مکان پر ہوا۔ مضمون تھا۔
 پیدائش عالم، ایک ہزار کے قریب حاضری تھی۔ مکان تنگ تھا۔ چھت صحن وغیرہ سب بھرے ہوئے
 تھے۔ سوامی جی نے بیکچر ہی میں کہہ دیا۔ کہ یہ جگہ تنگ ہے۔ کل سے سردار بکرم سنگھ کی کوٹھی پر بیکچر
 ہوا کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد سوامی جی کے ۳۴-۳۵ بیکچر ہوئے۔ رب سردار بکرم سنگھ جی کی کوٹھی
 پر ہوئے۔ سوامی جی بیکچروں میں کئی بلیفے بھی سنایا کرتے تھے۔ چالوسی کرنے اور ہاں میں ہاں ملانے
 پر آپ بینگن کی مثال دیا کرتے تھے کہ ایک راجا نے بینگن کھانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پردہشت نے
 تائید کرتے ہوئے کہا۔ ہمارا ج! بینگن بہت اچھی چیز ہے۔ دیکھئے رنگ اس کا شام سندر کرشن کی طرح
 سا نولا ہے۔ اس کے سر پر بھی مکٹ ہے۔ اور نام بھی کیسا اچھا ہے۔ ہوگن، الٹھات بہت خوبوں
 والا، راجہ صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ روز بینگن کی بھاجی بننے لگی۔ کئی روز کے اعتقل سے
 خون آنے لگا۔ اور گری ہو گئی۔ پردہشت کو بلایا اور بولے۔ پنڈت جی! بینگن تو بہت بڑی چیز ہے
 پردہشت جی بولے۔ ہمارا ج! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس کا رنگ ہی دیکھئے کیسا کالا کلوٹا ہے
 سر پر کانٹے ہیں۔ اور بیج ایسے جیسے کسی کو کوڑھ ہو جائے۔ نام بھی کیسا خراب ہے، یعنی بے گن۔



دو گھوڑوں کی بجھی روک لی

سوامی جی کو پتہ لگا۔ کہ جن سرداروں کے ہاں آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے
 اکبری رکھی ہوئی ہے۔ بس اُسی روز یکچہر میں رنڈی بازی کا خوب کھنڈن کیا۔ اور فرمایا — جو
 سردار ہو کر تخری رکھتا ہے۔ وہ کبھی ہے۔ سوامی جی کی بات نے جہاں اثر کرنا تھا کیا لوگوں نے آکر
 کہا۔ ہمارا جہاں آپ سرداروں کے مکان پر اُترے ہوئے ہیں۔ اور اُنہی کی بدنامی کرتے ہیں۔ یہ مناسب
 نہیں۔ سوامی جی نے جواب دیا — میں کسی کی خوشامد کرنے اور کسی کو خوش کرنے نہیں آیا۔ جو بات
 سچ ہے۔ میں تو وہی کہوں گا۔ مجھے اس بات کا مطلق خوف نہیں۔ کہ میری تقریر سے فلاں آدمی خوش
 ہوتا ہے یا ناخوش ؟

ایک دن سردار بکرم سنگھ نے سوامی جی سے کہا۔ سوامی جی! سنا ہے۔ برہمچریہ کی بڑی مہما
 ہے۔ اور برہمچاری بہت بڑا ان ہوتے ہیں ؟
 سوامی جی نے جواب دیا۔ ہاں شاستروں میں بھی لکھا ہے اور بات بھی ٹھیک ہے ؟
 سردار صاحب بولے ثبوت ملے۔ تو جانوں ؟

سوامی جی اُس وقت تو چپ رہے۔ اور بات کا رخ دوسری طرف پھیر دیا۔ سردار صاحب
 منسک کر کے رخصت ہوئے۔ چار گھوڑوں کی فٹن پر سوار ہوئے اور کوچوان کو گاڑی ہانکنے کا حکم دیا
 کوچوان نے اشارہ پاتے ہی گاڑی ہانک دی۔ مگر گھوڑے سٹ پٹا کے رہ گئے۔ گھوڑوں
 کی پیٹھ پر چاک پر چاک برسے گئے۔ گھوڑے پہلی دو ٹانگوں پر کھڑے کھڑے ناچتے رہے
 مگر گاڑی آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ سردار صاحب بہت حیران ہوئے۔ سوچنے لگے
 معتمہ کیا ہے۔ جب پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو سوامی جی پیٹھ تھامے کھڑے تھے۔ سوامی جی نے یہیہ
 چھوڑ دیا۔ اور کہا — لو! یہ ہے برہمچریہ کا ثبوت ؟ سردار صاحب اپنا سامنہ لیکر چلے گئے۔
 یہاں جالندھر میں سوامی جی کا مولوی احمد حسن صاحب کے ساتھ تپاسخ اور معجزہ کے
 مضمون پر مباحثہ بھی ہوا۔ جو بعد میں کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا۔ مولوی صاحب سے کوئی
 جواب بن نہ پڑا۔ اور لا جواب ہو کر چلے گئے ؟

فیبروریز پور

جالندھر سے چل کر سوامی جی لاہور تشریف لائے۔ اور چند روز کے قیام کے بعد فیروز پور چلے

گئے۔ فیروز پور میں اُن دنوں ایک ہندو سبھا قائم تھی۔ اس سبھا کے دو معزز ممبران نے لاہور میں سوامی جی کے بیکچروں کو سنا۔ اور فیروز پور میں واپس جا کر یہ سخریک کی۔ کہ یہ سبھا انہی اصولوں پر قائم ہوئی چاہئے۔ جن کا پرچار سوامی دیانتہ کرتے ہیں۔ لالہ متھرا داس صاحب پر دہان سبھا کو شوق پیدا ہوا۔ اور انہوں نے سوامی جی کو لانے کے لئے آدمی لاہور بھیجا۔ سوامی جی اس آدمی کے ساتھ ۴ نومبر ۱۸۸۷ء کو فیروز پور تشریف فرما ہوئے۔ لالہ متھرا داس جی نے آپ کی خاطر نیا مکان تیار کیا۔ مگر سوامی جی نے آبادی میں رہنا پسند نہ کیا۔ اس لئے آپ کی رہائش کا بندوبست شہر کے باہر ایک کوٹھی میں کیا گیا۔ اور بیکچروں کے لئے آبادی کے قریب ایک میدان میں پنڈال تیار کرایا گیا۔ یہاں سوامی جی کے ۸ بیکچر ہوئے۔

پہلا بیکچر پیدائش عالم پر تھا۔ بیکچر کے دوران ہی میں ایک پنڈت نے کہا۔ ”مجھے چند سوالات کرنے ہیں“ سوامی جی نے کہا۔ دیکھیں شروع ہو گیا ہے۔ خاتمہ پر پوچھ لیجئے گا۔ اُس نے کہا۔۔۔ اُس وقت تک میں بھول جاؤں گا۔ سوامی جی نے کہا۔ اگر بھول جائیں گے اندیشہ ہے۔ تر ساتھ ساتھ لکھتے جاؤ۔ دیکھیں کے بعد ان سب کا جواب دیا جائیگا۔ مگر وہ آپے میں نہ رہا۔ اور اوٹ پٹانگ جو منہ میں آیا کہنے لگا۔ سوامی جی کے بیچ کے سبب اوسان باختہ ہونے لگے۔ منہ میں کف بھرا آیا۔ اور غن غنا مارتا تھا اس سے نکل گیا۔

ایک دن پنڈت کرپارام شنکا سما دھان کرنے آئے۔ اور سوامی جی کو کرسی پر بیٹھ دیکھ کر کہنے لگے۔ آپ تو اونچے سخاں پر بیٹھے ہیں۔ ہم نیچے کھڑے ہو کر شاسترا رتھ نہیں کریں گے۔ سوامی جی نے کرسی لانے کے لئے آدمی بھیجا۔ جب کرسی آنے میں ذرا دیر ہوئی۔ تو سوامی جی نے کہا۔۔۔ آپ کرسی کے بغیر بھی بول سکتے ہیں۔ اور اگر آپ نہیں چاہتے ہیں۔ کہ میں کرسی پر بیٹھوں۔ تو میں نیچے آجاتا ہوں۔ اتنے میں کرسی آگئی۔ پنڈت کرپارام نے پوچھا خدا محدود ہے یا غیر محدود؟ سوامی جی نے کہا میں عربی نہیں جانتا۔ ہندی بولے۔ کیا آپ کا مطلب ایک دیشی یا سردویشی سے ہے۔ اُس نے کہا ہاں تب سوامی جی بولے۔۔۔ پرمانا سردو یا یک ہے۔ کرپارام نے اپنی گھڑی مین پر رکھتے ہوئے کہا۔ اگر سردو یا یک ہے۔ تو بتائیے اس میں کہاں ہے؟ سوامی جی نے جواب دیا۔ پرمانا آکاش کی مانند سب جگہ سما یا ہوا ہے۔ وہ ان بیرونی آنکھوں

سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ آپ کی گھڑی میں بھی ہے۔ مگر اُس کے نہایت لطیف ہونے کے باعث ہم اُسے محسوس نہیں کر سکتے۔

ایک دن فیروز پور چھاؤنی کے بڑے مسند کار گھونٹا نامی چباری بھی سوامی جی کے پاس شہنشاہی سما دھان کے لئے آیا۔ سوامی جی نے کہا۔ جو پوچھنا ہو بعد میں پوچھ لینا پہلے یہ تو بتاؤ کہ چباری شہنشاہ کا ارٹھ کیا ہے۔ گھونٹا ہر کا بکا رہ گیا۔ سوامی جی نے کہا۔ پوچھاری کا ارٹھ ہے۔ پوچھا جا۔ اری یعنی دشمن۔ آپ نے پنڈت ہو کر ایسا نام رکھ لیا ہے۔ گھونٹا چپ ہو گیا۔ تب آپ نے اُس کے سوالات سنے۔ اور سب کا تسلی بخش جواب دیا۔

سوامی جی کے آٹھ لیکچرول کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو سما کا نام آریہ سماج رکھ دیا گیا۔ نیم اور آپ نیم منظور کئے گئے۔ لالہ تھرا داس صاحب سپروائزر پردہان اور نشی گو بند لال سکریٹری مقرر ہوئے

راولپنڈی

رائے بہادر سردار سچان سنگھ صاحب ریٹیرس نے لاہور میں سوامی جی کے کئی دیا کھیلانے اور راولپنڈی جا کر نام دھاری سنگرت کے پنڈتوں سے کہا۔ کہ لاہور میں ایک ایسے مہانتا آئے ہیں۔ جو وید شاستروں سے مورتی پوجا، مرتک شرادھ وغیرہ کا کھنڈن کرتے ہیں۔ یہ سنگرت لوگوں نے کہا۔۔۔ اسی ایسا کبھی ہو نہیں سکتا۔ جو سناق دھرم ریشیوں کے وقت سے چلا آتا ہے۔ اس کا کوئی کھنڈن نہیں کر سکتا۔ سردار صاحب نے جواب دیا۔ اگر آپ لوگ مورتی پوجا و مرتک شرادھ کو دیر سے ثابت کر سکتے ہوں۔ تو مجھے پرمان لکھ دو۔ میں وہ سوامی جی کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ پنڈتوں نے پورا انوں کے چند شکوک لکھ دیئے۔ سردار صاحب نے وہ ہرجہ سوامی جی کے پاس لاہور بھیج دیا۔ سوامی جی نے لفافہ پڑھا تو ہنس دیئے۔ جواب دیا۔ کہ تم خود وہاں آ کر جواب دینگے۔ چنانچہ نو برصغیر کو صبح، بجے سوامی جی راولپنڈی پہنچے۔ بابو کریش چندر سیڈ کلرک ضلع نے جامن جی پارس کی کوٹھی میں آپ کے رہنے کا انتظام کر دیا۔ لیکچرول کا سلسلہ شروع ہوا۔ مورتی پوجا اور اتار کا کھنڈن زور شور سے ہوئے لگا۔ لوگوں میں حسب دستور مذہبی جوش پھیل گیا۔ پورا انوں نے شہر میں افواہ اڑادی کہ یہ عیسائیوں کا نوکر ہے۔ اور ہندوؤں کو بھرتھ کر لئے آیا ہے۔ جب اس پر بھی لوگوں کا دہاں جانا بند نہ ہوا۔ تب آخر کار ان لوگوں نے جامن جی کو بھڑکانا شروع کیا۔ میشر

اِس کے کہ جامن جی سوامی جی سے کچھ کہتے، سوامی جی نے خود ہی وہاں سے اپنا ڈیر اٹھا لیا۔ اور
اسرار سجان سنگھ کے باغ کی بارہ دری میں آٹھڑے۔ اب مخالفین نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا۔
کہ کسی بڑے بھاری پنڈت سے دیا بند کو شاسترارتھ میں نیچا دکھایا جائے۔ کنکھل کی گدی کے
مہنت سپت گری اُن دونوں وہاں آئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے اُن کو شاسترارتھ کرنے کے لئے آمادہ
کرنا چاہا۔ مگر گری جی نے صاف انکار کر دیا۔

ایک دن کی بات ہے۔ یکپہر ہو چکا تھا۔ اور کئی اصحاب سوامی جی کے پاس بیٹھے تھے۔ دورانِ
گفتگو میں سوامی جی نے کہا۔ ہندوؤں کی حالت پر بہت افسوس ہے۔ یہ لوگ اپنی حفاظت کرنا تو
جانتے ہی نہیں۔ جب کوئی عیسائی پادری ان کے مذہب پر حملہ کرتا ہے۔ اور برہما کی کھٹا سنا
ہے۔ تو منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اتنا نہیں کہہ سکتے۔ کہ برہما کی کھٹا تو کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے،
مگر اپنی لڑکیوں سے زنا کر نیوالے ٹوٹا کا قصہ تو بائبل میں موجود ہے۔ اگر ہندو لوگ دوسرے مذاہب
کی واقفیت رکھیں۔ تو انہیں لا جواب کر سکتے ہیں۔

دواہ کے منتر اپدیشوں سے یہاں بھی آریہ سلج قائم ہو گیا۔ تیس آدمی ممبر بنے۔
لارگنیش داس جی پر وہاں اور لاکھ کشن چند جی سکریٹری مقرر ہوئے۔

جہلم

اولہ پنڈی سے گجرات آتے ہوئے سوامی جی کو اچلم ایٹن پراسٹر لکشن پر شادی مل گئی
ماسٹر جی نے لکھنؤ میں پہلے سوامی جی کو دیکھا ہوا تھا۔ اور اُن کی شہرت سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ
نے سوامی جی سے پراگتھا کی۔ کہ جہلم میں ٹھہر کر چند روز آپدیش کریں۔ سوامی جی نے کہا۔ یہاں
پر کوئی انتظام کرنے والا نہیں۔ ماسٹر جی نے تمام انتظام کا لوجھ اپنے ذمہ لیا۔ چنانچہ سوامی جی ٹھہر گئے
پہلا سیکر سرائے منگل سین کے نزدیک میدان میں ہوا۔ دوسرے دن اپنے ڈیرے پر سیکر دیا
مشن سکول کے ہیڈ ماسٹر شوچرن سنگھ گھوش جو بنگالی عیسائی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یکپہر میں
تشریف لائے۔ بحث کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر سوامی جی نے بائبل کے حوالے دے کر اُن پر ایسی مدلل
تنقید کی۔ کہ گھوش صاحب منہ تکتے رہ گئے۔ کوئی جواب بن نہ پڑا۔

جہلم میں سوائے چند ایک عیسائی صاحبان کے اور کوئی شخص سوامی جی سے بحث مباحثہ کرنے

کے لئے میدان میں نہ نکلا۔ عیسائی رگ بھی دو تین روز بڑے شوق سے آتے رہے۔ جب سوامی جی کے زیر دست دلائل کی تاب نہ لاسکے۔ تو بیماری کا بہانہ کر کے چھپا چھڑایا۔

سوامی جی کے دو ہفتہ کے پرچار کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ وہاں آ رہے سماج قائم ہو گیا۔ ماسٹر لکشمی پران پر دہان اور بابو جوالا پر سادھیڈ کلارک محکمہ جنگلات سکرٹری چنے گئے۔ کل درجن ممبر بھرتی ہوئے۔

عجرات

جہلم سے چل کر سوامی جی ۱۵ جنوری ۱۹۳۷ء کو گجرات پہنچے۔ یہاں کے ڈاکٹر بشن داس جی نے آپ کو مدعو کیا تھا۔ ایک دن تو دودھ میں شیرے۔ دوسرے دن شہرے باہر فتح سر میں چلے گئے سوامی جی کے جھگتنوں نے گورنمنٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر مسٹر کپنن کی اجازت سے سکول کی برانچ کی عمارت میں لیکچروں کا انتظام کر دیا۔ یہاں سوامی جی نے لیکچروں کی جھڑی لگادی۔ ہندو مسلمان عیسائی طبقہ کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں لیکچر سننے آیا کرتے تھے۔

ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ آیا گنگا ماننے کے لائق ہے یا نہیں؟ سوامی جی نے جواب دیا کہ گنگا بھی دوسرے دریاؤں کی طرح ایک دریا ہے۔ پانی کی پوجا کے بھلا کیا معنی۔ لوگوں کی بڑی بھول ہے۔ کہ کہیں دریا کو سندھ مان رکھا ہے۔ اور کہیں دودھ کی ندیاں سمجھے بیٹھے ہیں بعض دریاؤں میں سفید مٹی گھل کر آتی ہے۔ اُسے جاہل لوگ سفیدی کے سبب دودھ کی ندی کہیں تو تعجب نہیں۔

گجرات میں ہوشناک رائے اور مندلال دو مشہور پنڈت تھے۔ ہوشناک رائے جموں کی کسی پاٹھ شالہ میں ادھیاپک تھے۔ ایک دن لیکچر میں آ کر بولے۔ میں شاسترا تھ کرنا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ بیٹھ جائیے۔ لیکچر کے بعد آپ کو وقت دیا جائے گا۔ سوامی جی نے پوپ لبلا کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ مطلب پرست لوگوں نے کئی سترتیاں فرضی گھڑ لیں۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ یہ وید شاستر کے احکام ہیں۔ مثلاً "استری شودر نادھیہ تام"، حالانکہ یہ منتر کہیں بھی نہیں ہے۔ پنڈت جی نے کہا۔ نہیں یہ شرقی ہے۔ اور ہم نکال کر دکھلا سکتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ یہ چار وید موجود ہیں۔ کسی میں سے نکال دیجئے۔ پنڈت صاحب بولے۔ ہم کل اپنے ویدوں سے نکال کر دکھلائیں گے۔

دوسرے دن مورتی پوجا کھنڈن پر دیکھیاں ہوئیں۔ محمود غزنوی کی چڑھائی۔ اور ملک کی دولت کی بربادی کا مفصل ذکر کیا۔ علاوہ انہیں مندروں میں سترہوں کے جانے اور وہاں کی درویش کا بیانیہ پنڈت ہوشناک لائے کہا۔ مورتی پوجا کی اجازت منوسمرتی میں موجود ہے۔ سوامی جی نے منوسمرتی اٹھا کر اُن کے ہاتھ میں دے دی اور کہا — دکھائیے۔ پنڈت جی کی بخل میں ایک کتاب تھی۔ اُسے بخل میں دباٹے اُنہوں نے ایک شلوک بول کر کہا یہ منوسمرتی کا شلوک ہے۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ یہ شلوک منوسمرتی کا نہیں۔ بلکہ وشنوپوران کا ہے۔ اور تمہاری بخل میں بھی وشنوپوران ہے۔ پنڈت جی بہت ناوم ہوئے بھری سجا میں پنڈت جی کی پنڈتائی کا بصیرت کھل گیا۔ جب مخالفین نے دیکھا کہ سوامی جی ہر ایک کو لا جواب کر دیتے ہیں۔ تو وہ آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ کہ کوئی ایسا ڈھنگ نکالا جائے جس سے ایک بار تو سوامی دیا بند کو بھی لا جواب ہونا پڑے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ سوامی جی سے جا کر سوال کیا جائے کہ آپ گیانی ہیں یا اگیانی۔ اگر کہیں گیانی۔ تو اُن سے کہا جائے کہ آپ اہنکار کرتے ہیں۔ سننوں کو اہنکار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اہنکاری کا پتہ لٹٹ ہو جاتا ہے۔ اگر کہیں اگیانی۔ تو ہم کہیں گے۔ جب آپ خود ہی اگیانی ہیں۔ تو ہم کو کیا سکھائیں گے؟

دوسرے دن جا کر یہی پرشن کیا۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ میں کئی باتوں میں اگیانی ہوں۔ اور کئی باتوں میں گیانی۔ مثلاً دکانداری یا بیوپار۔ انگریزی یا فارسی کے مضامین میں اگیانی۔ اور سنسکرت و دھرم کی باتوں میں گیانی ہوں۔ یہ جواب سنکر وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ اور اپنا سا منہ لے کر چلے گئے؟

جب کوئی اور طریقہ کار گر نہ ہوا۔ تو ایک دن چند شرارتی آدمیوں نے لیکچر میں اینٹ پتھر برسائے شروع کئے۔ ساری سجا منتشر ہو گئی۔ مگر سوامی جی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ پولیس چند اشخاص کو پکڑ کر لائی۔ مگر سوامی جی نے اُن کو معاف کرا دیا؟

وزیر آباد

گجرات سے روانہ ہو کر آپ ۲ فروری کو وزیر آباد پہنچے۔ اس جگہ بعض لوگوں کی کوشش سے آپ کے آنے سے پہلے ہی سے آریہ سماج قائم ہو چکا تھا۔ پنڈت شہزادہ بند لالہ لدھارا رام،

شکھ دیال کھتری اور لالہ شکھ دیال سود ممبران آریہ سماج معہ چند معززین شہر سوامی جی کے اہمقتبال کے لئے ایٹیشن پر موجود تھے۔ سمن برج کے متصل راجہ فقیر احمد کی کوٹھی میں سوامی جی کی رہائش کا بندوبست کیا گیا۔ اُس وقت سوامی جی کے ساتھ چند پنڈت ایک ہندوستانی کھارک، ایک رسوٹیا اور ایک کھار تھا۔

دوسرے روز یکچہر تھا۔ ہزاروں کی حاضری تھی۔ خوب سہ بندھ رہا تھا۔ کہ ایک شخص جھنجھلا کر اٹھا اور چیخ مار کر بولا۔ کہ جو کوئی نیکچہر سینگا۔ وہ ہندو کا تخم نہ ہوگا۔ اس پر برہمن اور اُس کے ساتھی اٹھ کر چلے گئے۔ پھر بھی حاضری کافی تھی۔ اور یکچہر برابر جاری رہا۔

یہاں کے نامی پنڈت تو سوامی جی آمد کا ذکر سن کر ہی شہر چھوڑ گئے تھے۔ تاکہ شہر اترتے کر کے لئے عوام کی طرف سے اُن پر دوز نہ دیا جائے۔ اُن دنوں واسدیو نامی ایک پنڈت وہاں آیا ہوا تھا سر پر لمبے بال رکھے۔ محبوظ الحواس معلوم ہوتا تھا۔ لوگ اُسے ایک سور و پیہ دکشتا کا لالچ دے کر سوامی جی کے پاس لے آئے۔

پنڈت واسدیو نے ایک شکوک پڑھ کر کہا۔ کہ یہ وید منتر ہے۔ اور اس میں ساگلرام اور تلمسی کے بیاہ کا ذکر ہے۔ سوامی جی نے کہا یہ وید منتر نہیں ہے۔ آپ خواہ مخواہ وید کا نام لے کر اترتے نہ کریں۔ واسدیو لاجواب ہو گیا۔ تو شرارتی آدمی شور و غل مچانے لگے۔ جوں جوں سوامی جی پنڈت واسدیو کو وید منتر دکھلانے پر زور دیتے تھے۔ توں توں شور بڑھتا جاتا تھا۔ اتنے میں ایک لڑکے نے سیٹی بھجائی شروع کر دی۔ سماج کے پروہان نے اُسے دھکی دے کر کہا۔ کہ چپ رہو۔ بس پھر کیا تھا۔ شرارتی لوگوں کو شرارت کرنے کا موقع مل گیا۔ پنڈت واسدیو اور اُس کے ساتھی بچا ایک سوامی جی اور ممبران آریہ سماج پر ٹوٹ پڑے۔ ڈیرہ نزدیک تھا۔ بمشکل تمام سوامی جی اپنی کتابیں بچا کر ڈیرہ پر پہنچے۔ لوگوں نے ایٹیشن بائیں پتھر پھینکے۔ مگر آپ دروازہ بند کر کے اندر بیٹھے رہے۔ مگر سوامی جی کا کلرک باہر رہ گیا تھا۔ لوگوں نے اُسے بہت مارا۔ سوامی جی نے اس کی آواز سنی۔ تو اُسے چھڑانے کے لئے باہر نکلے اور اُسے زور سے آواز دی۔ پکڑ لو جانے نہ دینا۔ اس آواز کا سننا تھا۔ کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد دو تین روز سوامی جی وہاں رہے۔ بعد ازاں گوجرانوالہ کو روانہ ہو گئے۔

گوجہ انوالہ

گوجہ انوالہ ٹیشن پر سولہ سنت سنگھ جی اور سردار دھرم سنگھ جی آئے ہوئے تھے۔ سوامی جی کو آپ لوگ سردار مہاں سنگھ کے عالیشان مکان میں لے گئے۔ ہر روز شام کو لیکچر ہونے لگے۔ سوامی جی آریہ آدمیش رتن مالا کے ہر ایک مضمون پر سلسلہ وار لیکچر دیتے تھے۔ لیکچر کے بعد شنکا سما دھان کے لئے برابر وقت دیا جاتا تھا۔ ہر سوال کا جواب ایسا مدلل اور مکمل دیا جاتا کہ معترض کو بھی اس کی داد دینی پڑتی۔ یہاں چونکہ عیسائیوں کا زیادہ زور تھا۔ اس لئے سوامی جی عام طور پر عیسائیت پر بولا کرتے تھے۔ اور بائبل کی آیتیں پڑھ پڑھ کر ان پر ایسی مدلل بحث کرتے تھے کہ حاضرین دنگ رہ جاتے۔ آپ کے لیکچروں سے عیسائی حلقہ میں کھلبلی مچ گئی۔ پادریوں نے باہم مل کر فیصلہ کیا کہ کسی سناتی پنڈت کو آکر سوامی جی کے مقابلہ پر لایا جائے۔ اور اس طرح سوامی جی کی توجہ انجیل سے ہٹا کر پورا اڑن کی طرف پھیر دی جائے۔ چنانچہ پادری لوگ مل کر پنڈت جوالادت کے پاس گئے۔ اور اسے خوب بھڑکایا۔ گردہ بولا۔ آپ تو شاسترا رتھ کرنے کو کہتے ہیں۔ مگر ہم سوامی جی کے درشن بھی کریں۔ تو بھرٹھ ہو جائیں۔ اور کپڑوں سمیت نہانا پڑے۔ ہم ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ وہاں سے مایوس پھرے تو کسی اور کی تلاش میں نکلے۔ پنڈت و دیادھر گوجہ انوالہ کے مشہور پنڈت تھے انہوں نے ایک پانٹھنالا بھی کھول رکھی تھی۔ عیسائی ان کے پاس گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ سوامی جی کا اور ہمارا گھر کا اختلاف ہے۔ اس پر ہم گھر ہی میں بات چیت کریں گے۔ آپ لوگ ہمارا فکر نہ کریں۔ پادری اپنا سامنہ لے کر وہاں سے چلے گئے۔

آخر پادری صاحبان کو خود ہی مباحثہ کے لئے میدان میں آنا پڑا۔ فریقین کی رائے سے مباحثہ کا وقت چار بجے شام اور جگہ مشن سکول کی عمارت مقرر ہوئی۔ ۱۹ فروری شنبہ کو شام کے پانچ بجے سوامی جی مشن سکول میں پہنچ گئے۔ سیانکوٹ کے پادری باو صاحب، امریکین پادری میکی صاحب و دیسی پادری سولفیٹ وغیرہ موجود تھے۔ علاوہ انہیں شہر کے معتزین و روساء، انگریز و دیسی افسران کافی تعداد میں شامل تھے۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ پھر بھی خلقت اتنی تھی کہ تل دھرنے کا جگہ نہ ملتی تھی۔ مگر ٹکٹ جاری کرنے میں عیسائیوں نے بے انصافی سے کام لیا۔ زیادہ تر ایسے آدمیوں کو ٹکٹ دیئے گئے۔ جو ان کے طرفدار یا حمایتی تھے۔ مباحثہ شروع ہوا۔ سوامی جی نے پادریوں

کے ہر ایک اعتراض کا تسلی بخش جواب دیا۔ اور ساتھ ہی انجیل کے مسائل اور مسیح کی الوہیت پر ایسے
اعتراض کئے کہ پادری کچھ جواب نہ دے سکے۔ مباحثہ رات کے آٹھ بجے تک جاری رہا۔

دوسرے دن بھی خوب سوال و جواب ہوئے۔ حاضری بہت زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ بہت لوگ
جگہ کی تنگی کے باعث واپس چلے گئے، عوام کی خواہش تھی کہ مباحثہ کسی کھلی جگہ ہو۔ اس لئے سوامی
جی نے مباحثہ کے خاتمہ پر پادری صاحبان سے کہا کہ یہ جگہ بہت تنگ ہے۔ اور لوگوں کو تکلیف
ہوتی ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ کل کسی کھلی جگہ کا انتظام کیا جائے۔ اور وہ جگہ ایسی ہو۔ جو کسی منبرین
سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ پادری صاحبان نے اس وقت تو کوئی صاف جواب نہ دیا۔ مگر اگلے روز بغیر
سوامی جی سے مشورہ کئے ہی دن کے بارہ بجے کچھ نیساہیل کو گھروں سے بلا کر جمع کیا۔ اور سوامی
جی کو مباحثہ کے لئے بلا بھیجا۔ سوامی جی اس وقت دید بھاشیہ کے کام میں مصروف تھے۔ آپ نے جواب
دیا کہ جب چار بجے کا وقت مباحثہ کے لئے مقرر ہے۔ اور لوگوں کو بھی یہی بتایا گیا ہے۔ تو آپ نے
یہ خلاف قاعدہ حرکت کیوں کی؟ اگر ان کے مباحثہ کرنا تھا۔ تو کل ہی ایسا کہہ دینا چاہئے تھا۔ میں اس
وقت دید بھاشیہ کے کام میں لگا ہوں۔ اسے درمیان میں چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔ علاوہ انہیں میں نے
کل کسی کشادہ جگہ میں مباحثہ کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ اگر آپ جگہ کا انتظام نہ کر سکتے ہوں۔ تو مجھے
بتادیں۔ میں خود ایسا پر بندھ کر لوں گا۔

پادری لوگ تو کسی طرح بھیچ چھڑانا چاہتے تھے۔ انہوں نے مشورہ کر دیا۔ کہ سوامی دیانند
مقابلہ کی تاب نہ لا کر مباحثہ سے گریز کرتے ہیں۔ گویا ہار گئے ہیں۔ سکول کے لڑکوں نے تالیاں
بجائیں۔ اور کارروائی ختم ہوئی۔

پادری صاحبان کی اس چالاکی کا علم جب شہر کے لوگوں کو ہوا تو انہوں نے بہت برا منایا
سکول کے ٹھیک سامنے کھلے میدان میں سوامی جی کے میکچر کا بندوبست کیا گیا۔ کل والے اعلان
کے بموجب چار بجے ہزار ہا آدمی مباحثہ سننے کے لئے آ پہنچے۔ پادری صاحبان کو مباحثہ کے
داسطے بلا یا گیا۔ مگر وہ نہ آئے۔ پول گھنٹہ انتظار کر کے سوامی جی نے انجیل کی تعلیم پر میکچر دینا شروع
کیا۔ اور اس تعلیم کی خوب اچھی طرح قلعی کھولی۔ آج حاضری پہلے دو دنوں سے بہت زیادہ تھی۔
ایک روز سوامی جی نے برہمچریہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا کہ سردار ہری سنگھ ملوہ جو اتنا

نبردست ہوا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی۔ کہ وہ ۲۵-۲۶ برس تک برہمچاری رہا۔ مہری عمر اس وقت ۵۱ سال کی ہے۔ مگر کوئی بھی طاقت ور آدمی سامنے آجائے۔ میں اس کا ہاتھ پکڑتا ہوں وہ چھڑا کر دکھائے۔ یا میں بازو اکڑاتا ہوں۔ اُسے جھکا دے۔ اس وقت ۵۰۰ کے تریپٹا ضری تھی ایک کئی کشمیری سپہ سالار بیٹھے تھے۔ مگر کسی کو بھی آگے نکلنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ یہاں سوامی جی کی موجودگی میں ہی آریہ سماج قائم ہو گیا۔

ملتان

۱۲ مارچ ۱۸۸۷ء کو سوامی جی گوجرانوالہ سے چل کر لاہور پہنچے۔ یہاں آپ کو ملتان کے چند مہتمم پریمی اصحاب کا دعوت نامہ پہنچا۔ کہ ملتان کی بیک آپ کے لیکچروں کی از حد خواہش مند ہے چند روز کے لئے ضرور تشریف لائیں۔ سوامی جی نے لکھا۔ کہ موقع ملنے پر ہم آپ لوگوں کو اطلاع دیں گے۔ مگر وہاں انتظار کون کرتا۔ لوگوں نے جھٹ چندہ جمع کیا۔ اور ایک آدمی سوامی جی کو لانے کے لئے لاہور روانہ کر دیا۔ سوامی جی اس آدمی کے ساتھ ۱۲ مارچ کو ملتان پہنچے۔ ہولیوں کے دن تھے پہلے روز پریشور نہا کا رہے نہ کہ ساکار کے مضمون پر لیکچر دیا۔ دوسرے دن مورتی پوجا و اتار کا کھنڈن کیا۔ تیسرے روز گوکلیا گو سائیوں کی لیلا ناظر کی۔ یہاں چونکہ گوکلیا گو سائیوں کا بہت روز تھا۔ اس لئے بہت شور مچا۔ اگلے دن گو سائیں گوبال جی والے معاہدے شاگردوں کے فساد کرنے کی بیعت سے لیکچر میں آدھکے۔ سوامی جی لیکچر دے رہے تھے۔ وہ لوگ سنکھ اور گھڑیاں بجانے اور زور زور سے جیکارے بلانے لگے۔ سوامی جی کے بھگتوں نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔ مگر وہ لگ سترارت سے باز نہ آئے۔ پولیس کے سپاہی نے چند شرارتی آدمیوں کے منہ پر پھیر لگا۔ تو سب بھاگ نکلے۔ سوامی جی کے معتقد دل نے جب دیکھا کہ شہر میں فساد کا خطرہ ہے۔ تو چھائی میں لیکچروں کا انتظام کر دیا۔ وہاں خوب پرچار ہوا۔ ہولیوں کے دن گذر جانے پر پھر شہر میں لیکچر ہونے لگے ایک دن ہندو مسلمان اور عیسائی سب مل کر آئے۔ انہوں نے ایک ہی وقت کئی قسم کے سوال کئے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح سوامی جی گھبرا جائیں گے۔ اور سب کو جواب نہ دے سکیں گے۔ مگر سوامی جی نے باری باری سے سب کا جواب اس خوبی سے دیا۔ کہ وہ حیران ہو گئے۔

ملتان کے لوگوں پر سوامی جی کے آپدیشوں کا یہ اثر ہوا کہ آپ کی موجودگی میں ہی وہاں آریہ سماج

تاکم ہو گیا۔ ملتان سے سوامی جی ۱۶ اپریل کو پھر لاہور گئے اور وہاں چند روز ٹھہرے۔ پھر امرتسر تشریف لے گئے۔ سردار جھگوان سنگھ کے باغ میں آپ کے کئی بیکچر ہوئے۔ پنڈتوں نے اباکے بھی مخالفت کی اور مباحثہ کے لئے زور شور سے تیاریاں کیں۔ مگر آریہ سماج کی طرف سے چیلنج پر چیلنج دینے کے باوجود بھی کوئی سامنے نہ آیا۔ ہاں سوامی جی کے سیکچروں میں اینٹوں پتھروں کی بارش کرتے رہے۔ آخر کار ڈپٹی کمشنر صاحب سے کہہ کر پولیس کا انتظام کرنا پڑا۔ تب کہیں شری لوگ شرارتوں سے باز آئے۔ یہاں مشن سکول میں ہندو لڑکوں کی تعداد کافی تھی۔ پادری لوگ ان میں عیسائیت کا پرچار بڑے زوروں سے کر رہے تھے۔ سوامی جی کے بیکچروں نے طلباء کی آنکھیں کھول دیں۔ چنانچہ جو چاہیں لڑکے مسیحی مذہب کو قبول کرنے والے تھے۔ وہ سب کے سب راہ راست پر آ گئے۔ یہ دیکھ کر پادریوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے چاہا کہ سوامی دیباچہ کو کسی طرح مباحثہ میں شکست دی جائے۔ چنانچہ پنڈت کھڑک سنگھ کو مباحثہ کے لئے بلا بھیجا۔ یہ شخص بارہ سال سے عیسائی ہو چکا تھا۔ اور پادریوں میں بڑا لائق خیال کیا جاتا تھا۔ کھڑک سنگھ مع اپنے ساتھیوں کے سوامی جی کے پاس پہنچا۔ اور منسکار کر کے بیٹھ گیا۔ وہاں جاتے ہی اس کے دل میں عجیب قسم کی تبدیلی واقع ہوئی۔ بجائے اس کے کہ سوامی جی کے ساتھ مباحثہ کرتا۔ اٹھا سوامی جی کی طرف سے لوگوں کو جواب دینے اور عیسائیت کی کمزوریوں کو واضح کرنے لگ گیا۔ بس اُس دن سے پھر وہ عیسائیوں میں نہیں گیا۔ بلکہ آریہ سماج کا ممبر بن گیا۔

اب تو پادری لوگ بہت سٹ پٹائے۔ ان لوگوں نے کلکتہ کے پادری این بنرجی کو تار دیا کہ مباحثہ کے لئے جلد پہنچیں۔ پادری صاحب نے آئے مگر غدہ کیا۔ اور سوامی جی کو اس مباحثہ کے لئے چند روز اور ٹھہرنا پڑا۔ مگر پادری صاحب تشریف نہ لائے۔ اور کچھ بھیجا کہ میری لڑکی سخت بیمار ہے۔ میں آنے سے معذور ہوں۔ امرتسر کے پادریوں نے پھر تار دیا۔ کہ اگر ایک لڑکی مر جائے۔ تو کوئی مصائقہ نہیں، یہاں کئی روحیں بچ جائیں گی۔ مگر پادری صاحب نہ پہنچے۔



سنگھن کا نڈ

روڑ کی

سوامی جی کی شہرت دُور دراز مقامات پر پہنچ چکی تھی۔ اور بڑے کچھ ہندو آپ کے اُپدیشوں کے لئے میقرا رہے تھے۔ ابھی ایک جگہ کا پرچار ختم نہیں ہوا کہ دوسرے مقام سے دعوت آگئی۔ سوامی جی سے جس قدر ممکن ہو سکا۔ اُتھول لئے دھرم کے پیاسوں کی پیاس اُجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آپ کا ایک ایک سنٹ دھرم پر چار کے لئے وقف تھا۔ ابھی آپ پنجاب ہی میں تھے۔ کہ روڑ کی سے پنڈت امر اڈ سنگھ کا دعوت نامہ آ پہنچا۔ چنانچہ سوامی جی ۵ اجوالی ۱۹۰۷ء سے کوامتر سے پورب کی طرف چل دیئے۔ اور جان دھرم، لدھیانہ، اناہرہ موئے ہوئے ۲۵ مایس کو روڑ کی پہنچے۔ اہا بیان شہر نے آپ کی رہائش کے لئے دہلی کے سمجھونا تھے جی کا بنگلہ تجویز کر رکھا تھا۔ چنانچہ سوامی جی وہیں فروکش ہوئے۔

اُسی روز سوامی جی نے اہام، کے مضمون پر ایک نہایت دلپسند تقریر فرمائی۔ روڑ کی کالج کے پروفیسروں اور طلباء کے علاوہ شہر کے لوگ کافی تعداد میں موجود تھے۔ آپ نے ڈارون کی تھیوری کو غلط ثابت کیا۔ اور نہایت زبردست دلائل پیش کئے۔ علاوہ انہیں آپ نے ایک شلوک پڑھ کر بتلایا۔ کہ کشش ارضی نیوٹن کی ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ دیدول میں اس کا ذکر پہلے سے موجود ہے۔ انگریزی خواندہ بھلاک، خصوصاً پروفیسر و طلباء سوامی جی کی تقریر سن کر بہت حیران ہوئے۔ کیونکہ وہ سمجھے بیٹھے تھے۔ کہ جو علم طبعی۔ علم کیمیا و علم فلسفہ کے مسائل وہ انگریزی کالجوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ اُن کے موجد انگریزی ہیں۔ اور وہ پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انگریزی خواندہ طلباء پر حقیقت ظاہر ہوئی۔ سوامی جی کے بیکپر کے دوران میں کہا آپ لوگ کسی علم کا نام لیں۔ اور میں اُس کے ثبوت میں ویدک منتر پیش کر دینگا۔ اس پر چند طلباء نے سکون آفتاب، حرکت زمین، امریکہ کا حال، تحقیق جادات و سیارات، بھونچال اور

طوفان وغیرہ کی مابیت وغیرہ بہت سے مسائل پر سوالات کئے۔ سوامی جی نے ہر ایک سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔ آپ کی وسیع واقفیت اور گہری تحقیقات پر لوگ غش غش کر اٹھے۔ امریکہ کے کرنل اسکاٹ کی کئی چھٹیاں سوامی جی نے رڑ کی جا کر کھیا۔ اور اس کا انگریزی ترجمہ امریکہ بھیجنے وقت حاضرین سے کہا — کتنے انوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے دھرم کی کھوج غیر مذاہب والے تو امریکہ وغیرہ دور دراز برائظموں سے بذریعہ خط و کتابت کرنے کے لئے تیار ہیں اور بھارت ویش ایسا بد نصیب ہے۔ کہ یہاں کے لوگ اپنے دھرم کا ذرا خیال نہیں کرتے۔ ایک دن سوامی جی کے دو اکھیاں میں ایک مذہبی آبیٹھا۔ مذہبی وہ ہوتے ہیں۔ کہ اپنے ہاتھ سے جانوروں کو مارتے ہیں۔ یہ لوگ ناپاک سمجھے جاتے ہیں۔ کسی نے اس سے نفرت کر کے ادبھی جگہ سے اٹھا دیا۔ وہ کسی دوسری جگہ جا بیٹھا۔ یہاں سے پھر کسی نے اٹھا دینا چاہا۔ اس پر سوامی نے رد کا اور کہا — بیٹھنے دو۔ دھرم کی بات ہے۔ سب سن سکتے ہیں۔ جیسے ہوا سب کی۔ ویسے ویسے سب کا۔ جیسے سورج کی روشنی سب کی، ویسے دھرم بھی سب کا ہے۔ سوامی جی رڑ کی میں ہی تھے۔ کہ دیوبند کے مولوی محمد قاسم صاحب مباحثہ کے لئے تشریف لائے۔ شرائط مباحثہ کا تصفیہ کرنے کی غرض سے لمبے چوڑے اشتہار دیئے۔ خط و کتابت ہوئی۔ کئی دفعہ شرائط طے ہوئیں۔ اور کئی دفعہ منسوخ ہوئیں۔ آخر کار مولوی صاحب ٹال مٹول میں وقت ضائع کر کے مباحثہ سے انکار کر گئے۔ سوامی جی کے آپڈیشنل کام یہاں ایسا اثر ہوا۔ کہ ۲۰ اگست ۱۸۸۷ء کو رڑ کی میں آریہ سملج قائم ہو گیا۔

میرٹھ

رڑ کی میں دھرم اُپدیش دینے کے بعد سوامی جی وہاں سے وداع ہوئے۔ اور ۲۲ اگست کو علی گڑھ پہنچے۔ وہاں چار روز ٹھہر کر ۲۶ اگست کو میرٹھ پہنچے۔ اور لالہ دامو در داس کی کھجی میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق درشتوں کو آئے لگے۔ پہلا لیکچر آپ کا اسی شام کو کوٹھی کے برآمدہ میں ہوا۔ دوسرے دن لوگوں کی خواہش پر آگے گینڈی لال کی کوٹھی پر لیکچر دیا۔ تیسرا، چوتھا اور پانچواں لیکچر بھی آپ کا یہیں ہوا۔ اس کے بعد لالہ رام سرن داس رئیس میرٹھ کی درخواست پر سوامی جی نے ۵ اگست سے ان کے ہاں لیکچر دیے۔

کا سلسلہ شروع کیا جو ۱۲ ستمبر تک جاری رہا۔ ۱۳ سے ۲۲ ستمبر تک لالہ چھوٹے لالہ گماشتہ اکسریٹ کی کوٹھی میں مختلف مضامین پر سیکچر وٹھے۔ ان سیکچر وٹس سے شہر کے کلی کلی کوچے کوچے میں آپ کی شہرت پھیل گئی۔

میرٹھ کی دھم دھماکے سے سوامی جی سے مندرجہ ذیل تین سوال کئے۔ (۱) منساہے آپ کو سورتی پوجا میں شہنہ ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو اپنے شہنہ میں پرمان دیں۔ (۲) گنگا میں سنان کرنے سے آپ ٹمکتی مانتے ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں مانتے تو اپنے حق میں دلائل پیش کریں۔ (۳) اذکار درست ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو اس میں بھی پرمان دیں۔

دوسرے دن سیکچر وٹے وقت سوامی جی نے جواب دیا۔ (۱) میں سورتی پوجا کو دیکھ کے خلاف سمجھتا ہوں۔ ویدوں میں کہیں بھی سورتی پوجا کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ وید تو کہتا ہے۔

ن तस्य प्रतिमास्ति
ملاحظہ فرمائیے۔ (۲) میں دوسرے پانیوں سے گنگا کا پانی عمدہ خیال کرتا ہوں۔ مگر اس میں نہالنے سے مکتی نہیں ملتا۔ نو سورتی میں بھی لکھا ہے۔ کہ پانی سے جسم صاف ہوتا ہے۔ سچائی سے دل اُٹھتا ہے۔ ریاضت علم سے آتما پوتر ہوتی ہے۔ اور گیان سے بدھ بھی شدہ ہوتی ہے۔ چھاند و گویہ آپنند میں بھی لکھا ہے۔ کہ انسان اپنے دل سے کدورت کو چھوڑ کر سب کو سکھ دینے میں کوشاں رہے۔ اور دنیاوی کاروبار میں کسی کو دکھ نہ دے، اسی کو تیرتھ کہتے ہیں۔ دوسرا کوئی تیرتھ نہیں ہے۔ (۳) جن کو آپ پریشور کا اذکار مانتے ہیں۔ وہ مہاپرش ضرور تھے۔ مگر پریشور کا اذکار نہ تھے جو ہر جگہ ہے۔ اور مکمل طور سے ہے، اُسے اذکار بن کر آنے کی ضرورت نہیں۔ اذکار ہونے سے وہ ہر جگہ حاضر ناظر نہ رہ کر مقامی ہو جائیگا۔ دیکھو سیکچر وید اوصیائے ۸۔ (۱) شک ۷۔ درگ ۳۲۔ منتر ۱ اور سیکچر وید اوصیائے ۴۰۔ منتر ۹۔ اگر کہو راویں کنس وغیرہ کو مارنے کے لئے اذکار لیتا ہے۔ تب بھی درست نہیں۔ جو بغیر جسم کے سارے جگت کو پیدا کرتا ہے، قائم رکھتا ہے، اور فنا کر دیتا ہے۔ تو بغیر جسم اختیار کئے وہ پاپیوں کو کیوں سزا نہیں دے سکتا۔ ان جوابات کو سن کر دھرم سبھا کے کئی ممبران سوامی جی کے بھگت بن گئے۔

یہاں مولوی عبداللہ نے مباحثہ کرنے کے لئے خط و کتابت کی۔ سوامی جی نے انکی درخواست

فوراً منظور کر لی۔ اور لکھا کہ مباحثہ تحریری ہو گا۔ مولوی صاحب نے یہ منظور نہ کیا۔
پورا ناگ لوگوں کی زبردست مخالفت کے باوجود یہاں ۱۵ ستمبر کو آریہ سماج قائم ہو گیا۔

دہلی

میرٹھ میں ویدک دھرم کانج بکر سوامی جی ۸۔ اکتوبر کو دہلی پہنچے اور سبزی منڈی میں لالہ بکند
کیسری چند کے باغ میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری اور یکپروں کے پروگرام سے
لوگوں کو بذریعہ اشتہار اطلاع دی گئی۔ شاہ جی کے حجتہ میں ۶ بجے سے ۸ بجے تمام یکپروں کا سلسلہ
شروع ہوا۔

سوامی جی کو رانا پور لے جانے کے لئے لکھن لال دھولانا تھانہ نامی دو اصحاب یہاں پہنچے۔ ان
کی درخواست سن کر سوامی جی نے جواب دیا — یہاں سے تو میں جے پور اور اجیر جاؤں گا۔ وہاں
سے پشکر کا میلہ ہوتا ہوا ہر دو رات کچھ کے میلہ پر پہنچوں گا۔ بعد ازاں رانا پور آؤں گا۔

اجمیر

دہلی میں آریہ سماج قائم کر کے سوامی جی ۶ نومبر رات کی گاڑی سے بے پور روانہ ہو گئے۔
جب گاڑی سیٹن پر پہنچی۔ تو وہاں جوشی رام سرڈپ گاڑی لئے موجود تھے۔ جوشی جی کا سر
منڈا ہوا دیکھ کر سوامی جی نے پوچھا۔ جوشی جی یہ کیا؟ جواب دیا — بھگوان! بڑا ہی افسوس ہے
کہ ٹھاکر صاحب چل بسے۔ سوامی جی نے کہا — تو میں اب یہاں نہیں آؤں گا۔ اجیر جاتا ہوں
میری طرف سے ٹھاکر کے رشتہ داروں سے افسوس کرنا اور کہنا کہ واپسی پر آؤں گا۔
سوامی جی نے اسی وقت آدمی بھیج کر اجیر کا ٹکٹ منگوایا۔ اور بذریعہ تارا جی پرہیچے کی خبر دی
دوسرے دن سوامی جی اجیر پہنچے۔ سیٹن پر نشی سمرتھ دان، سردار بھگت سنگھ وغیرہ معززین شہر
موجود تھے۔ سوامی جی۔ سردار بھگت سنگھ کی بگنی پر بیٹھ کر رام پر ساد کے باغ کو چلے گئے۔ چونکہ
پشکر کا میلہ لگا ہوا تھا۔ اور سوامی وہاں پر جا کر نا چاہتے تھے۔ اس لئے اسی روز آپ پشکر جا
پہنچے۔ دوسرے دن اشتہار کے ذریعہ سب کو اطلاع دی گئی۔ اور جلسہ کیا گیا یہاں پر سوامی جی نے
دام مادی سادھوؤں کی خوب قلعی کھولی۔ بار بار چیلنج دینے پر بھی کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ وہاں سے
سوامی واپس اجیر چلے آئے۔

اجیر میں آپ کے کئی لیکچر ہوئے۔ ایک لیکچر میں سوامی جی نے بائبل کی تعلیم پر زبردست اعتراض کئے۔ اجیر کے پادری گرے صاحب اس لیکچر میں موجود تھے۔ انہوں نے سوامی جی سے کہا۔ بائبل پر جس قدر اعتراض ہوں۔ کھکڑ میں بھیج دیں۔ ہم اُن کا جواب دینگے۔ سوامی جی نے کہا بہتر ہے کہ یہاں زبانی ہی بات چیت ہو جائے۔ اور لوگ بھی سُن لیں۔ مگر پادری صاحب نے کہا۔ آپ کھکڑیں۔ بعد میں ہم چند روز اُن پر غور کر کے جواب دیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن سوامی جی نے پختہ اعتراض بائبل پر قلم بند کر کے پنڈت بھاگ رام صاحب اسٹوڈنٹس کلب کی معرفت پادری صاحب کو بھجوا دیئے۔ پادری صاحب دس روز تک اُن پر غور کرتے رہے۔ اور اُس کے بعد وہ نو ممبر کو مباحثہ کے لئے آئے۔ لوگوں کو بذریعہ استہار مباحثہ کی اطلاع دی گئی۔ اس لئے حاضری کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ سرکاری انسراں بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

سوامی جی نے اعتراضات کی جھڑی لگادی۔ پادری صاحب بولے۔ چونکہ وقت تنہوڑا ہے۔ اس لئے صرف ایک دو باتوں پر ہی چرچا ہوگی۔ سوامی جی نے کہا۔ وقت کا خیال نہ کیجئے۔ اور میرے اعتراضات کو سُن لیجئے۔ آپ دو تین چار روز میں سلسلہ داران کا جواب دے سکتے ہیں۔ مگر پادری صاحب نے منظور نہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں صرف آج کا دن ہی بات چیت کر دینگا۔ سوامی جی نے تب دو تین سوالات دہرا دیئے، پادری سے کوئی معقول جواب نہ آیا۔ اور اصرار دھر کی باتوں میں وقت گزرا کر بولے۔ اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ کہہ کر چلتے بنے۔

یہاں مسلمانوں نے بھی سوامی جی سے مباحثہ کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مگر پادری صاحب کے شکست کھا جانے پر ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور انہوں نے مباحثہ کا خیال چھوڑ دیا۔

اجیر میں رام سینھیوں کا گورور رہتا تھا۔ سوامی جی نے سنا۔ کہ وہ کچھ پڑھا ہے۔ اسے شہر ارٹھ کا پیغام بھیجا۔ مگر جواب ملا۔ کہ ہم نہیں کئے۔ سبب پوچھا تو بولے۔ ہم کسی کے مکان پر نہیں جاتے۔ اگر آپ یہاں آئیں گے۔ تو ہم گدی سے اُٹھ کر کسی کو تعلیم نہیں دیتے۔ سوامی جی نے کہا ہم نہ عزت مانگیں نہ گدی۔ ہمیں تو صرف شاسنارتھ سے غرض ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ بابا ہم تو رام رام کرتے ہیں۔ شاسنارتھ نہیں جانتے۔ سُن کر سوامی جی نے بھاگوت اندرام نام پر اعتراض کھکڑ بھجوا دی۔

اور ان کا جواب مانگا۔ گورو جی نے چیخی رکھ لی۔ اور کہا۔۔۔ کس جواب دیں گے۔ مگر جواب نہ کیا۔

اجمیر سے سوانی جی مسعود، انصیر آباد، بجے پورا، ریواڑی ہوتے ہوئے پھر دہلی آگئے۔ وہاں سے سوانہ پور ہوتے ہوئے میرٹھ پہنچے۔ اُن دنوں ہردوار میں گنہ کا میلہ لگ رہا تھا۔ وہاں پر جا کر گئے۔ کئے آپ نے میرٹھ میں ہزاروں کی تعداد میں ہندی و مسکرت کے اشتہار چھپو کر ساخنے لئے۔ اور، ہر فروری کے آغاز کو جالاپور پہنچے۔ مولا مصر کے بنگلہ میں غار صنی طور پر رہائش اختیار لی۔

بعد ازاں نرملوں کی چھاؤنی کے سامنے شرورِ نافر کے باغ میں خیمے ٹھہرا دیے۔ وہاں
چلے آئے آپ نے مقام گدڑ کاہوں، گھاٹوں، مسدروں، ٹیکوں وغیرہ مقامات پر جا بجا اشتہارات
چسپاں کرادیئے۔ جن میں درج تھا کہ آپ فلاں مقام پھیرے ہوئے ہیں۔ فلاں وقت پر ایک پھر
ہر گھنٹہ۔ اور فلاں وقت پر اگر لوگ شکار سہارا حاصل کر سکتے ہیں۔ اشتہارات کے لکھے ہی میلے میں امی
جی کا نام گونج گیا۔ ہزاروں گڑبھگتی اور سادہ دھڑکیاں پھرنے کے لئے آپ کے ڈیرے پر آئے گئے۔
اُن دنوں شکار گڑبھگتیوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی۔ یہ تین آدمی سنکر شکار بھاری

پہنڈت خیال کئے جاتے تھے۔ اور قبیلوں کے مابین شریف لائے ہوئے تھے۔ سو امی جی نے بتیوں
و دواؤں کو کچھ بھیجا کہ میں جو کام کر رہا ہوں۔ اُس کو آپ سب جانتے ہیں۔ کہ دوا بالکل ٹھیک ہے
لہذا آپ لوگ اس کام میں میرا ہاتھ بناویں۔ اور اپنی دوا کو سہیل کریں مگر اس درخواست پر
ان لوگوں نے بالکل توجہ نہ دی۔

جب مہلہ کچا کھج ہیر گیا۔ تب پنڈت شروہارام بھلاری اور پنڈت جتر بھج نے ایک سچا
 نام کر کے اس کی طرف سے سواری بی کوٹا ستر اٹھ کے لئے چیلنج دیا۔ سواری جی نے شاسترا چھ کرنا منکر کر لیا
 اور کہا بھیجا کہ اگر سواری وندھانند یہ کچھ دیں کہ دونوں اصحاب دیوں کے جاتے دالے ہیں۔ اور خود شاستر
 اڑتھ میں پھلور رخصت ہٹیں۔ تو میں شاسترا چھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ سواری جی نے اسی مطلب کا

ایک خط سوا می شد ہانڈ جی کے پاس بھی بھیج دیا۔ دندھانڈ جی نے ہر دو پندتوں کو بلا کر خوب جھاڑ بٹھائی اور کہا — تم دونوں سوا می دیا شد کے مقابل میں ایک اکشر بھی نہیں جانتے۔ شاستر اور تھ کیا کہہ گئے۔

اُدھر سوامی جی کو کھکھک بھینکا کہ بہت سے مُورکھ لوگ اکٹھے ہو کر جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ان کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔ اور اپنا کام کئے جائیں۔

اس میلہ میں سوامی جی نے اپنے خیالات کی بہت اشاعت کی۔ کئی مباحثے کئے۔ کئی پنڈتوں کو لاجواب کر دیا۔ ہزاروں سادہ لوح اشخاص کو رازِ حقیقت سے باخبر کیا۔ اشتہارات اور مینڈل تقسیم کئے۔ اخبارات میں چرچا ہوا۔ اور میلہ بھر میں آپ کا نام گونج گیا۔ یہاں آپ نے اس قدر زیادہ کام کیا کہ آپ کی صحت خراب ہو گئی۔ دست شروع ہو گئے۔ مگر کیا بچال جو پروگرام میں ذرا بھی فرق آیا ہو۔ ایک دن کوئی ۸۰ سال کے ایک بوڑھے ویدانتی اپنے شاگردوں سمیت آپ کے پاس آئے۔ سوامی جی نے دروازہ پر جا کر اُن کا سواگت کیا۔ اور کوئی چھ گھنٹے تک آپس میں بات ہو رہی تھی۔ آخر اس ویدانتی نے اپنے شاگردوں کو کہا — میں نے دیبا ند کا رست قبول کر لیا ہے۔ تم بھی کر لو۔ باوجود بیمار ہو جانے کے بھی سوامی جی میلہ کے بعد بھی چند روز تک ہر روز اُٹھتے رہے۔ تاکہ مخالفین کو کہیں یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے۔ کہ دیبا ند میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔

ڈیرہ دُون

میلہ کے اختتام پر سوامی جی نے چند روز آرام کرنا چاہا۔ آپ ۱۴۔ اپریل ۱۸۷۹ء کو ڈیرہ دُون چلے گئے۔ دو تین دن آرام کیا۔ اور پھر لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ نے وہاں ۹ لیکچر دیئے۔ جن میں اسلام، عیسائیت، بودھ دھرم وغیرہ سبھی متوں کا زوردار ٹھنڈن کیا۔ بہرہ سماج کی بھی خوب قلمی کھولی۔ سوامی جی کے لیکچروں سے ڈیرہ دُون میں کھلبلی مچ گئی۔ مخالف لوگ بھڑک اُٹھے۔ ایک روز ڈیڑھ سو کے قریب مُسلمان ہاتھوں میں لاکھٹیاں لئے سوامی جی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ مگر حاکموں کی دانش مندی سے اُن کی ایک نہ چلی۔ سوامی جی نے اپنا پروگرام برابر جاری رکھا۔ منشی محمد عمر صاحب کو شہرہ کر کے اُن کا نام اکھ دھاری رکھا گیا۔ سوامی جی کے ہاتھوں یہ پہلی شہرہ تھی سوامی جی ابھی چند روز اور پھیرنا چاہتے تھے۔ مگر سہارنپور سے کرنل الکاٹ کا تار آ گیا۔ کہ وہ ملاقات کے لئے سہارنپور میں انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوامی جی ۲۰ اپریل کو

ردانہ ہو گئے۔ آپ کے بعد ۲۹ جون ۱۸۷۹ء کو ڈیرہ دُون میں آریہ سماج قائم ہوا۔

سہارنپور

سوامی جی یکم مئی کو سہارنپور پہنچے۔ اور بڑے پریم سے اپنے بھگتوں سے ملے۔ دودن بھیڑ کر آپ امیر ٹھہر چلے گئے۔ کرنل اسکاٹ اور میڈم بلیوٹسکی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ میرٹھ میں سوامی جی کے چار لیکچر ہوئے۔ کرنل اور میڈم صاحبہ نے بھی تقریریں کیں۔ جن میں دیدوں کی عظمت اور نخل کی خامیوں کا ذکر کرتے ہوئے تھیو سافیکل سوسائٹی کی غرض و غاٹ بیان کی۔ آپ لوگوں نے یہاں تک کہا۔ کہ دیدی تمام سچائیوں کا منبع ہیں۔ اور جس قدر دیدہ درودھ مت ہیں وہ سب کھنڈی ہیں۔ مئی کو کرنل اور میڈم صاحبہ بھی چلے گئے۔ اور سوامی جی علیگڑھ کے لئے روانہ ہوئے۔ علی گڑھ پہنچ کر پھر آپ کی طبیعت نا ساز ہو گئی۔ یہاں آکر ان کے بھگت ٹھا کر مکند سنگھ جی اور ٹھا کر بھوپال سنگھ جی انہیں چھلیسر لے گئے۔ چھلیسر میں سوامی جی ایک ماہ کے قریب ٹھہرے۔ علاج معالجہ سے طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی۔ تو مراد آباد چلے گئے۔ چونکہ پوری صحت ابھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مراد آباد میں آپ نے صرف ۳ لیکچر دیئے۔ یہاں آپ کی موجودگی میں ہی ۲۰ جولائی کو آریہ سماج قائم ہوا۔ چند روز بعد آپ کی بیماری پھر عود کر آئی۔ ڈاکٹر دین صاحب کا علاج شروع کیا گیا۔ اور ان کے علاج سے آپ بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔ سوامی جی کے بھگتوں نے دوسو روپیہ اکٹھا کر کے ڈاکٹر صاحب کے پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس رقم کے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا۔۔۔ جو شخص دنیا کی اس قدر بھلائی کر رہا ہے۔ اس سے میں نہیں لینا مناسب نہیں سمجھتا۔

بریلی

یہاں سے سوامی جی بدایوں اور بدایوں سے ۱۲۔ اگست ۱۸۹۶ء کو بریلی تشریف لے گئے۔ اول بیگم باغ میں لالہ لکشمی نرائن کی کوٹھی میں ٹھہرے۔ کئی دن تک لیکچر ہوتے رہے۔ ان میں پادری صاحب اور سرکاری نمندے دار بھی شامل ہوتے تھے۔ یہاں سوامی جی سے اسکاٹ صاحب کا مباحثہ ہوا۔ انہی دنوں میں مہاتما منشی رام دسوامی مشروہ مت۔ ا جی کے پتا وہاں شہر کے کوڑاں تھے۔ مہاتما جی اس زمانہ میں گورنمنٹ کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ ایسور اور وید میں ان کا اعتقاد نہ تھا۔ نہ دھرم کرم میں ہی طبیعت دوڑتی تھی۔ غرضیکہ کچھ ناستک تھے۔ مہاتما جی کے پتا سائق دھری تھے۔ تین تین گھنٹے تک موتی پو جا کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے سوامی جی کا پہلا لیکچر سن کر اپنے بیٹے سے کہا۔ منشی رام! یہاں ایک بڑے ددوان مہاتما آئے ہیں۔ ان کے آپدیش سن کر تمہارے تمام شکوک رفع

ہر جہاں گئے۔ بیٹے نے جواب دیا۔۔۔ میں کل صبح آپ کے ساتھ چلوں گا، چنانچہ دوسرے دن پتا کے ساتھ گئے۔ اول تو درخشاں کرتے ہی کسی تندرست و بیدار لڑکی۔ چہرہ پر کچھ یاد ہی سکاٹ و دیگر لڑکی آپ کے ابدین صحنہ کے بڑے مستحق ہیں، تو اور بھی سنو، حاضری۔ آخر جب کچھ دیر تک سوای جی کی بات چیت تھی۔ تو نشی سامہ جی کے خیالات میں زبردست تبدیلی پیدا ہوئی۔ دوسرے دن لیکچر کا مضمون آدم، ختم۔ یہی سہی کمر اس لیکچر نے پوری کر دی۔

ایک دن ہمارا جی نے اپنی دلیل بازی کے زعم میں سوامی جی کے ساتھ بحث بھی کی۔ سوامی جی نے چند ہی منٹوں میں انہیں لاجواب کر دیا۔ تب تین مرتبہ دھڑک کر آپ نے یہ الفاظ کہے۔۔۔
”ہمارا جی! آپ نے مجھے لاجواب تو کر دیا۔ مگر ابھی تک مجھے آیشو کے سسٹن و شو اس پیدا نہیں
ہوا“ سوامی جی نے جواب دیا۔۔۔ دیکھو کشی رام! تم نے دلائل پیش کئے۔ اور میں نے انہیں
کاٹ دیا۔ میں نے کب اقرار کیا تھا کہ میں تمہارا شو اس آیشو پر کراؤ نکا۔ و شو اس تو برہمن کی ہرمانی
کے پیدا ہوا کرتا ہے۔ یہاں آپ تین ہفتے ٹھیکر کیرہ نمبر کو شا جی مان پور پہنچے۔ یہاں ہڈت
انگرا ستری نے مباحثہ کے لئے ایسی جوڑی غلط کرتا بت کی۔ مگر سامنے نہ آیا۔ سوامی جی کے غمگین
مصائب پر چھ لیکچر ہوئے۔

شاہ جہان پور سے سوامی جی ، اگر روانہ ہو کہہ اگر کچھ ٹوٹیں رونق افزہ ہوتے۔ اور صرف
 چھ روز یہاں رہ کر فرخ آباد تشریف لے گئے۔ اور دو ہفتہ کے قیام کے بعد وہاں سے کاجو بھاگئے

والتاريخ

داتا پورو
دہلی میں سوامی جی نے وعدہ کیا تھا کہ داتا پور غنیمت نہیں گے۔ لہذا اب ہم۔ اکوڑہ کو داتا پور
میں رونق افروز ہوئے۔ سیشن پرائیوٹ ہوجا۔ سوامی جی کی رہائش کے لئے
جوان صاحب کا بنگلہ خالی رکھا ہوا تھا۔ وہیں ڈیرا لگوا گیا۔ یہاں سوامی جی نے تیرہ بیچر دیئے
داتا پور سے آپ ۲۷ نومبر کو کاشی پہنچے۔ اور ساڑھے پانچ ماہ کے قریب وہاں رہے۔ اپنی
مرتبہ پنڈتوں نے زیادہ مخالفت نہیں کی۔ اس لئے ہمارے سرجن مل اگر کچھ انجیر کی کھمشوں سے
کاشی میں آریہ سماج بنایا گیا۔ اور سوامی جی نے یہ بھاشہ شائع کرنے کے واسطے ”دیپک برنامہ“
کے نام سے اپنا پریس قائم کیا۔

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ سوامی جی سیر سے واپس آ رہے تھے کہ ایک گاڑی دیکھی، جو کچھڑ میں
دھنسی تھی۔ بیل بھی وہیں پھنسے کھڑے تھے۔ گاڑی والا سونٹے پر سوٹا اڑتا۔ مگر بیل ہل نہ سکتے۔
سوامی جی کو بڑا دکھ ہوا۔ آپ کچھڑ میں اترے۔ بڑے آدمی تھے۔ مگر آپ کا میں بڑا ملیسی، بیلوں کی
دونوں طاقت نے جو کام نہ کیا تھا۔ وہ ایک اکیلے ہر مجاری کے بازوؤں نے آسانی کر دیا۔ یعنی اکیلے
ای گاڑی کو کھینچ کر باہر کیا۔ یہ بڑے بچے ہی کا کرشمہ ہے۔

سواشی سے کھنڈ، فرخ آباد، مین پوری ہوتے ہوئے سوامی جی میرٹھ پہنچے۔ اس جگہ کوٹل لگا
وغیرہ بانیان خلیا سو فیکل سوسائٹی کی شکلہ جاتے ہوئے سوامی جی سے دوسری ملاقات ہوتی۔ اب کی
بار سوامی جی کو معلوم ہوا۔ کہ اُن کا اعتقاد ایسور پر ایسا نہیں جیسا کہ دیدوں میں ذکر ہے۔ سوامی جی نے
کوٹل صاحب کو اس بار سے میں بات چیت کر کے اپنے شکوک رفع کرنے کے لئے کہا۔ مگر اُنہوں نے
معاملہ کو ٹال دیا۔ اسوج بدی چتر دہتی کو آریہ سماج میرٹھ کا دوسرا سالانہ جلسہ تھا۔ سوامی جی کے دونوں
دن شام کے وقت یکپہر ہوئے۔ اُن میں اُنہوں نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ کہ خلیا سو فیکل سوسائٹی
سے خبردار رہیں۔ گویا یہ دونوں یکپہر آریہ سماج اور خلیا سو فیکل سوسائٹی کی علیحدگی کا اعلان تھے۔

آگرہ

میرٹھ سے منظر منظر ہوتے ہوئے سوامی جی ڈیرہ وڈن تشریف لے گئے۔ یہاں کئی اصحاب نے
سوامی جی کا نوٹ لینے کی کوشش کی۔ پہلے تو وہ رضا مند نہ ہوئے۔ مگر لوگوں کے اصرار پر اُنہوں نے
تصویر اُترانا منظور کر لیا۔ چنانچہ سر بر صاف اور کھلے میں دوپٹے والا نوٹ ڈیرہ وڈن ہی میں لیا گیا تھا۔
ڈیرہ وڈن سے چل کر ۲۵ نومبر ۱۸۸۵ء کو سوامی جی آگرہ پہنچے۔ یہاں ۲۲ جنوری ۱۸۸۶ء تک
ہر روز شام کو یکپہر ہوتے رہے۔ آپ کے قیام پر لوگوں کے اثر سے آگرہ میں آریہ سماج قائم ہو گیا۔

راجپوتانہ کا دورہ

پنجاب اور یوپی میں ویدک دھرم کا دھماکا بجا کر سوامی جی ہندوستانی ریاستوں کی طرف رجوع ہوئے
جے پور، مسعودہ وغیرہ چند ریاستوں میں تو آپ پہلے بھی پھر آئے تھے۔ مگر اس دفعہ آپ نے سارے
راجپوتانہ میں دورہ لگائے تاکہ صتم ارادہ کیا۔ اور آگرہ سے چل کر۔ امارچ ۱۸۸۷ء کو بھرت پور تشریف
لے گئے۔ اس جگہ دس لکچر دیئے۔ پھر وہاں سے جے پور پہنچے۔ وہاں یکپہر صرف دو ہی ہوئے۔ ہاں لوگ

ٹھیکے پر آکر سنگٹھن کا سما دہان کرتے اور ست سنگ سے لاجہ اٹھاتے ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں آریہ سماج قائم ہو گیا۔

اجمیر

یہاں سے روانہ ہو کر آپ ۵ مئی کو اجمیر پہنچے۔ اجمیر میں پہلے سے آریہ سماج قائم ہو چکا تھا۔ اب کی مرتبہ آپ کے لیکچررول کا انتظام آریہ سماج کی طرف سے کیا گیا۔ یہاں آپ کے ۲۲ لیکچر ہوئے۔ ان دنوں پنڈت لیکھرام جی کے دل میں سوامی جی کے درشنوں کے خیال نے زور مارا۔ انہوں نے اپنا کام کاج چھوڑ دیا۔ اور اسی کو پشاور سے روانہ ہو کر ۶ اکی رات کو اجمیر چلے گئے۔ ۱۰ مئی کی صبح کو سیٹھ فتح مل کے باغ میں سوامی جی کے درشنوں کا آئندہ حاصل کیا۔ سوامی جی کے درشن کر کے پنڈت جی بہت خوش ہوئے۔ آپ نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔ مہاراج! اکاش بھی ہر جگہ ہے۔ اور ایتر بھی ہر جگہ ہے۔ یہ دو لڑا ایک جگہ میں ایک ہی وقت میں کیونکر رہتے ہیں؟ سوامی جی نے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھا یا اور بولے۔ ”اس میں آگ ہے یا نہیں؟“ پنڈت جی نے جواب دیا۔ ”ہے“۔ پھر سوامی جی نے پوچھا۔ ”اس میں مٹی ہے کہ نہیں؟“ پنڈت جی نے اثبات میں جواب دیا۔ اسی طرح ہوا، پانی کے متعلق بھی سوامی جی نے سوالات کئے۔ اور ہر ایک کے جواب میں پنڈت جی نے ہاں کہی تب سوامی جی بولے۔ ”دیکھا کتنی چیزیں ہیں۔ مگر سب اس میں موجود ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جو چیز جس سے لطیف ہوتی ہے۔ وہ اس میں رہ سکتی ہے۔ پر ماتا سب سے لطیف ہے۔ وہ سب چیزوں کے اندر بسا ہوا ہے۔ اس جواب سے پنڈت جی کی تسلی ہو گئی۔“

دوسرا سوال یہ پوچھا۔ کہ غیر مذاہب کے آدمیوں کو شدھ کرنا چاہئے۔ یا نہیں؟ سوامی جی نے جواب دیا۔ ”ضرور شدھ کرنا چاہئے“

معلوم ہوتا ہے۔ سوامی کا یہ جواب ہی تھا، جس سے متاثر ہو کر پنڈت لیکھرام جی نے شدھی کو اپنا مشن بنالیا۔

۲۲ مئی کو پنڈت جی پشاور لوٹ آئے۔

مسعودہ

یہاں اجمیر میں سوامی جی ۲۲ جون تک قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد راولپنڈی کے ہمارے سنگٹھن جی والے ریاست مسعودہ کی درخواست پر مسعودہ تشریف لے گئے۔ شاہی محلوں میں سوامی جی کے بارہ

دیا کھیاں ہوئے۔ مضمون بنی دھرم، راج دھرم، پر جادھرم وغیرہ تھا۔ جین مت کا بھی آپ نے اچھی طرح کھنڈن کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۳ جینیوں نے آریہ دھرم کو قبول کیا ۛ

۱۸۔ اگست کو سوامی جی مسعودہ سے روانہ ہوئے۔ جبکہ راؤ صاحب نے خود ایک ایڈریس آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس ایڈریس کے ساتھ ریاست کی طرف سے پانچ سو روپیہ وید بھاشیہ کی مدد کے لئے دیا گیا۔ راؤ صاحب خود اور چار سو کے قریب معززین شہر سوامی جی کو عزت کے ساتھ سہرت پانچ میل کے فاصلہ تک روانہ کر لئے آئے ۛ

مسعودہ سے چل کر سوامی جی دوسرے دن ریاست رائے پور میں پدھارے۔ یہاں ۲۰ روز ٹھہر کر نیا نگر اور پھر وہاں سے بنیرہ پہنچے۔ جہاں ریاست کے کتب خانہ سے آپ نے سام وید سنگت کی نقل کرائی اور اپنے نگھنڈو کا کتب خانہ کے نگھنڈو کے ساتھ مقابلہ کرایا ۛ

چتر گڑھ

ریاست بنیرہ سے چل کر سوامی جی ۲۱۔ اکتوبر کو چتر گڑھ پہنچے۔ اور گھمیری ندی کے کنارے رنڈیشور مہادیو کے مندر میں قیام کیا۔ ان دنوں وہاں خوب رونق تھی۔ لارڈ پین وہاں دربار کرنے کو تھے۔ میواڑ کے تقریباً سبھی رائے اور ٹھاکروں نے آئے تھے۔ چتر گڑھ کے راج پنڈت کو راج شیام داس جی مہا مہوپادھیائے نے سوامی جی کے سیکچر دل خاطر خواہ انتظام کروایا۔ چونکہ دربار کے سبب رونق زیادہ تھی۔ اس لئے حاضری خوب ہوتی تھی ۛ

ایک دن راج پنڈت نے مہاراجہ صاحب کے سامنے سوامی جی کی تعریف کے پل بانڈھ دیئے۔ اب تو مہاراجہ صاحب کے دل میں بھی روشن کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ ایک دن کئی اجوں کو ساتھ لے کر سوامی جی کے ڈیرے پر پہنچے۔ سوامی جی نے تمام راجگان کو راج بنی کا اہدیش دیا۔ جسے سکر مہاراجہ صاحب کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ آپ نے سوامی جی کو اوسے پور پدھارے کی درخواست کی۔ سوامی جی نے مہیشی سے داپسی پر اوڑھے پور آئے گا وعدہ کیا ۛ

ایک دن سوامی جی لیکچر کے بعد کئی سرداروں اور پنڈتوں کے ساتھ سیر کرنے جا رہے تھے۔ موترتی پوچا پر دارتالاب ہونے لگا۔ ایک پنڈت موترتی پوچا کے حق میں دلائل پیش کر رہا تھا۔ اور سوامی جی اس کا کھنڈن کر رہے تھے۔ راستے میں دیہاتیوں کے دیوتا کی جگہ کے پاس پہنچ گئے۔ اُس

دقت دہاں چار پانچ پکے کھیل رہے تھے۔ سوامی جی دفعتاً وہاں کھڑے ہو گئے۔ اور سر جھکا کر پھر اگے چل دیئے۔ پنڈت ہنس پڑا اور بولا۔ دیکھئے ہمارا جی آپ کتنی ہی مکتیاں کیوں نہ دیں دیوتا نے زبردستی آپ کا سر جھکا لیا۔ سوامی جی اُسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور بڑے سنجیدہ لہجہ میں اُن بچوں میں کھیلتی ہوئی ایک چار سالہ لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ دیکھئے نہیں ہو۔ یہ ماتری شکتی ہے۔ جس نے ہم سب کو جنم دیا ہے، ساری جماعت میں سناٹا چھا گیا۔ ڈیرے پر لوٹتے تک کسی کو لب ہلانے کی جرأت نہ ہوئی۔

سوامی جی کو وداع کرتے وقت ہمارا نا صاحب نے بڑی عقیدت سے پانچ سو روپے نذر کئے اور اُدے پور میں پھر تشریف لانے کی درخواست کی۔

بہنٹی

چوڑ سے روانہ ہو کر سوامی جی ۳۱ دسمبر ۱۹۸۷ء کو بہنٹی پہنچے۔ یہاں آتے ہی آپ نے کرنل اسکاٹ اور میڈم بلیوٹسکی بائیان ہفتیو سافیکل سوسائٹی کو کھلا بھیجا۔ کہ چونکہ آپ کے متعلق لوگوں کو کئی قسم کی شکائیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور مجھے بھی آپ کے قول و فعل میں فرق دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے بہتر ہو کہ ایک مرتبہ فیصلہ کن بات چیت ہو جائے مگر کرنل صاحب اور میڈم صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر کار سوامی جی نے آریہ سماج مندر میں ایک دن ”آریہ سماج اور ہفتیو سافیکل سوسائٹی کا پہلے کیا تعلق تھا۔ اور اب کیا ہے؟“ کے مضمون پر لیکچر دیا۔ اس سوسائٹی کے ہفتہ کنڈیل کے نمونے لوگوں کے سامنے رکھے۔ اور آریہ سماجیوں کو خبردار رہنے کی تلقین کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بائیان ہفتیو سافیکل سوسائٹی اپنا بوریا بستر باندھ بہنٹی سے بدراس چلے گئے۔

اُن دنوں جینیوں کی سوامی جی کے ساتھ خط و کتابت ہو رہی تھی۔ کہ ستیا رتھ پرکاش کے بارہویں باب میں جین مت کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ غلط ہے۔ اور اُسے کتاب سے خارج کر دیا جائے۔ سوامی جی نے دُشمنی کی چوٹ کہا۔ کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ درست لکھا ہے۔ جس کا جی چاہے بحث کرے۔ جینی لوگ بھلا مباحثہ کی تاب کہاں لاسکتے تھے۔ لگے ادھر ادھر افواہیں اُڑائے کہ اتنا چندہ تقابلے کے لئے کر لیا ہے۔ کبھی مشہور کرتے۔ کہ سوامی جی کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ چنانچہ ایک دن لالہ بھولانا تھ جی نے سوامی جی سے کہا۔ ”ہمارا جی جینی لوگوں نے آپ کی



اگر تھی جس کے واسطے اشتہار دیا ہے۔ اور بموجب تحریرات ہند آپ کو قید کرانے کی صلاح کی ہے
سوامی جی نے جواب دیا۔ ”سو نے کر جتنی آئینج دو۔ وہ کندن ہی ہو گا۔ مجھے تو اگر توپ کے منبر پر
باندھ کر بھی کوئی پڑھے۔ کہ سنتہ کیا ہے؟ تو دیک کی مشرتی ہی منہ سے بھلیگی“

اودے پور

۲۴ جون ۱۸۸۳ء کو بمبئی سے روانہ ہو سوامی جی کھنڈوا، اندور، رتلام وغیرہ مقامات میں ہوتے ہوئے
۱۱۔ اگست ۱۸۸۳ء کو اودے پور پہنچے۔ اور نو لکھا باغ کے ایک خوبصورت سیندر ج مندر میں
اُن کے رہنے کا انتظام ہوا۔ ریاست کی طرف سے سوامی جی کی پوری پوری مہمان نوازی کی گئی۔
یہاں پر چار کا انتظام کرنے کے علاوہ سوامی جی مہارانا جن سنگھ صاحب والے ریاست کو ہر
روز تین چار گھنٹے تک پڑھاتے اور دیک دم کا آپدیش کیا کرتے تھے۔ ہتھوڑے سے غصہ میں مہارانا
صاحب کو چھ شاستروں کے خاص خاص مضامین، منو سمرتی کے ادھیائے متعلقہ راج مینی، خنڈوڑا سا
دیا کرن یاد ہو گیا۔

سوامی جی ابھی اودے پور ہی میں تھے۔ کہ دوسرا آگیا۔ اس نوجوان پر پیدانا جی کی سواری نکلتی ہے۔
”ربا رہ منقہ ہوتا ہے۔ اور کئی بھینے کا لے جاتے ہیں۔ مہاراج کی درخواست پر سوامی جی بھی اس
تہوار میں شریک ہوئے۔ وہاں جا کر انہیں پتہ لگا۔ کہ یہاں بھینے قتل کئے جاتے ہیں۔ اس پر سوامی جی
نے رانا صاحب سے کہا۔ میں بھینوں کی طرف سے بطور دلیل پیش ہوتا ہوں۔ آپ راجہ ہیں۔ انصاف
کریں۔ کہ اُن کا قتل کیوں کر جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ ویر تک بحث مباحثہ ہونا رہا۔ آخر مہاراج نے
سوامی جی کی بات کو تسلیم کیا اور بولے۔ — قدیم زمانہ سے چلی آہی رسم کو دفعتاً بند کرنا مشکل ہے
ہاں آہستہ آہستہ سے بند کر دیا جائے گا۔

ایک دن کا ذکر ہے۔ سوامی جی تنہا بیٹھے تھے کہ رانا صاحب آکر کہنے لگے۔ بھگوان! آپ راج
مینتی کو مد نظر رکھ کر موسیقی پڑھا کا کھنڈن ترک کر دیں۔ آپ جانتے ہیں۔ یہ ریاست ایک سنگ مہادیو
کے مندر کے ماتحت ہے۔ میں مندر کی گدی آپ کو سونپ دوں گا۔ لاکھوں کی جائیداد آپ کی ہو جائیگی۔
علاوہ انہیں مذہبی طور پر ساری ریاست آپ کے ماتحت ہوگی۔

سوامی جی چپ چاپ بیٹھے سنتے رہے۔ جب رانا صاحب کی بات ختم ہوئی، تو منہ لال ہو گیا غصہ میں



راجن! آپ لالچ دیکھ
مجھے پرمانہ سے بے حکم کرنا
چاہتے ہیں۔!

اگر کہا ہے: "راجہ! آپ لالچ دے کر مجھے پرہیز کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کی ریاست سے میں ایک دوڑ میں پار جاسکتا ہوں۔ پھر آپ میرا کیا کریں گے؟ میں پرہیز کرنا کے راج کو کیسے چھوڑوں؟ جو سب جگہ ہے۔ اس سے بیکوننگلوں؟ وہ سرور شکستیمان ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ میں اس کے احکام کی نافرمانی کر کے آپ کو خوش نہیں کر سکتا۔"

راجا صاحب چونک پڑے۔ انہیں اس قدر مبہکانہ جواب کی مطلقاً اُمید نہ تھی۔ بولے بھگون! میں نے تو آزمائش کرنے کی نیت سے ایسا کہا تھا۔ مگر آپ دھتئیے ہیں۔ آپ کو نہ لالچ گر سکتا ہوں نہ خوف اُدے پور میں سوامی جی نے پراپکارنی سہا تاہم کی اور اپنی تمام اشیاء وغیرہ اسکے نام مکرم ہیں۔

ریاست شاہ پور

ہمارا راجہ صاحب شاہ پور نے چھوڑ میں سوامی کے کئی مرتبہ درشن کئے تھے۔ اور سوامی جی کی شخصیت سے متاثر ہو کر ہمارا راجہ صاحب نے اُن سے شاہ پور تشریف لانے کی درخواست کی تھی۔ سوامی جی نے وعدہ کیا تھا کہ موقع ملنے پر ضرور آئینگے۔ چنانچہ یکم ماسیج ۱۸۸۳ء کو سوامی جی شاہ پور پہنچے۔ آپ کی تشریف آوری سے ہمارا راجہ بہت خوش ہوئے۔ اور روزِ راء و امراء کے ساتھ اسی دن شام کے وقت سوامی جی کی سیوا میں گئے۔ خیر و غافیت پوچھنے کے بعد شکر سہا دھان کرنے لگے۔ اس کے بعد روزانہ ۶ بجے شام کو آتے اور ۹ بجے تک سوامی جی سے وارتالاپ کرتے اور کچھ پڑھتے رہے۔ ہمارا راجہ صاحب کو سوامی جی کے ست سنگ سے بڑا لالہ ہوئے۔ اُن کے دل میں دھارمک اتساہ کی لہریں موجزن ہواٹھیں۔ انہوں نے بھی ہمارا راجہ جن سنگھ کی طرح اپنی ریاست میں آریہ دھرم اور وڈیا کا پرچار کیا۔

یہاں سوامی جی ۲۶ مارچ تک ہی رہے۔ کیونکہ ہمارا راجہ جو دھ پور سوامی جی کے درشنوں کی بڑی خواہش رکھتے تھے۔ اور جو دھ پور آنے کے لئے خطوط پر خطوط لکھ رہے تھے۔ چلتے وقت ہمارا راجہ صاحب نے سوامی جی کو دید بھاشیہ کی سہاستا کے طور پر ڈھائی سو روپیہ نقد دیا۔ او تیس روپے ماہوار ایک اپڈیشک کے لئے دینا منظور کیا۔ اس کے علاوہ ہمارا راجہ نے ایک ایڈریس بھی پیش کیا۔

سرتیو کھنڈ

جو دھپور

شاہ پور سے روانگی کے وقت آپ کے جھگڑنے عرض کی کہ جہاں آپ جا رہے ہیں۔ وہاں کے لوگ بڑے سخت مزاج ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سچائی کے اظہار سے وہ جوش میں آجائیں اور آپ کو تکلیف پہنچائیں۔ اس لئے آپ وہاں زیادہ کھنڈن سے پرہیز ہی رکھیں۔
سوامی جی نے جواب دیا۔ اگر لوگ میری انگلیوں کی بتیاں بنا کر جلاؤ البتہ تب بھی میں سچائی کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ میں وہاں جاؤنگا۔ اور صداقت کا پرچار اور توہمات کا برابر کھنڈن کرونگا۔

سوامی جی شاہ پور سے چل کر ۲۷ مئی ۱۸۸۳ء کو پالی بٹن پر پہنچے۔ ریاست کی طرف سے سواری کا انتظام پہلے سے تھا۔ لہذا اس پر سوار ہو کر ۲۹ مئی کو جو دھپور آجے۔ راجکمار تیج سنگھ اور راجا جہان سنگھ نے آپ کا استقبال کیا اور نہایت عزت اور توقیر سے لے جا کر مہیا فیض اللہ خان کے باغ میں بٹھرایا۔

ہزار جھوٹ سنگھ شاہ سمجھتے تھے کہ جیسے دان کے جھو کے اور خوشامدی ساد ہو غام طور پر سبھا میں خود حاضر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی سوامی جی بھی انہیں خود ملنے آئیں گے۔ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ سنیا سیوں کی گیدوں کا درجہ راجاؤں سے بھی فضل ہوتا ہے۔ سوامی جی کو تو اپنے کام سے مطلب تھا۔ آپ نے باقاعدہ یکپروہ سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگ جوق در جوق خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اور سوال و جواب کے ذریعہ مسلسل امرت و رشا ہونے لگی۔

دو اراج نے جب اپنی خواہش پوری ہوتے نہ دیکھی۔ تو ہار مان کر ستر ہویں دن خود سوامی جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نزدیک آ کر انہوں نے بڑی شروہا سے پاؤں چھوئے اور منسکارتی۔ ایک سو روپیہ نقد اور پانچ مہرین نذر کیں۔ اور اتنے دن نہ آنے کے لئے اظہار کیا۔ اس دن ہمارا راجہ صاحب سا گھنٹہ تک سوامی جی کے پاس رہے۔ سوامی جی نے ہمارے

کو منو سمرتی سے رنج و صدم کا آپدیش دیا۔



یہ نظارہ دیکھ کر سدھائی جی کی آنکھوں میں خون اُتر آیا

سوامی جی کے درشنوں کے لئے ہمارا چہ جھونٹ سنگھ جی تین مرتبہ سوامی جی کے ڈیرے پر آئے۔ اور تین ہی مرتبہ انہیں اپنے محل میں مدعو کیا۔ اس عرصہ میں سوامی جی کو پتہ لگا۔ کہ ہمارا چہ صاحب کا چال چلن ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے خفی جان نامی ایک طوائف رکھی ہوئی ہے۔ اور اُس پر دل و جان سے فریفتہ ہیں۔ یہاں تک کہ سلطنت کے کام کاج میں بھی اُس کے مشورہ پر عمل ہوتا ہے۔

سوامی جی کو یہ جان کر اڑھائیس ہوا۔ دل میں ٹھان لیا۔ کہ جس طرح بھی ہو۔ ہمارا چہ کو اس کو سچہ گناہ سے نکال کر چھوڑیں گے۔

مخالف پارٹی

ایک دن کا ذکر ہے کہ سوامی جی ہمارا چہ صاحب سے ملنے جا رہے تھے۔ اُس وقت خفی جان آئی ہوئی تھی۔ جو نہی ہمارا چہ صاحب کو معلوم کہ سوامی جی آرہے ہیں۔ انہوں نے خفی جان کو بائگی اٹھا لے جانے کا اشارہ کیا۔ ابھی کھار لوگ پانچویں اٹھایا رہے تھے کہ سوامی جی اندر آ گئے۔ ہمارا چہ صاحب نے جلدی سے اپنا کندھا دے کر پانچویں اٹھادی۔ یہ نظارہ دیکھ کر سوامی جی کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ بولے۔۔۔ راجن! ہمارا چہ لوگ شیر کی مانند سمجھے جاتے ہیں۔ جگہ جگہ بھگتنے والی کجبری گنتیا کی مانند ہے۔ بہادر شیر کا گتیا سے محبت کرنا۔ اور اُس پر فریفتہ ہو جاننا شت نامناسب ہے۔ اس غیب سے خاندان کی بربادی ہو جاتی ہے اس بُری عادت کو چھوڑ دینا چاہئے۔

اتنا کہہ کر سوامی جی ڈیرے پر واپس آ گئے۔ شام کو یکے پر میں آپ نے رنڈی بازی کی پُر زور مذمت کی۔ اور ہندوستانی راجوں۔ ہمارا جوں کی افسوسناک حالت کا دردناک القاطب میں ذکر کیا۔ نہ صرف یہی کیا۔ بلکہ اسی مطلب کا ایک خط بھی ہمارا چہ صاحب کے نام تحریر کیا۔ ہمارا چہ صاحب پر اُس کا اچھا اثر پڑا۔ خفی جان ہمارا چہ صاحب کی نگاہوں میں دن بدن گرنے لگی۔ خفی جان کو بھی پتہ لگ گیا۔ کہ ہمارا چہ صاحب کو اُس کی طرف سے منتشر کرنے والے یہی سنیا سی ہیں۔ پس وہ سوامی جی سے انتقام لینے پر تگ لگی۔ اور کمرے، فریب سے، ظلم اور سختی سے سوامی جی کو نقصان پہنچانے کی تیاریاں کرنے لگی۔ پاکھنڈی اور ڈھونگی لوگ

نہ پہلے ہی سوامی جی سے تنگ تھے۔ اس پر مٹھی جان لے ہاں اُس مٹھی جان نے جس نے کبھی ہمارا جہ صاحب کو قابو میں کر کے ریاست پر حکومت کی تھی۔ اپنا سارا عجب اور سوخ استعمال کیا۔ چنانچہ سوامی جی کے خلاف ایک زبردست پارٹی اندر ہی اندر کھڑی ہو گئی۔ سوامی جی کے چند نوکر بھی اس پارٹی میں شریک تھے۔

بھرت پور کا ایک کہا سوامی جی کے پاس مدت سے کام کرتا تھا۔ یہ شخص ایک رات چھ سات روپے کی چیزیں لے کر بھاگ گیا۔ ریاست کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ اُسے زمین آسمان چھان کر بھی تلاش کیا جائے۔ مگر تعجب ہے کہ وہ گرفتار نہ ہوا۔ اس قدر انتظام کی موجودگی میں بھی چور کا بیج کلنا سوامی جی کے دل میں شک پیدا کرتا تھا۔ اُدھر دارونہ اور پہرے دار بھی اپنی ڈیوٹی کو احتیاط سے سرانجام نہ دیتے تھے۔ سوامی جی کا ان لوگوں پر سے بھی بھروسہ اُٹھ گیا۔ علاوہ ازیں بہرپوری رانا رام چندر، دیودت وغیرہ ملازمان کے رویہ میں بھی غیر معمولی تبدیلی دیکھ کر سوامی جی نے فیصلہ کیا۔ کہ ۲۵ ستمبر کو اس شہر کو چھوڑ دیں گے۔ مگر اُس دن آپ کو زکام ہو گیا۔ اس لئے رُک گئے۔

دودھ میں نہر

۲۵ ستمبر کو سوامی جی نے اپنے باورچی جگن ناتھ سے دودھ لے کر پیا اور سو گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُن کا جی گھبرانے لگا۔ پیٹ میں زور کا درد شروع ہوا۔ اس تکلیف میں تین دن تھ گئے۔ مگر پاس سوئے کسی آدمی کو جگا یا تک نہیں۔ آپ ہی پانی لے کر کھلے کرتے رہے۔ سوامی جی کی عادت تھی کہ تڑکے اُٹھ کر باہر سیر کو نکل جاتے تھے یا مگر اُس دن دیر سے اُٹھے۔ اُٹھتے ہی ایک اور تھ ہوئی۔ اس پر آپ کو کچھ شبہ ہوا۔ لہذا پانی پی کر اور حلق میں انگلی ڈال کر ایک اور تڑکے کر دی۔ تاکہ اگر نہر وغیرہ ہو تو نکل جائے۔ اس سے بھی کچھ آرام نہ ہوا۔ بلکہ پیٹ میں سخت درد شروع ہو گیا۔ سوامی جی نے اجوائن کا جو شانہ پیا۔ مگر درد کم نہ ہوا۔ اُٹا دست شروع ہو گئے اور تکلیف اس قدر بڑھ گئی۔ کہ اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا۔ تو تڑپ کر جان دے دیتا۔ مگر آپ کا حوصلہ کمال کا تھا، زبان سے اُف تک نہیں نکلی۔

شام کے چار بجے آپ کی بیماری کی خبر مہاراجہ پرتاب سنگھ کو ہوئی۔ ہمارا جہ صاحب نے ڈاکٹر علی مردان خاں معالجہ کے واسطے بھیج دیا۔ ڈاکٹر نے آ کر سوامی جی کے پیٹ پر پٹی

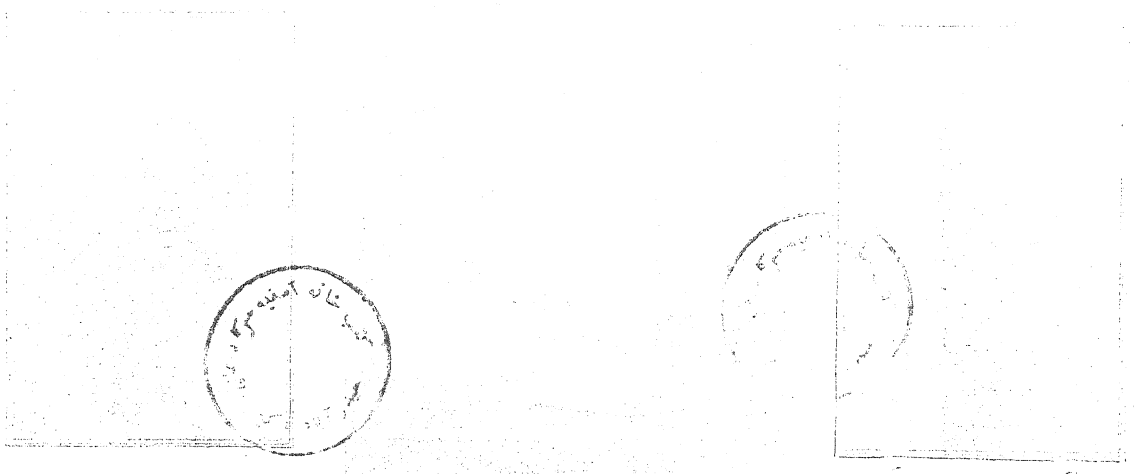
بند ہوا لی۔ اور پیچنے کے لئے وادی۔ مگر افسوس کہ ڈاکٹر کی دوا سے بجائے آرام ہونے کے الٹا
دست شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک ایک دن میں تیس چالیس دست ہو جاتے۔ ان دستوں
نے سوامی جی کو بے حد کمزور کر دیا۔ کمزوری یہاں تک بڑھ گئی کہ دن میں کئی کئی مرتبہ جسم پر
بے ہوشی سی چھا جاتی تھی۔ غرضیکہ ڈاکٹر کی دوا اٹلھی کام کرتی تھی۔ نہر کی آگ پر جو چیز پانی کہہ کر ڈالی
جاتی تھی۔ وہ تیل کا کام کرتی تھی۔ نہر کی آگ پر جو چیز پانی کہہ کر ڈالی جاتی تھی۔ وہ تیل کا کام کرتی
تھی۔ اس لئے بعض لوگوں کو ڈاکٹر کی نیت پر بھی شک پیدا ہونے لگا۔ مگر سوامی جی نہیں چاہتے
تھے۔ کہ ان کی توجہ سے کسی کی بدنامی ہو۔ اس لئے دل میں جانتے ہوئے بھی انہوں نے کسی سے
نہیں کہا۔ کہ ہمیں کسی نے نہر ہلاہل پلا دیا ہے۔ اور جو لوگ ظاہر طور پر ان کی تکلیف کو رفع کرنے
کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ حقیقت میں ان کے جانی دشمن ہیں۔

ڈاکٹر غلی مرزا ان خاں کا دو ہفتہ تک علاج جاری رہا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
والا معاملہ تھا۔ سوامی جی کی طبیعت بہت بگڑ گئی۔ منہ، حلق، زبان، تالو، سر اور اسٹے پر چھالے
پڑ گئے۔ اور بات چیت کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ ڈاکٹر اب بھی دستوں کی دوا دے رہا تھا۔ حالانکہ
سوامی جی نے کہہ دیا تھا۔ کہ دست بند کرنے کا علاج کریں۔ نہ کہ دست لانے کا۔ مگر وہاں
کون سستا تھا؟

دلوں کے جذبات کو بھی دیکھ لینے والی سوامی جی کی آنکھ سے کوئی اپنا کالا چہرہ کیوں کر
چھپا سکتا تھا۔ اپنے جسم کو تار مار کرنے والے اور دودھ میں نہر دیے والے جگن ناٹھ کو
پکڑ لیا۔ جگن ناٹھ نے اپنے جرم کا اقبال کیا۔ مگر سوامی جی اس پر ذرا خفا نہیں ہوئے۔ کیونکہ
جانتے تھے۔ کہ انسان کو جو سکھ دے کہ ملتا ہے۔ وہ اس کے اپنے ہی کرموں کا پھل ہوتا ہے
دوسرا شخص تہہ تیہ میں ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ پیار سے بولے — ”جگن ناٹھ! میرے اس
طرح مرنے سے میرا کام بالکل ادھورا رہ گیا۔ تم نہیں جانتے۔ اس سے ملک کا کتنا نقصان
ہوا ہے۔ اچھا پر مشورہ کو ایسا ہی منظور تھا۔ اس میں تنہا بھی کیا دوش ہے۔ یہ تو کچھ روپے

ہیں۔ جس طرح بھی ہو۔ بہت جلد ریاست سے نکل جاؤ۔ نیپال میں چلے جانے پر تمہاری
جان بچ سکتی ہے۔ اگر یہاں کے مہاراج کو ذرا بھی پتہ لگ گیا۔ تو مارے جاؤ گے۔ جاؤ چھپ

کتابخانه آستان قدس
تاسیس ۱۳۰۲

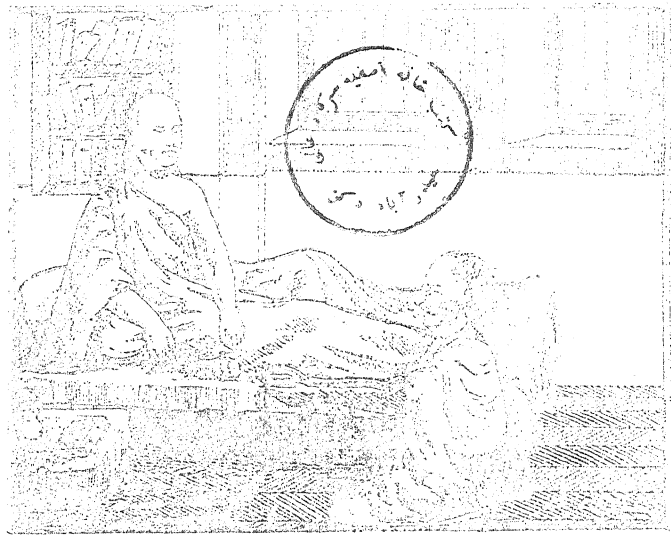


کتابخانه آستان قدس

کتابخانه آستان قدس

کتابخانه آستان قدس

کتابخانه آستان قدس



چاپ بھاگ جاؤ۔ مہری طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ میں یہ بھیید کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔“

سوامی جی نے روپیوں کی پوٹلی جگن ناٹھ کے ہاتھ میں دیدی اور اُسے وہاں سے بھگا دیا۔
۱۲۔ اکتوبر کو آریہ سماج اجمیر کے ایک سہاسد نے راجپوتانہ گزٹ میں سوامی جی کی بیماری کی خبر پڑھی۔ اور دیگر آریہ پریشنوں کو اس سے مطلع کیا۔ مگر انہوں نے یہ سمجھ کر کہ مخالف لوگ اس طرح کی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔ پہلے تو کوئی دھیان نہ دیا۔ مگر شک رفع کرنے کے لئے انہوں نے اپنا ایک نمبر جو دھ پور میں صورت حال دیکھنے کے لئے روانہ کر دیا۔ اُس نے سوامی جی کی حالت دیکھی۔ تو حیران ہو کر بولا۔ ”ہمارا راج! آپ نے اپنی بیماری کی خبر ہم لوگوں کو کیوں نہیں دی؟“ سوامی جی نے جواب دیا۔ ”بیمار ہو جانا ایک معمولی بات ہے۔ کوئی خوش خبری ہوتی۔ تو آپ لوگوں کو ضرور اطلاع دیتا۔ بیماری کی خبر سے آپ لوگوں کو فکر میں ڈالنا اچھا نہیں سمجھا۔“

اُس سہاسد نے آریہ سماج اجمیر کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آریہ سماج اجمیر نے لاہور بھٹی اور میرٹھ وغیرہ کی آریہ سماجوں کو نار روانہ کئے۔ بس پھر کیا تھا۔ سارے ملک میں آپ کی بیماری کی خبر پھیل گئی۔ ناروں کا اتنا تباہ بندھ گیا۔ کئی اصحاب تو اس قدر میقرا ہوئے۔ کہ اپنے اپنے کام کاج چھوڑ کر فوراً جو دھ پور روانہ ہو گئے۔

۱۵۔ اکتوبر کو سوامی جی کی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ آخر جو دھ پور رسول سرجن ڈاکٹر ایڈم صنا کو بلا لیا گیا۔ سوامی جی کا ارادہ کوہ آلو پر جانے کا تھا۔ ڈاکٹر نے بھی اس اتفاق ظاہر کیا۔ اور ۱۹۔ اکتوبر کو ادن روانگی کے لئے مقرر ہوا۔ اُدھر جب سوامی جی کی نازک حالت کی خبر مہاراجہ جسونت سنگھ جی کو پہنچی۔ تو کانپ اٹھے۔ رشتی ہتیا کا سب سے بڑا سبب اپنے کو سمجھ کر اُن کا کلیجہ ہٹا اٹھا۔ سوامی جی کی سیوا میں حاضر ہوئے۔ اور اڑھائی سو روپیہ سوامی جی کی نظر کیا۔ اپنی غلالین کی پیٹی سوڈا جی کی کمر سے باندھ دی۔ اور کہا اس سے سفر کی تکلیف کم ہو جاتی ہے۔

سوامی جی کے لئے ریاست کی ایک خاص پالکی آئی۔ اس میں خس خس کی میٹیاں لگی تھیں۔

۱۶۔ سوامی جی نے مرتے دم تک اس راز کو ظاہر نہ کیا۔ تو پھر اس کا علم کہوں کر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

جگن ناٹھ ہمیں بدل کر بندرہ برس نیپال میں گذار کر جب سنہ ۱۹۰۱ء کی

آیا۔ تو ایک شخص کے مرنے پر اُس نے: پتہ جرم کا انبال کیا۔

اور ایک پنکھے کا انتظام تھا۔ پانکی اٹھانے کے لئے سولہ کھار مقرر ہوئے۔ کئی ایک ڈاکٹروں اور نوکرین کو بھی ہمراہ جانے کا حکم ملا۔ سوامی جی اُس وقت بنگلہ کی بالائی منزل پر تھے۔ سیوک لوگ ہاتھوں ہاتھ پیچھے آنا دلائے۔ جب وہ سوامی جی کو پانکی میں بٹھاتے گئے۔ تو ہمارا جہ جسونت سنگھ نے بھی دونوں ہاتھوں سے سہارا دیا۔ اور بالکی کے ساتھ ساتھ باغ کے دروازے تک پیدل آئے۔ یہاں پانکی کھڑی کی گئی۔ اور ہمارا جہ صاحب نے سوامی جی کے پاؤں چھو کر منسکارس کیا۔ ڈیڈ پائی آنکھوں سے ریشی کے جسم پر نگاہ ڈالی۔ اور بولے۔۔۔ بھگوان! اس حالت میں آپ کا جانا میرے لئے کلنک کی بات ہے یا سوامی جی نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔۔۔ آپ کے اختیار کی بات تھوڑی ہے۔ سکیم دکھ ستربر کے ساتھ بنا ہی رہتا ہے۔ آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ جو کچھ ہوتا ہے۔ پریشور کی مرضی سے ہوتا ہے۔

کوہا بول پر

۲۱۔ اکتوبر کو سوامی جی آہو پہنچے۔ راستہ میں آپ کی پنجاب کے ڈاکٹر لچھنداس جی سے ملاقات ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے انسر کے حکم کے مطابق اجیر کی طرف جا رہے تھے۔ مگر سوامی جی کو ایسی حالت میں دیکھ کر انہیں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اُنہی پاؤں سوامی جی کے ہمراہ آہو چلے گئے۔ اور پہاڑ پر پہنچ کر تن من سے سوامی جی کے علاج معالجہ میں لگ گئے۔ اُن کے علاج سے دو ہی دن میں اتنا فائدہ ہوا کہ بچکیاں دور ہو گئیں۔ دست بھی بند ہو گئے۔ رات کو ویر کلبف برداشت کرنے پر سوامی جی کو اپنا بھگت ڈاکٹر ملا۔ مگر ہونہار نے اُسے بھی اُن کے پاس ہی رہنے نہ دیا۔ ڈاکٹر جی کو اپنے انسر ان کا حکم پہنچا۔ کہ آپ فوراً اجیر پہنچیں۔ ڈاکٹر جی نے چند روزہ رخصت کے لئے درخواست بھیجی۔ مگر وہ منظور نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ مگر وہ بھی نا منظور ہوا۔ لاچار ہو کر ڈاکٹر جی کو اجیر واپس جانا پڑا۔

اجیر جاتے ہوئے راستہ میں آپ کو بمبئی، بے پور، فرخ آباد، میرٹھ وغیرہ کے کئی آریہ پُرن ملے۔ جو سوامی جی کی بیماری کی خبر سن کر آئے۔ لوگوں نے آپ سے سوامی جی کی بیماری کا حال پوچھا۔ تو ڈاکٹر جی آنکھوں میں بھرلائے۔ اور بولے۔۔۔ سوامی جی کی حالت نازک ہے۔ کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ منہ، زبان، حلق، سر، ماتھے پر چھالے پڑ گئے ہیں۔ پانی تک مشکل سے حلق میں اُترتا ہے۔ سوچ گئے تو سمجھیں گے۔ نیا جنم ملا۔ تارم ایثور کی کربا سے صحتیاب ہو جانے کی پوری امید

ہے۔ میں چند روز اور ٹھیکرنا چاہتا تھا۔ مگر کیا کر دوں۔ لڑکری سے مجبور ہوں۔ اگر آپ لوگ سوامی جی کو اجیر لے آئیں۔ تو بڑا اچھا ہے۔ یہ ہکر ڈاکٹر جی آگے روانہ ہو گئے۔

کوہ آ بو پڈاکٹر ایڈم اور ڈاکٹر گورچرن داس دو تین دفعہ سوامی جی کو دیکھنے کے لئے آئے۔ مہاراجا سر کرنل پرتاپ سنگھ بھی ایک مرتبہ تشریف لائے۔ اور ایک روز ٹھیکر کر چلے گئے۔ مہاراجہ صاحب کے چلے جانے پر آریہ سبھوں نے سوامی جی پر زور دیا۔ کہ اجیر چل کر ڈاکٹر لچمن داس کا علاج کرنا چاہئے اگرچہ سوامی جی کا دلی مشتاکوہ آ بو بہر ہی رہنے کا تھا۔ مگر آریہ پُرسٹوں کے اصرار پر آپ نے اجیر جانا منظور فرمایا۔ چنانچہ ۲۶۔ اکتوبر کو چل کر ۲ کو سوامی جی اجیر پہنچ گئے۔ ڈاکٹر لچمن داس نے علاج معالجہ میں دن رات ایک کر دیا۔ مختلف قسم کی دوائیاں طبیعت کے موافق الٹا پٹھا کر دیتے تھے۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوتی تھی۔ حالت دن بہ دن زیادہ خراب ہوتی گئی۔ ۲۹ تاریخ کو سر سے پاؤں تک، سارے جسم پر چھالے پڑ گئے۔ دل گھبرانے لگا۔ اور گلا بیٹھ گیا۔

دیوانی کا دن

دیوانی کے دن منگل کے روز شنام کے وقت اجیر کے ایک مشہور مسلمان حکیم، پیر امام علی صاحب دیکھنے آئے۔ انہوں نے آتے ہی کہہ دیا۔ کہ سوامی جی کو زہر دیا گیا ہے۔ سوامی جی کا حملہ دیکھ کر پیر صاحب نے دانتوں تلے انگلی دبائی اور بولے — اس قدر حوصلہ مند شخص ہم نے آج تک نہیں دیکھا۔

بعد ازاں ڈاکٹر نیوٹن آئے۔ اس طرح حکیموں اور ڈاکٹروں کے آنے جانے میں گیارہ بج گئے۔ سوامی جی نے رفع حاجت کی خواہش ظاہر کی۔ بیوکوں نے مل کر اٹھایا۔ اور رفع حاجت کی جگہ بٹھایا۔ سوامی جی نے فراغت حاصل کر کے ہاتھ منہ دھویا۔ اور آسن پر آ بیٹھے۔ اور حجام کو بلا کر سر منڈانے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ لوگوں نے کہا — بھگوان! استرانہ پھرائیے۔ سر پر پھنسیاں ہیں۔ خون بہنے لگیگا۔ مگر انہوں نے حجام کو استرا پھیرنے کا حکم دے دیا۔ سر منڈا کر ناخن اُتر دالے۔ پھر گیلے کپڑے سے سر پونچھا اور تکیہ کے سہارے پلنگ پر بیٹھ گئے۔ سوامی آتما مند جی کو پریم سے بلایا۔ اور کہا — ”پیارے آتما مند! تم اس وقت کیا چاہتے ہو؟“ آتما مند جی کا دل بھرا آیا۔ رک رک کر بولے ”ایشور سے یہی پوچھتا ہوں کہ آپ جلد صحت یاب ہو جائیں“ سوامی جی نے آتما مند کے سر پر ہاتھ

پھیرا اور بولے۔۔۔ اب میں کیا اچھا ہونگا۔ تم آتے رہنا۔ گھبرا نہیں اپنے فرض کو پورا کئے جانا۔
 ابتداً ان آپ نے دو سو روپیہ نقد اور دو شا لے منگو کر پندت بھیم سین جی اور اتنا سند جی کو
 دیئے۔ ان دونوں نے ہاتھ باندھ کر انکار کر دیا۔ سوامی جی نے کچھ روپے ڈاکٹر لچھمن داس جی کو بھی
 نذر کئے۔ مگر انہوں نے بھی واپس کر دیئے۔

اس طرح سوامی جی کو اپنے بھگنوں سے رخصت ہوتے دیکھ کر آریہ پُرنشوں کا حوصلہ جاتا
 رہا۔ آنا فانا، آ کر سامنے کھڑے ہو گئے۔

انت کا سمجھالا

شام کے پانچ بج گئے۔ ایک بھگت نے پوچھا۔ سارا ج طبیعت کا حال کیسا ہے؟ بولے
 اچھا ہے۔ روشنی اور اندھیرے کا ملاپ ہے۔ ساڑھے پانچ بجے سوامی جی نے کمرے کے تمام
 دروازے کھلوا دیئے۔ اور بھگتوں کو اپنے پیچھے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ پھر پوچھا۔
 آج کمپش، تھقی اور دن کونسا ہے؟ کسی نے جواب دیا۔ ”بھگنوں! کرشن پکش کا خاتمہ اور شکل
 پکش کا آغاز ہے۔ اماں اور منگل وار ہے۔ یہ سن کر سوامی جی نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔
 اور بلند آواز سے منتر پڑھنے لگے۔ اُس وقت اُن کا کمال گہرا تھا۔ اور آواز بالکل صاف ہو گئی تھی۔
 لوگوں نے سمجھا۔ سوامی جی تندرست ہو رہے ہیں۔ مگر یہ انت کا سمجھالا تھا۔ جبکہ موت سے
 پہلے سب بیماری دُور ہو جایا کرتی ہے۔

جس ناستک گورو دت کو کوئی دلیل، کوئی پیمان، کوئی ثبوت، ایشور پر وشواس نہ والا
 سکا تھا۔ جس گورو دت کے دل میں ابھی فلسفہ رُوح کا خیال جھننے نہ پایا تھا۔ وہی گورو دت
 آج کا نظارہ دیکھ کر ایشور کی ہستی کے قائل ہو گئے۔

سارا جسم چھلنی ہٹا پڑا ہے سخت درد ہو رہا ہے۔ موت سر پر کھڑی ہے، مگر سوامی جی کے مُنہ
 سے اُف تک نہیں نکلتی۔ موت سے بالکل بے فکر ہو وید منتر کا رہے ہیں۔ انہیں یقین ہو گیا۔ کہ یہ
 قوتِ برداشت ان کے جسم کی بنیں رُوح کی ہی ہے۔

تیری اچھیا پورن ہو

وید منتروں کا گان کر کے سوامی جی نے سنسکرت میں ایشور کی اُنتی کی۔ پھر ہندی میں

پر ارجحیت کی۔ نگاہ تری منتر کا جاپ کیا۔ پھر چپ ہو گئے۔ اور دینک سداھی کی حالتیں بیٹھے رہے۔ اس وقت آپ کے چہرے پر ایک عجیب لوز برس رہا تھا۔ سداھی کھٹنے پر آپ نے پریم بھری آنکھوں سے آپہر کی طرف دیکھا اور بولے — ”ہے دیا مے! ہے سرب شکنتان ایشور! تیری یہی! چھیا ہے۔ تیری! چھیا پون ہو۔ میرے ایشور! تو نے اچھی لیل کی!“ اننا کہ سداھی جی نے کروٹ بدلی اور سانس کو اندر کھینچ کر اوم کہتے ہوئے باہر نکال دیا۔ گویا ہمیشہ کے لئے سکھ کی پیند سو گئے۔

حاضرین کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہ نکلے۔ یتیم بچوں کی مانند۔۔۔ ذکر بھگت لوگوں نے کمرے کے فرش کو بھگو دیا۔ روتے روتے آنکھیں سوچ گئیں۔

بھارت کے سپوت، ایشور کے بھگت، جاتیوں کے سرنج، ڈوبتے بیڑے کے ملاح، دین دکھیوں کے مددگار، گتوں اور دودھواؤں کے وکیل کی موت کی خبر ملک بھر میں بجلی کی مانند پھیل گئی۔ آریوں کے گھر دیوالی کی شام کو ماتم کردہ بن گئے۔ کیا عیساں، کیا مسلمان، کیا ساتھی کیا سکھ سب نے سوامی جی کی مرتیو پر آنسو بہائے۔ اخبارات نے ماتمی سیاہ حاشے دے کر کالم کے کالم اس موت پر صرف کر دیئے۔ ہر شہر میں لوگوں نے ماتمی جلسے کئے۔ یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ بھی اس ماتم پرسی میں شریک ہوئے۔

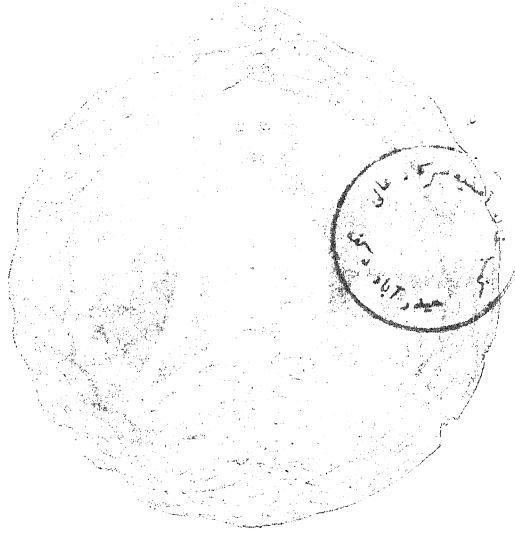
یکم نومبر ۱۸۸۳ء کی صبح کو آریہ پُرشوں نے سوامی جی کی لاش کو نہلایا اور چپندن وغیرہ خوشنویا کا لپ کیا۔ پھر صاف ستھرے لباس میں لپیٹ کر پنگ پر مرے کی حالت میں رکھ دیا۔ لوگ آخری درشنوں کے لئے اُٹے پڑتے تھے۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ارہتی کو ٹھیلوں سے اچھی طرح سجا یا گیا۔ دس بجتے بجتے ارہتی اُٹھی۔ بیٹھا رخلقت ارہتی کے ساتھ عقی۔ چار وید پاٹھی پنڈت آگے آگے دید منتر پڑھتے جاتے تھے۔ اجمیر کے آگرہ دروازہ سے ہو کر ارہتی شمشان میں پہنچی۔ ارہتی کو زمین پر رکھ کر سب لوگ بیٹھ گئے۔ سنسکار ودھی کے مطابق ویدی تیار کی گئی۔ ویدی کے تیار ہونے میں کچھ وقت صرف ہونے دیکھ کر اجمیر کے جج پنڈت بھگت رام جی نے آریوں کے ٹنزدہ دل کو ڈھارس دینے کے لئے سوامی جی کے عظیم الشان کام کا ذکر کیا۔ اور لوگوں سے اُن کے جاری کردہ کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے زبردست اپیل

اکی۔ اتنے میں ویدی تیار ہو گئی۔ دو من چندن اور دس من پیل کی لکڑیاں بچھا کر لاش کو ویدی
 میں رکھا گیا۔ راما سند اور آتنا سند جی نے آگ لگائی۔ چار من گھی، پانچ سیر لیسر اور دو تولے
 ستوری ملی ساگری سے سنسکار و وحی کے مطابق سنسکار کیا گیا۔ آریہ پُرتشوں کے دیکھتے
 ساٹھ برس کے بال برہمچاری کا تجبوی شہر اُس چتا کی ہو ہو کرتی ہوئی آگ میں جل کر بھسم
 ہو گیا۔ کسی نے سچ کہا ہے ۵

خاک کا پتلا بن خاک کی تصویر ہے !
 خاک میں مل جائیگا خاک دامن گیر ہے !



روزِ مندرِ شری



سوانحِ سید گرو شری سوانحِ ورنجانی

—————

جگت منڈل



شری نارائن سوانحِ جی

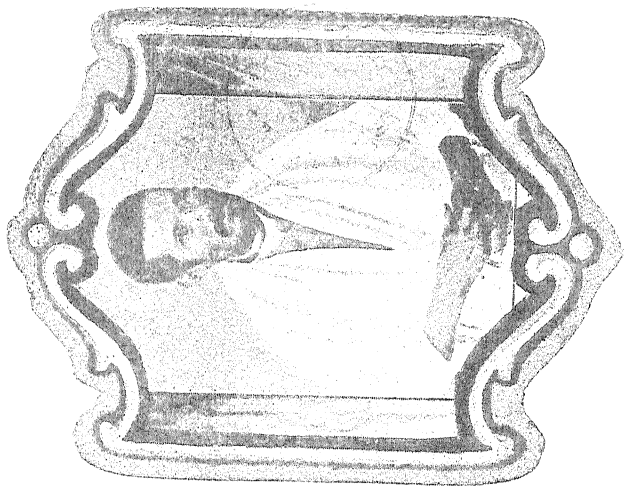


سوانحِ شری سوانحِ

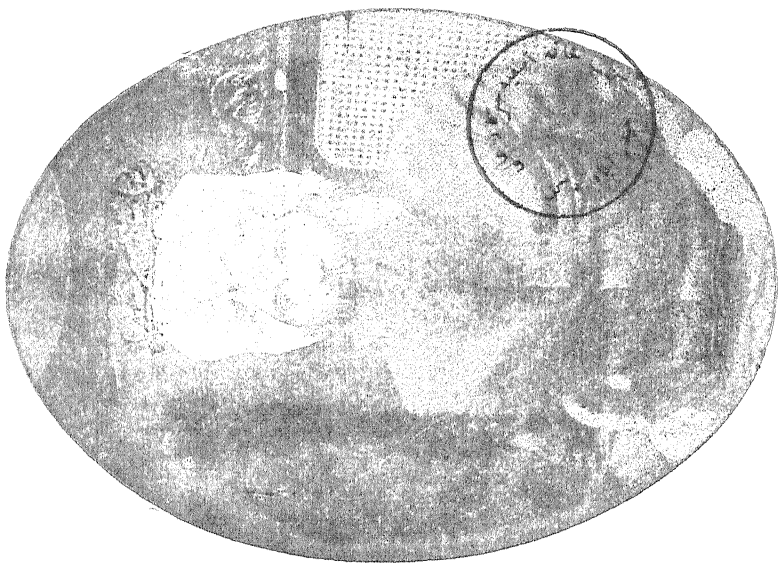


سوانحِ سید سوانحِ

پیشانی پنهان

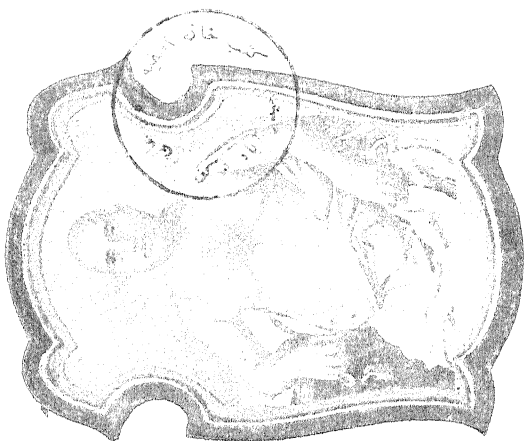


دیباچه چتراولی



مقامات خراج جی

بخت مندلی



سوامی در شانسینی

سوامی جی متعلق اخبارات کی رائے

بنگالی (کلکتہ) سوامی دیانند سرسوتی معمولی درجہ کے انسان نہیں تھے۔ ان کی موت سے صرف آریہ سمن جی کو نہیں، بلکہ تمام ہندوستان کو نقصان پہنچا ہے۔

انڈین امپائر (کلکتہ) سوامی دیانند اپنے وقت کے سب سے بڑے ہندو لیبرر تھے۔

ہندو میٹریٹ (کلکتہ) پنڈت دیانند سرسوتی اعلیٰ درجہ کے دودوان تھے۔

بنگال پبلک اوپینین (کلکتہ) سوامی دیانند ہمارے دیش کے مجبوش اور ہماری عزت کے دینیوالے تھے

انڈین منیجر۔ اب تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ جو اس ملک کی مورتی پوجا، برہمن پوجا سے

اتنی سخت نفرت کرتا ہو، جتنا کہ سوامی دیانند کرتے تھے۔ پرانتا کے اُس سچے بھگت نے اپنی

آخری پرارتھنا میں اپنے ذہل مشن کو جنم دینے والے کی خواہش پر چھوڑ دیا۔

انگلش کرائیکل (دہلی پوسٹ) سوامی دیانند سرسوتی میں ہمارا آچار یہ کے سبھی گن موجود تھے۔

انڈین ریویجر (بمبئی) ہم سوامی دیانند کو اس آریہ ورت ویش کا ایک ستون مانتے ہیں۔

گجراتی میٹریٹ (دسورت) سوامی دیانند ویدک ایثور بانی کو پورے پورے طریقہ سے ماننے

والے ایڈوکیٹ تھے۔ وہ ویش کے سچے خیر خواہ تھے۔

سٹنیو کتا۔ سوامی جی نے جس لگن سے پرچار کیا۔ اُتنا کسی دوسرے مشرقی ریفارمر نے نہیں کیا۔

ہندو آبزرور (مدرا س) سوامی دیانند سنسکرت کے مشہور دودوان تھے۔ اور اصلاح کے میدان

میں صاف دلی سے کام کرنے والے تھے۔

تھنکر (مدرا س)۔ سوامی جی بھارت کے سچے سدھارک تھے۔

اودھا اخبار (لکھنؤ) سوامی دیانند ہندوستان کے لائٹنی پنڈت، کٹر سماج چک اور پورن برہمچاری تھے

ٹرمینول (لاہور) سوامی جی ایک مہرشی تھے۔

پنجاب ٹائمز (راولپنڈی) سوامی دیانند دنیا کے مہا پرستوں میں سے ایک تھے۔

آریہ سماج کا بہترین لٹریچر اردو ہندی میں

خود پڑھئے! پر پورا کو پڑھائیے یا تحفہ کے طور پر اپنے متر و کو بھینٹ دیجئے

باتصویر بھگتی درپن کارنگین ایڈیشن۔

(بلاک کی آرٹ پیر پرتشا نند آرٹ تصاویر)
یہ سار ہے چار سو صفحہ کا خوب صورت سنری جلد کا گفکا ہے۔ اس کی تیاری میں آریہ سماج کے کئی دودانوں نے حصہ لیا ہے۔ آریہ ماتر کے روزانہ پانچھ کے لئے یہ ایک

دیوک جپ جی ہے۔ دھرم۔ کرم گیکے پرارقتا۔ آپاسنا۔ دیو شاستر آپ تشد سمبندھی واقفیت۔ جہانی روحانی اور مجلسی ترقی کے راز۔ آریہ سماج کے آداس سمبندھی واقفیت غرضیکہ کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی گئی۔ جس کا جانتا ایک آرت نمبر کے لئے ضروری ہے۔ ہر ایک استری پرش۔ بچے بڈھے کی جیب میں رہنی چاہئے۔ یہ تیر ہواں ایڈیشن بہت شاندار چھپا ہے قیمت ہندی ۱۰ ار اردو ۹۔

رشی دیانند کے دیاکھیان اردو میں

مشہور دیاکھیان ہیں۔ جن میں رشی کے بعض ایسے سدا توڑ کا بھی وزن کیا ہے۔ جو ان کی دوسری تصانیف میں نہیں ملتے۔ سوء ایہیائے کے لئے بہت اچھی چیز ہے۔ ضرور مطالعہ کریں قیمت ۱۰ ار ہندی ۱۲۔

استریوں کو بطور تحفہ دینے لائق خوبصورت کتابیں

استری شکتی۔ استریوں کے لئے نہات ضروری چیز۔ اس کے جوڑ کی کتاب ہندی میں آج تک آپ نے نہ دیکھی ہوگی۔ قیمت ۸۔

آدرش پٹنی ایک پٹنی کہ جو باتیں آدرش پٹنی بنا سکتی ہیں۔ اس میں ان سب کا مفصل ذکر کیا گیا ہے قیمت ۱۲۔

باتصویر آریہ سینڈرس ۱۹۳۱ء۔ بڑے سیارٹ پیپر پر

بہت شاندار چھپا ہے۔ لمبائی ۳۲ خٹ۔ چوڑائی ۲۲ خٹ۔ آریہ سماج کے موجودہ لیڈران کے سولہ خند خوش نما فوٹو انگریزی اور دیسی دونوں طرح کی تاریخیں دی گئی ہیں۔ قیمت ۳۲ رنی۔ ایک درجن حزیہ کے لئے پر ۲۲ رنی۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

بہرشی دیانند کی تصویر بڑے سائز کی نئی اور حال ہی میں تیار کرائی گئی ہے۔ قیمت ۶۔

اوم گائتری۔ مستے وغیرہ دس پرکار کے خوش نما سونے خند ۲۔

نئی سے نئی اعلیٰ پایہ کی بھجن پتکیں۔

مشہور باتصویر پشپا بھجلی کا نیا ایڈیشن قیمت اردو ۸۔ ہندی ۱۰۔

ہارمونیم ایڈیشن۔ جن میں ہر ایک بھجن کے ساتھ سرگرم ہیں۔ قیمت اردو ۱۲۔ ہندی ۱۴۔

پریم گیتیا بھجلی ۳۸۔ بھجن امرت ۸۔
بھجن بھاسکر ۸۔ چنگک پشپا بھجلی ۴۲۔
ست سنگ گیتا ۲۔ بھجن سکیرن ۱۔

آتم گیت ۲۔ امین رس سار ۳۳۔
رائنڈریہ گیتا بھجلی ۶۔ مسافر بھجنا دلی ہندی ۶۔

آریہ جانی کی گرج اردو ۶۔ ۶۔ اردو ۶۔
گھنڈر خور بھجنا دلی ۲۔ آریہ گائٹن اردو ۱۳۔

چٹا بھجن ۳۳۔ ۳۔ گورکھی طر
شور میر بھجنا دلی ۳۳۔ ۳۔ منگل بھجن مالا ۳۳۔

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتلا:- آریہ پستکالیہ ہسپتال روڈ۔ لاہور۔ پوسٹ بکس ۱۲۳۳

عورت - زنانہ فطرت کی حیرت انگیز داستان۔
بیشمار سچے واقعات دیئے گئے ہیں۔ کتاب معلومات

کا خزانہ ہے۔ نوجوان خاندان ضرور پڑھیں۔ اردو ۱۲۴
گھر کا سکھ - اس کتاب کو پڑھئے بغیر گھر سمجھنا
میں داخل ہونا تیرنا سیکھئے بغیر سمجھنا میں کودنا ہے۔ ضرور
منگائیے قیمت ہندی ۱۲۴ اردو ۱۲۴

ستیا رتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ

(داناہ ایڈیشن) ہر ایک آریہ سماج کو چاہئے کہ کم از کم پانچ
کاپیاں منگو اگر مفت تقسیم کرے قیمت لاگت کے برابر صرف
دس آنہ ڈاک خرچ، ماریکھدا لکھی منگوانے پر ہر مہینہ کاپی۔

ستیا رتھ پرکاش انگریزی لٹریچر - ہر مہینہ ایڈیشن۔
۸

THE
TEN
COMMANDMENTS OF
DAYANANDA 1/-

WISDOM OF THE RISHIS
RS 2/1/- (دو کس آن گوردوت جی ایم ۱/-)

COMMENTARY OF UP-
NISHADS BY GURUDATTA
M.A - 1/2/-

LIFE AND TEACHINGS OF
SAWAMI DAYANANDA - 1/2/-

SANDHIA - 1/3/-

HAVAN - 1/3/-

FOUNTAIN HEAD OF RILI-
GION 1/4/-

TORCH BEARER 1/4/-

VEDIC TEACHINGS 1/2/-

TRUTH AND VEDAS 1/2/-

ششویالین - بچوں کی بیدارش کے باطل آسان
طریقے۔ ہندوستانی استریوں کے ابھی اس مغول کاگیان
نہیں ہوتا۔ تین لاکھوں بچے ہر سال نفعہ اجل ہو جاتے ہیں
اس کتاب کی فیک کاپی ضرور اپنے پاس رکھیں قیمت صرف ۸
دیر ہاتھیں ۱۲ - سچی دیوایاں ۸

دیر ہاتھیں ۱۲ - سچی دیوایاں ۸
ساوتری ستھ وان - سادتری کی سچی کہتا
آپ نے نہ پڑھی ہوگی - یہ کتاب عام بچوں سے مترا ہے۔
قیمت صرف ۱۲ - سیٹا بن باس ہماشت درناک سین۔
قیمت ۱۲ - راجوت مہیلا سہری جلد مرد دہا است پریم پھر

روحانیت کی بھلائی - آتم چکشا اردو ۱۲
آتم سنگھ سوامی سر دوانند جی کے آپیش قیمت اردو
۸ ہندی ۱۲ - سرتو از پر لوک - نارائن سوامی جی کی
معر کے کتاب قیمت ہندی ۱۲ اردو ۱۲

اپنشد پرکاشن - آٹھ اپنشد دل کی سند اور سرل دیا کھیا
قیمت اردو ۱۲ - انکار آپاسنا اردو ۱۲ ہندی ۱۲
سندھیا لوگ اردو ۱۲ ہندی ۵ - زید ادرت اردو ۱۲

پرارتھنا سنگھ اردو ۱۲ - پرانا نام دوجی ہندی ۱۲
اردو ۱۲ - ست آپیش مال ہندی ۱۲ - میدگ بھگتی پرورد
۶ - بھگت کی بھادنا ہندی ۸ - سنکار - چندر کا
ہندی ساڑھے تین روپیہ - گہرست دھرم اردو ۱۰

بچوں کے لئے انصیبی آموز خوبصورت کتابیں

بال رامائن اردو ۸ - بال ہما بھارت اردو ۱۲ ہندی ۱۲
بچوں کا پیارا کرشن ۸ - پارس ہندی ۱۰ - پیارا دھرم
اردو ۸ - آریہ دھرم اردو ۱۰ - پیارے رشی کی پیاری
باتیں اردو ۶ - ہمارے سوامی ہندی ۶ -
کرشن سدا مال اردو ۵ - راجپوتی فون اردو ۶
خالصہ شہید دل کا بلیدان اردو ۶ - ان کے علاوہ
ادریہت سب کتابیں موجود ہیں

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: آریہ پستکالیہ، ہسپتال روڈ لاہور۔ پوسٹ بکس ۱۲۳

اصلی نقل

آریہ پستی یہ سرسوتی آشرم لاہور کی یوں تو سبھی کہتے ہیں کتابیں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہیں مگر پشپانجلی - بھگت دین - آتم درشن - رست سنگ کتابچن سنگیرتن وغیرہ کتابیں بیک ایک میں اس قدر مقبول ہوئی ہیں کہ اب تک ان کے پندرہ پندرہ اور سولہ سو لہ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں۔ پشپانجلی تراش تک ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ چھپ چکی ہے۔ ہماری کتابوں کی شہرت اور ہر طرح کی بک سیلرز حد سے جل نہیں کر سکتے ہو رہے ہیں۔ اور انہوں نے بیکاک کو دھوکہ دینے کے لئے ہماری کتابوں سے ملتے جلتے نام رکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ نقل کرنا سہل ہے۔ بات تو بت سنی۔ اگر وہ لوگ اپنے دماغ سے نکال کر دکھلاتے۔ مگر اتنی سرور دی اور دماغ سوزی کون کرے۔ جھٹ قبول عام کتابوں کے نام چھرا کر بیکاک کو ٹھکان شروع کر دیا۔ چنانچہ آج کوئی بھجن پستک بازار میں نہیں بک سکتی۔ جب تک کہ اس کے ساتھ لفظ پشپانجلی نہ لگا یا جائے۔ سرور دی پر کسی نے نوین، کسی نے پریم، کسی نے مسافر، کسی نے راج، وغیرہ باریک نام سے لکھوا کر بیچے ہوئی قلم سے پشپانجلی لکھو ادیا ہے۔ اس طرح ہماری شہرہ آفاق تصنیف بھگت دین، کی جو اس وقت تک ۴۴ ہزار چھپ چکی ہے۔ نقل شروع ہو گئی ہے۔ کوئی بھگت، لفظ جوڑ کر بھگت رہسہ، نام رکھ رہا ہے۔ اور کوئی دین، کا لفظ ساتھ رکھ کر کوئی کو غلط فہمی میں ڈال رہا ہے۔ کسی نے ہمارے رست سنگ لکھا، رکھ لیا ہے۔ اور کسی نے سنگیرتن بھجن، کی مانند آریہ سنگیرتن بھجن، نام رکھنے میں ہی کامیابی کی اُمید باندھی ہے۔ لیکن اس قدر ملتے جلتے نام رکھ لینے پر بھی

اصلی ہے۔ اور نقل نقل

جب کبھی پستکیں خریدنی ہوں۔ تو بیک پر ہمارے راجال، یا راجال اینڈ سنز، کا نام پڑھ لیا کریں۔ آپ جو چیز خریدیں۔ اصلی خریدیں۔ تاکہ اپنے پیسوں کے پورے دام وصول کر سکیں۔
مینجر فرم میسرز راجال اینڈ سنز

آریہ سماج کی سبوا

(۱) پردیس رام دیو جی آچاریہ گوردھل کا گڑھی تھے ہیں۔ یہ ہمیشہ راجال جی کے سرسوتی آشرم نے آریہ سماج میں سلجھ دیکر ساتھیہ پیدا کر کے سماج کی انویٹیم سبوا کی ہے۔ آریہ سماج ان کا رہی (مقرض) ہے۔
(۲) پنڈت بشمر ناتھ جی کہتے ادھشٹا گوردھل کا گڑھی کی رائے دیکر ساتھیہ کے پرچار میں آریہ سماج کو سرسوتی آشرم سے بڑی سہماٹا ملی ہے۔ آریہ سماج اسے کبھی نہ بھلائے گا۔
(۳) پرنسپل شودیال جی ایم اے پردہان آریہ سماج لاہور لکھتے ہیں۔ سرسوتی آشرم نے اتم ساما جک۔ دھارمک۔ استری آہوگی۔ اور بال آہوگی پستکیں پر کاشت کر کے سماج کا بڑا اہکار کیا ہے۔
(۴) پنڈت ٹھاکر دت جی منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لکھتے ہیں۔ دھارمک ساتھیہ کے پرتی سرودھارن کی رُپنی پیدا کرنے میں سرسوتی آشرم کو بڑا کام کر رہا ہے۔ آریہ جنتا اس کو کبھی نہ بھولے گی۔ جہاں تک میرا دشمناس ہے۔
ہر پرکار کی پستکیں راجال اینڈ سنز مالکان آریہ پشپانجلی سرسوتی آشرم۔ لاہور

ملنے کا پتہ

سوامی جی متعلق اخبارات کی رائے

بنگالی (کلکتہ) سوامی دیانند سرسوتی معمولی درجہ کے انسان نہیں تھے۔ اُن کی موت سے صرف آریہ سمن جی کو نہیں، بلکہ تمام ہندوستان کو نقصان پہنچا ہے۔

انڈین امپائر (کلکتہ) سوامی دیانند اپنے وقت کے سب سے بڑے ہندو ریفارمر تھے۔

ہندو میٹریٹ (کلکتہ) پنڈت دیانند سرسوتی اعلیٰ درجہ کے دودان تھے۔

بنگال پبلک اورینٹین (کلکتہ) سوامی دیانند ہمارے دیش کے بھوشن اور ہماری عزت کے دینیوالے تھے

انڈین منیجر۔ اب تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ جو اس ملک کی ترقی پوجا، برہمن پوجا سے

اتنی سخت نفرت کرتا ہو، جتنا کہ سوامی دیانند کرتے تھے۔ پرانتا کے اُس سچے بھگت نے اپنی

آخری پرارتھنا میں اپنے ذہل مشن کو جنم دینے والے کی خواہش پر چھوڑ دیا۔

انگلش کرائیکل (دہلی پوسٹ) سوامی دیانند سرسوتی میں ہمارا آچار یہ کے سبھی گن موجود تھے۔

انڈین ریویئر (ممبئی) ہم سوامی دیانند کو اس آریہ دیش کا ایک ستون مانتے ہیں۔

گجراتی میٹریٹ (دسورت) سوامی دیانند دیکر ایشور بانی کو پورے پورے طریقہ سے ماننے

والے ایڈوکیٹ تھے۔ وہ دیش کے سچے خیر خواہ تھے۔

سٹنی وکٹا۔ سوامی جی نے جس لگن سے پرچار کیا۔ اُتنا کسی دوسرے مشرقی ریفارمر نے نہیں کیا۔

ہندو آبزورر (مدراں) سوامی دیانند سنسکرت کے مشہور دودان تھے۔ اور اصلاح کے میدان

میں صاف دلی سے کام کرنے والے تھے۔

تھنکر (مدراں)۔ سوامی جی بھارت کے سچے سدھارک تھے۔

اودھا اخبار (کھنٹو) سوامی دیانند ہندوستان کے لائانی پنڈت، کٹر سماج چک اور پورن برہمچاری تھے

ٹرمینول (لاہور) سوامی جی ایک مہرشی تھے۔

پنجاب ٹائمز (راولپنڈی) سوامی دیانند دنیا کے مہا پرستوں میں سے ایک تھے۔

آریہ سماج کا بہترین لٹریچر اردو ہندی میں

خود پڑھئے! پر پورا کو پڑھائیے یا تحفہ کے طور پر اپنے متر و کو بھینٹ دیجئے

باتصویر بھگتی درپن کارنگین ایڈیشن۔

د بلاک کی آرٹ پیر پر شا نند آٹھ تصاویر
یہ سارے چار سو صفحہ کا خوب صورت سنہری جلد کا کتاب
ہے۔ اس کی تیاری میں آریہ سماج کے کئی دواؤں نے
حصہ لیا ہے۔ آریہ ماتر کے روزانہ پانچ کے لئے ایک

دیک جب جی ہے۔ دھرم۔ کرم کیجیے پر ایتھا۔ پاسنا۔ دیہ
شا ستر آپ شرمبندھی دانقیت۔ جمانی روحانی اور
جلیسی ترقی کے راز۔ آریہ سماج کے اتواس سبندھی دانقیت
غرضیکہ کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی گئی۔ جن کا جانتا ایک
آریہ گمر کے لئے ضروری ہے۔ ہر ایک استری پرش۔ نیچے
بلد ہے کی جیب میں رہنی چاہئے۔ یہ تیر ہوال ایڈیشن
بہت شاندار چھپا ہے قیمت ہندی ۱۰ ار اردو ۹ روپے
رشی دیانند کے دیکھیاں اردو میں ۱۲ روپے

مشہور دیکھیاں ہیں۔ جن میں رشی کے بعض ایسے
سد ہاتھوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو ان کی دوسری تصانیف
میں نہیں ملتے۔ سو ادھیائے کے لئے بہت اچھی چیز
ہے۔ ضرور مطالعہ کریں قیمت ۱۰ ہندی ۱۲ روپے

استریوں کو بطور تحفہ دینے لائق خوبصورت کتابیں
استری شکشا۔ استریوں کے لئے نہات ضروری
چیز۔ اس کے جوڑ کی کتاب ہندی میں آج تک آپ نے نہ
دیکھی ہوگی۔ قیمت ۸ روپے
آدرش بنتی ایک ہندی کو جاتی آدرش بنتی بنا سکتی ہیں۔ اس
میں ان سب کا مفصل ذکر کیا گیا ہے قیمت ۱۲ روپے

باتصویر آریہ کیلنڈر ۱۹۳۱ء۔ بڑی آرٹ پیر پر
بہت شاندار چھپا ہے۔ لمبائی ۳ فٹ۔ چوڑائی ۲ فٹ۔ آریہ
سماج کے موجودہ لیڈران کے سولہ نند خوشنما فوٹو انگریزی
اور ہندی دونوں طرح کی تاریخیں دی گئی ہیں۔ قیمت ۳ روپے۔
ایک درجن خریدنے پر ۲ روپے۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

مہرشی دیانند کی تصویر ۱۲ روپے
حال ہی میں تیار کرائی گئی ہے قیمت ۶ روپے
اوم نگا پتیری۔ منسے وغیرہ دس پرکار کے
خوشنما سوڈنی نند ۲ روپے

نئی سے نئی اعلیٰ پایہ کی بھجن ۱۲ روپے
مشہور باتصویر پرش پانچلی کا نیا ایڈیشن قیمت اردو
۸ روپے ہندی ۱۰ روپے

بارہونیم ایڈیشن۔ جس میں ہر ایک بھجن کے ساتھ
سرگرم ہیں قیمت اردو ۱۲ روپے ہندی ۱۴ روپے
پریم لکھنا پانچلی ۴ روپے۔ بھجن امرت ۸ روپے
بھجن بھاسکر ۸ روپے۔ چنک پانچلی ۴ روپے
ست۔ بگ ۲ روپے۔ بھجن سنگھ ۱ روپے
اتم گیت ۲ روپے۔ امین رس سار ۳ روپے
رامشتر لکھنا پانچلی ۶ روپے۔ مسافر بھجن دلی ہندی ۶ روپے
آریہ جاتی کی گرج اردو ۶ روپے۔ اردو ۶ روپے
گھنڈھوڑ بھجن دلی ۲ روپے۔ آریہ گھنڈھوڑ اردو ۱۲ روپے
چٹا بھجن ۳ روپے۔ گورکھی ۵ روپے
شور بھجن دلی ۳ روپے۔ منگل بھجن مالا ۳ روپے

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: آریہ پستکالیہ ہسپتال روڈ۔ لاہور۔ پوسٹ بکس ۱۲۳

عورت - زمانہ فطرت کی حیرت انگیز داستان۔
بیشمار سچے واقعات دیئے گئے ہیں۔ کتاب معلومات

کا خزانہ ہے۔ نوجوان خاندان ضرور پڑھیں۔ اردو ۱۲۰
گھر کا سکھ - اس کتاب کو پڑھ کر بغیر گھر سے گھر
میں داخل ہونا تیرنا سیکھے بغیر سمندر میں کودنا ہے۔ ضرور
منگائیے قیمت ہندی ۱۲۰ اردو ۱۲۰

ستیا رتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ

(تازہ ایڈیشن) ہر ایک آریہ سماجی کو چاہئے۔ کم از کم پانچ
سایاں نگو اگر مفت تقیم کرے قیمت لاگت کے برابر صرف
دس آنہ۔ ڈاک خرچ، غرضیکہ اٹھی نگو لے پر ہرنی کاپی۔
ستیا رتھ پرکاش انگریزی لٹریچر

آریہ سماج کا انگریزی لٹریچر
THE
TEN
COMMANDMENTS OF

DAYANANDA 1/-

WISDOM OF THE RISHIS
RS 2/8/- (درکس آن گوردوت جی ایم اے)

COMMENTARY OF UP-
NISHADS BY GURUDATTA
M.A - 1/2/-

LIFE AND TEACHINGS OF
SAWAMI DAYANANDA - 1/2/-

SANDHIA - 1/3/-

HAVAN - 1/3/-

FOUNTAIN HEAD OF RILI-
GION 1/4/-

TORCH BEARER 1/4/-

VEDIC TEACHINGS 1/2/-

TRUTH AND VEDAS 1/2/-

ششویالین - بچوں کی پرورش کے باطنی مسائل
طریقے۔ ہندوستانی استریوں کو ابھی اس مضمون کا گمان
نہیں ہوگا۔ تین لاکھوں بچے ہر سال نغمہ اجل ہو جاتے ہیں
اس کتاب کی ایک کاپی ضرور اپنے پاس رکھیں قیمت صرف ۸
دیر باتیں ۱۲۰ - سچی دیریاں ۸

دیریاں کا اپدیش ۱۲۰ - دو سہیلیاں ۸
ساوتری ششہ وان - ساوتری کی سچی کہتیا
آپ نے نہ پڑھی ہوگی۔ یہ کتاب عام گھروں سے مبرا ہے۔
قیمت صرف ۱۲ - سیٹا بن اس نہایت دردناک سین۔

قیمت ۱۲ - راجوت ہیل سہری جلد ۱۲ دہانت پریم ۱۲
روحانیت کی بھلواری - آتم چکیتا اردو ۱۲
آند سنگھ سوامی سر دواند جی کے آپدیش قیمت اردو
۸ ہندی ۱۲ - سرتیو اذیر پر لوک - ناراضی سوامی جی کی

محرر کی کتاب قیمت ہندی ۱۲۰ اردو ۱۲۰
اپنشد پرکاش - آٹھ اپنشدوں کی سمندر اور سرل دیا کھیا
قیمت اردو ۱۲۰ انکار آپا سنا اردو ۱۲۰ ہندی ۱۲۰
سندھی لوگ اردو ۱۲۰ ہندی ۱۲۰ - نید اسرت اردو ۱۲۰

پر ارکھنا سنگھ اردو ۱۲۰ - پرانا یام دھرم ہندی ۱۲۰
اردو ۱۲۰ - ست آپدیش مالا ہندی ۱۲۰ - نید گ بھگتی پر دھرم
۱۲۰ - بھگت کی بھاد ہندی ۱۲۰ - سنکار چندر کا
ہندی ساڑھے تین روپیہ - گربھت دھرم اردو ۱۰

بچوں کے لیے نصیحتیں آموز خوبصورت کتابیں

بال رامائن اردو ۸۰ بال ہما بھارت اردو ۱۲۰ ہندی ۱۲۰
بچوں کا پیارا کرشن ۸۰ پارس ہندی ۱۰ - پیارا دھرم
اردو ۸۰ آریہ دھرم اردو ۱۰ - پیارے رشی کی پیاری
باتیں اردو ۶ - ہمارے سوامی ہندی ۶

کرشن سدا مال اردو ۵۰ راجوتی خون اردو ۶
خاں شہید دل کا بیسدا ان اردو ۶ - ان کے علاوہ
ادبیت کی کتابیں موجود ہیں

ہر قسم کی کتابیں ملنی کا پتہ: **آریہ پستکالیہ** (ہسپتال روڈ) لاہور۔ پوسٹ بکس ۱۲۳

اصلی نقل

آریہ پستک لایہ سرسوتی آشرم لاہور کی یوں تو سبھی کہتے ہیں کہ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہیں مگر پش پانچلی بھگتی دین۔
 آشرم دیش است سنگ سنگا بھجن سنگیرن وغیرہ کتابیں بیک یک میں اس قدر مقبول ہوئی ہیں کہ اب تک ان کے پندرہ پندرہ اور
 سولہ سولہ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں۔ پش پانچلی تراج تک ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ چھپ چکی ہے۔ ہماری کہتا ہوں
 کی شہرت اور ہر شخص نے ہی کو دیکھ کر ہی بیک سیر دھندل جاتی ہیں۔ اور انہوں نے بیک کو دھوکہ دینے کے
 لئے ہماری کہتا ہوں سے ملے جلتے نام رکھے شروع کر دیئے ہیں۔ نقل کرنا سہل ہے۔ بات تو تبت جی۔ آئندہ لوگ اسے دماغ سے
 نکال کر دکھاتے۔ مگر اتنی سسروری اور دماغ سوزی کون کرے۔ جہت قبول عام کتابوں کے نام چھرا کر بیک کو ٹھکن شروع
 کر دیا۔ چنانچہ آج کوئی بھجن پستک بازار میں نہیں مل سکتی۔ جب تک کہ اس کے ساتھ لفظ پش پانچلی نہ لکھا جاتا ہے۔ سرورق
 پر کسی نے نہیں، کسی نے پریچ کسی نے مسافر کسی نے تراج وغیرہ باریک قلم سے لکھوا کر بیچے ہوئی قلم سے پش پانچلی
 لکھو دیا ہے۔ اس طرح ہماری شہرہ آفاق تصنیف بھگتی دین کی جو اس وقت تک کم ہزار چھپ چکی ہے۔ نقل شروع
 ہو گئی ہے۔ کوئی بھگتی، لفظ جوڑ کر بھگتی رہسہ، نام رکھ رہا ہے۔ اور کوئی دین، کا لفظ ساتھ رکھ کر گوگل کا لفظ فنی
 میں ڈال رہا ہے۔ کسی نے ہمارے سرست سنگ لکھا، رکھ لیا ہے۔ اور کسی نے سنگیرن بھجن کی مانند آریہ سنگیرن
 بھجن نام رکھے ہیں ہی کا میانی کی اُمید باندھی ہے۔ لیکن اس قدر ملتے جلتے نام رکھ لینے پر بھی

اصل ہے۔ اور نقل نقل

جب کبھی پستکیں عزیزتی ہوں۔ تو پستک پڑھنا شروع راجپال، یا راجپال آئندہ سنز کا نام پڑھ لیا کریں۔ آپ جو چیز
 خریدیں۔ اصلی خریدیں۔ تاکہ اپنے پیسوں کے پورے دام وصول کر سکیں۔
 منیجر فرم پیسز راجپال آئندہ سنز

آریہ سماج کی سیوا

(۱) پروفیسر رام دیو جی آچاریہ گوندل کا نگڑی تھے ہیں یہ وہی وہی راجپال جی تھے سرسوتی آشرم نے آریہ سماج میں سلجھ ویدک
 ساہتیہ پیدا کر کے سماج کی انویٹ سیوا کی ہے۔ آریہ سماج ان کا رہی (مقرض) ہے۔
 (۲) پندرہت بشیر ناتھ جی کہتے اور حشٹاٹا گوندل کا نگڑی کی دہائے ویدک ساہتیہ کے پرجا ہیں آریہ سماج کو سرسوتی آشرم سے
 بڑی سہاٹا ملی ہے۔ آریہ سماج اسے کبھی نہ بھٹلائے گا۔
 (۳) پرنسپل شودیال جی ایم اے پر دہان آریہ سماج لاہور لکھتے ہیں سرسوتی آشرم نے اتم اتم ساما جک۔ دہار مک۔
 استری کیو گی۔ اربال کیو گی پستکیں پر کاشت کر کے سماج کا بڑا اچھا کیا ہے۔
 (۴) پندرہت تھا کر دت جی منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لکھتے ہیں دہار مک ساہتیہ کے پرتی سردھارن کی رُجی
 پیدا کرنے میں سرسوتی آشرم کرنا ایک کام کر رہا ہے۔ آریہ جنتا اس کو کبھی نہ جھو لے گی۔ جہاں تک میرا دشمن ہے۔
 ہر پر کا د کی پستکیں کہ راجپال آئندہ سنز مالکان آریہ پش پانچلی سرسوتی آشرم۔ لاہور

ملنے کا پتہ